سنہری بچھو

...واضح نظر آتا تھا!

نقاب معمولی ہوتی تو آدھی رات کے سناٹے میں اسی کو دیکھ کر جی دہل جاتا۔ مگر یہ سایہ ...اس کو دکھائی دیا۔ اس میں کسی شخص نے اس طرح کی نقاب پہنی ہوئی تھی جس میں چہرے کے علاوہ گردن تک سارا سر چھپا ہوا تھا... ویسی ہی بھیانک نقاب جیسی قرون وسطیٰ کی خوفناک ...ہی ...مانوں کے جج پہنا کرتے تھے۔

سٹوارٹ کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے فرطِ خوف سے چیخ مارنے کی کوشش ... مگر ایک ہلکی آواز منہ سے نکل کر رہ گئی۔

اطبائے فلسفہ ہراس کی تحقیقات آجتک مکمل نہیں کی۔ اس لئے یہ بیان کرنا سخت مشکل ہے۔ کہ کونسا منظر کس طرح کا خوف پیدا کر سکتا ہے۔ اس نقاب پوش سایہ کو دیکھ کر ڈاکٹر سٹوا... پہلے تو ڈرا۔ پھر اس کا خوف اس یقین میں بدل گیا۔ کہ یہ نظارہ بھی کسی وحشتناک خواب کا حصہ تھا۔ خصوصاً اس لئے کہ وہ پراسرار سایہ آنکھ جھپکنے میں نظروں سے غائب ہو گیا۔

وہ تصدیق کی غرض سے دوڑ کر کھڑکی تک گیا۔ اور جلدی سے پردہ ہٹا کر باہر دیکھے ...۔ باغیچہ میں ہر طرف چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ مگر دور تک کوئی متنفس نظر نہ آتا تھا۔ نہ کسی طرح ...آواز ہی سنائی دیتی تھی۔

کھلی ہوئی کھڑکی کو مضطربانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے ڈاکٹر سٹوارٹ نے کہا مسز میکگریگر ... کہا کرتی ہے تم رات کو کھڑکیاں بند کرنا بھول جاتے ہو۔ شاید میری ہی غفلت سے ...ی کھلی رہ گئی؟

...ڑکی بند کر کے چٹختی لگا دی۔ ایک لمحہ اس کے شیشوں سے باغ کا ... چھوڑ کر پیچھے مڑا اور کمرہ سے باہر چلا گیا۔

...سناریا ... دیکھیں

باب ۲

پُراسرار آواز

...برے آنکھ کھلی۔ نوڈالر سٹوارٹ کے سر میں ہلکا درد تھا۔ چھ بج چکے تھے۔ لیکن گھر میں سر...
...ا ہو رہی تھی۔ اس نے اٹھ کر غسل کا لباس پہنا۔ سر گرانی کے سوا اور کوئی ظاہری شکایت نہ...
وہ ابگاہ سے نکل کر زینہ کی طرف گیا۔ اور بٹنوں کے تکمے باندھتا ہوا نیچے اُترنے لگا۔

بیٹھک کا دروازہ بند تھا۔ اور کنجی اسی طرح قفل میں لگی ہوئی تھی جس طرح اس نے
...سے چھوڑا تھا۔ گویا کمرہ کی ظاہری حالت میں کوئی تبدیلی نظر نہ آتی تھی۔ دروازہ کھول کر
...رگیا۔ ... چاروں طرف دیکھنے لگا کسی چیز میں کوئی تبدیلی نظر نہ آتی تھی۔ رات ...
...ہوئے کاغذوں کی نسبت شک ہوا تھا۔ اب وہ بھی رفع ہو گیا۔ ہر ...
...سے رکھی ہوئی تھی۔

پیدل

...معائنہ سے فارغ ہو کر اس نے میز کے کاغذوں کو اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع
...پر کوئی نشان یا علامت ایسی نظر نہ آتی تھی جس سے انہیں چھیڑنے کا شبہ ہو ... دریچ
...رکیوں کے آگے بدستور پردے لٹکے ہوئے تھے۔ جہاں آدھی رات کو اس
بانک اور پراسرار سایہ دیکھا تھا۔ وہاں سورج کی فرحت خیز روشنی کمرہ میں
...ی تھی۔ پردے ہٹا کر دیکھا۔ سب کھڑکیوں کے پٹ بند تھے۔ رات کوئی ک...
...ہی گئی ہو۔ تو اسی کی بھول سے رہ گئی ہوگی۔

سخت حیرت ہے۔ سٹوارٹ نے پریشانی سے ادھر ادھر ... نے کہا ...
...خواب کبھی میرے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔"

...سے یقین کامل ہو گیا کہ جو کچھ رات کو دیکھا وہ محض ایک ... خواب
...خواب کا حال انجمن تحقیق نفسیات کے نام لکھنے کا ارادہ ک...

مسز میگ گریگر میرے ہمسائے تو کچھ اسی بات میں دانائی اور دور اندیشی سمجھتے ہیں ۔ کہ
ی بجائے دوسرے ڈاکٹروں سے علاج کرائیں"
"مگر میں اسے دور اندیشی نہیں سمجھتی ۔ یہ ان کا تعصب ہے ... خالی تعصب"۔
"تعصب ؟" سٹوارٹ نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا ۔
"ہاں نرا تعصب" مسز میگ گریگر نے استقلال سے جواب دیا ۔"وہ اچھی طرح جانتے ہیں ۔
ں محلہ کا سب سے لائق طبیب کون ہے ۔ اور جب کوئی شدید عارضہ لاحق ہو ۔ اور وہ سمجھیں
ب زندگی کا خطرہ ہے ۔ تو ڈاکٹر کیپل سٹوارٹ کو تلاش کرنے دوڑتے ہیں ۔ مگر عام حالت
ں کبھی نہیں ۔ خیر تم مانو یا نہ مانو میں تو یہی کہوں گی کہ تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ۔ جب
ک تم ... "
"ہاں جب تک کہ میں ... ؟"
"جب تک کہ تم ایک سن رسیدہ عورت کی نصیحت پر عمل کر کے گھر کا انتظام نوجوان بیوی
ے نہ دو گے"
"مسز میگ گریگر" سٹوارٹ نے ادھیڑ عورت کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا "یقیناً
ں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم مجھے چھوڑ کر جانا چاہتی ہو ؟ اور یہ بھی اسی حالت میں کہ تمہیں ...
قیرو ہیں سوچ لو ... تمہیں اس گھر میں رہتے کتنے سال ہو گئے ہیں ؟ ..."
"اگلے منگل کو تیس سال پورے ہوں گے" مسز میگ گریگر نے جواب دیا "مسٹر کیپل جب
ننھے بچے تھے ۔ تو میں تمہیں گود میں لیا کھلایا کرتی تھی ۔ اور اوہ ! تم کیسے پیارے بچے تھے ۔
ب اس بڑھاپے میں میری یہ آرزو ہے کہ ننھے بچوں کو اسی طرح گود میں کھلاؤں ۔ اور میں یہ
ہوں کہ تم جب تک کنوارے ہو اپنے مریضوں میں کبھی کامیابی حاصل [illegible]
ہا ہا ! یہ بات ہے کیا !" سٹوارٹ نے ہنستے ہوئے کہا ۔ "اب [illegible]
ں کر کے اپنی جد [illegible] کا شریک

مسز میگریگر نے ناصحانہ انداز سے سر ہلایا۔ پھر کہنے لگی "مجھے پورا یقین ہے کہ ایک دن تمہاری جدوجہد کی زندگی بھی ختم ہو جائے گی۔ بے شک میں پرانے فیشن کی عورت ہوں۔ اور تم بھی مجھے ایسا ہی خیال کرتے ہو۔ لیکن سچ جانو مجھے اس وقت بڑا ہی رنج ہوگا۔ جب بیمار ہو کر ۔۔۔ جس حالت سے خدا ہر وقت محفوظ رکھے مجھے ایک کنوارے طبیب کے زیر علاج آنا پڑے گا۔"

"ار ۔۔۔ مسز میگریگر" سٹوارٹ نے اپنی گھبراہٹ چھپانے کے لئے کھانس کر کہا۔ "تم جو کہتی ہو۔ سچ ہوگا۔ مگر پہلے اس سوال پر کئی مرتبہ بحث ہو چکی ہے۔ اور کم از کم اس ایک معاملہ میں تمہارے خیالات واقعی زمانہ کی رفتار سے بہت پیچھے ہیں۔ مگر اس کے باوجود میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں تمہاری عنایتوں کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ اور اگر میں نے کبھی تمہاری نصیحت پر عمل کیا ۔۔۔"

"ٹھہرو" مسز میگریگر نے قطع کلام کر کے پاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارے بوٹ بھیگے ہوئے ہیں۔ انہیں اتار دو۔ نہیں تو بیمار ہو جاؤ گے۔"

"مگر یہ تو کچھ ایسے بھیگے ہوئے نہیں ہیں۔ رستہ میں دو چار بوندیں پڑی تھیں۔ اس کے سوا کئی دن سے پانی نہیں برسا۔ خیر مجھے چونکہ اب کہیں جانا نہیں ہے۔ اس لئے اتار دیتا ہوں"

اس نے بوٹوں کے تسمے کھولنے شروع کئے۔ اور مسز میگریگر کھڑکیوں کے پردے گرانے میں مصروف ہو گئی۔ پھر ایک ہوشیار خادمہ کی طرح وہ کمرہ کے ہر حصہ پر نظر ڈال کر رخصت ہو رہی تھی۔ کہ دروازہ کے پاس جا کر رک گئی۔ اور پیچھے مڑ کر کہنے لگی۔

"مسٹر کیمپل۔ کوئی آدھ گھنٹہ ہوا۔ وہ اجنبی عورت پھر آئی تھی۔"

سٹوارٹ بوٹوں کو کھولتا ہوا رک گیا۔ اور خادمہ کے چہرہ کو پرشوق

[illegible] میرے لئے کوئی پیغام چھوڑ گئی ہے"

"عنقریب پھر آؤں گی" مسز میگریگر

تامل کے بعد تھوڑی دیر تمہارا انتظار کرتی رہی۔ اس کے بعد چلی گئی۔"

"چچ! چچ! بڑا افسوس ہے۔" سٹوارٹ نے دوبارہ تسمے باندھتے ہوئے کہا۔ "اسے گئے کتنی دیر ہوئی ہوگی؟"

"ابھی ابھی تمہارے پیروں کے آگے گئی ہے۔ بہت سے بہت تین منٹ ہوئے ہونگے"

"کیا اس کی حالت پہلے سے ابتر ہے؟"

"ابتر! نہیں تو"

"تم سے ملنے کو بہت بے چین تھی"

"آخر بہت دور سے جو آتی ہے۔"

"ہاں میں نے بھی سنا ہے۔" ادھیڑ خادمہ نے خشک لہجہ میں کہا۔ "بے چاری اس خوشنما موٹر میں آتے آتے ضرور تھک جاتی ہوگی۔"

سٹوارٹ اس طنز سے گھبرا گیا۔ مگر اس نے اپنا اضطراب چھپانے کو تعجب کی صورت اختیار کر لی۔ اور کسی قدر افسردگی سے کہنے لگا "مسز میگر گیر مجھ پر تمہارے احسانات بیشمار ہیں۔ تم اسی طرح میری نگرانی کرتی ہو جیسے ماں اپنے بچہ کی کیا کرتی ہے۔ پر کیا بات ہے کہ مسٹر موازل ڈوریاں کا ذکر کرتے ہوئے تمہارے لہجہ میں تھوڑا تامل۔ تھوڑا طنز۔ تھوڑا تیکھا پن ضرور آجاتا ہے؟ بہت سی عورتیں میرے زیر علاج ہیں۔ آخر ان میں اور اس میں کیا فرق ہے؟" مگر یہ الفاظ کہتے ہوئے وہ اپنے دل میں اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ اس میں اور دنیا کی باقی عورتوں میں زمین آسمان کا اختلاف ہے۔

مسز میگر گیر نے ناک بھوں چڑھا کر تین گہری سانسیں لیں۔ پھر کہنے لگی "بس جانتی ہوں۔ بہت سی عورتیں تم سے علاج کرانے آتی ہیں۔ پر کیا ان میں کوئی اور ایسا قیمتی لباس پہنتی ہے۔ جسے خریدنے کو تمہاری چھ مہینے کی کمائی بھی ناکافی ہو؟"

"یہ سچ ہے۔ ان میں سے بہتوں کی حیثیت ... مگر ... شال تک میں دو ...

مگر اس پہلو سے دیکھا جائے۔ تو میری خوش نصیبی ہے۔ کہ میڈموازل ڈوریاں ایسی زردار مریضہ مجھ سے علاج کرانے آتی ہے۔"

مسز میگرگر نے ظاہری دلچسپی کی تہ میں دلی شبہ کو چھپانے سے قاصر رہ کر دبی آواز سے کہا۔ "تو کیا واقعی وہ آپ سے علاج کرانے آتی ہے؟"

"نہیں تو اور کیا؟" سٹوارٹ نے بوڑھی عورت کی طرف نظر حیرت سے دیکھکر پوچھا "تم آپ سمجھ سکتی ہو کہ ڈاکٹر کے پاس مریض کے سوا اور کون آئے گا؟ یہ بدخوابی کی شکایت ہے۔ کہتی تھی رات بھر نیند نہیں آتی۔"

"جس کا ذرا بھی تعجب نہیں ہے۔"

"کیوں۔ کس لیے؟ معاف کرنا میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"مسٹر کیمل شاید تم مجھ سے خفا ہو جاؤ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مجھے سٹھیائی ہوئی بڑھیا خیال کرو۔ مگر میں نے دھوپ میں بال سفید نہیں کئے۔ خدا نے مجھے بھی دو آنکھیں دی ہیں۔ اور ان آنکھوں کو دیکھنے اور سمجھنے کی قوت عطا کی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ خوشنما چہرہ اور چمکیلی آنکھوں کے لئے آدمی آگ اور پانی سے گذر جاتے ہیں۔ پر دیکھو میری نصیحت یاد رکھنا۔ میں دو بار غیبی آواز سن چکی ہوں۔"

سٹوارٹ حیرت سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "مسز میگرگر" اس نے پریشانی کے لہجہ میں کہا۔ "معاف کرو۔ میرا کند دماغ ان لطیف استعاروں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ میں نہیں سمجھا تم کس غیبی آواز کا ذکر کرتی ہو۔"

مسز میگرگر میز کے پاس والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور سر ہلا کر دبی آواز سے کہنے لگی "کیا نہیں جانتے غیبی آواز کیا ہے؟ یہ خاندان میگرگر کے نادیدہ ساز کی وہی پراسرار آواز ہے..."

سٹوارٹ صوفے سے چلکر میز کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اور آگے جھک کر کہنے لگا "خاندان

نہیں۔ خادمہ میری سے کہہ دینا کہ میڈموازل پھر آئے تو وہ اسے میرے کمرہ میں بھیج جائے۔“

مسز میگریگر اٹھکر کھڑی ہوگئی۔ پھر آہستہ سے دروازہ کی طرف چلی۔ دروازہ کے پاس پہنچکر اس نے کہا ”مسٹر کیپ اگر میڈموازل ڈوریاں آ گئی تو میں خود اسے تمہارے کمرہ میں چھوڑ جاؤں گی۔ اور اس کے بعد خود ہی اسے رخصت کر کے دروازہ بند کرونگی۔“

اس نے بیٹھک کا دروازہ پھیر دیا۔ اور چلی گئی۔

باب ۳

انسپکٹر ڈنبر کی تحقیقات

سٹوارٹ نے میز کے پاس بیٹھکر بہت بکھرے ہوئے کاغذوں کو ٹھیک کیا۔ پھر پائپ سلگا کر اس کے میٹھے اور خوشبودار دھوئیں سے رفع اضطراب کی کوشش کرنے لگا۔ مگر اس کا اضمحلال مسز میگریگر کی بیان کردہ آواز سے نہیں۔ میڈموازل ڈوریاں کے حسن آتش افروز سے تعلق رکھتا تھا۔ تمباکو کا دھواں اسے کیا رفع کرتا؟

اس کا فرجمال حسینہ کی دید سے پہلے وہ سمجھے ہوئے تھا۔ کہ میرے دل کا ظلمتکدہ با اب رخ تاباں کی چمک اور دنبالہ دار آنکھوں کی سرور انگیزی سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو چکا۔ مگر یہ ایک فرضی خواب تھا جس سے میڈموازل کے جلوہ بے پناہ نے اس کو بیدار کر دیا۔ وہ ایک نازک اندام پیکر حسینہ تھی۔ نوشگفتہ کلی کی مانند صدف شاں پھلتی اور عنبر بیز ڈاکٹر سٹوارٹ کے لیے اس کا حسن عالم آشوب فتنہ خیز تھا۔ پہلی ملاقات کے بعد اس کے جمال دلفریب کی یاد کبھی ایک ساعت کے لیے اس کے دماغ سے محو نہ

ی۔ بارہا وہ اپنے خیالات کو حماقت و نادانی پر محمول کر کے ہنسنے کی کوشش کرتا۔ اور
ئی بار اپنے جی میں خفا بھی ہوتا۔ مگر یہ کوششیں دل کی کسک کو دور نہ کر سکتیں۔ اب
ناچار کئی دن سے وہ اس عجیب فریفتگی کو نوشتہ تقدیر سمجھ کر رضائے الٰہی پر شاکر و
صابر ہو چکا تھا۔

میڈموازل ڈوریاں کون ہے؟ یہ اسے قطعاً معلوم نہ تھا۔ فی الحقیقت وہ اس
کی قومیت بھی نہ جانتا تھا۔ مگر یہ شک ضرور اس کے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔ کہ اسکی
رگوں میں مشرقی خون کی آمیزش ہے۔ وہ جوان بلکہ مغربی اداب کے لحاظ سے محض کم سن
تھی۔ کیونکہ اس کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ مگر اس چھوٹی عمر میں ہی زرق برق لباس
کا استعمال اس کے لامحدود وسائل کی بین نشانی تھا۔ اور گو آج تک ہر بار اسے رات
ہی کو آنے کا اتفاق ہوا۔ تاہم ڈاکٹر سٹوارٹ نے گاہ بگاہ اس عالی شان موٹر کی جھلک
دیکھ لی تھی۔ جس کا ذکر مسز میگریگر نے طنز و ناراضی کے لہجہ میں کیا تھا۔

اپنا دنا دار پائپ منہ میں لئے ٹھوڑی کو دونو ہتھیلیوں پر رکھ کر وہ میز کے سہارے
بیٹھا ہوا دہکتی آگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آگ کے متحرک سایہ کی طرح کئی خیالات اس
کے دل میں پیدا ہوتے اور مٹ جاتے تھے۔ میڈموازل ڈوریاں جتنی بار آئی۔ ہمیشہ
رات کو اور تنہا آئی تھی۔ پہلے سٹوارٹ کا خیال تھا کہ وہ کوئی فرانسیسی خاتون ہے۔
مگر فرانسیسی گھروں میں نوجوان کنواری لڑکیاں رات کے وقت کبھی کسی کے مکان پر
تنہا نہیں جاتیں۔ چاہے وہ مکان کسی ڈاکٹر ہی کا کیوں نہ ہو۔ سوچتے سوچتے ایک
عجیب خیال اس کے دل میں پیدا ہوا۔ کیا عجب وہ کسی امیر گھرانے کی خود سر لڑکی ہو۔ جو
خاندانی رسوم کے قید و بند سے آزاد ہو کر آوارہ پھر رہی ہے۔ یہ بات روز اول ہی اسکو
معلوم ہو گئی تھی۔ کہ میڈموازل ڈوریاں کے عوارض محض فرضی ہیں۔ اور پھر اس کا نام
میڈموازل ڈوریاں۔ کتنا عجیب تھا!

نکالا۔ اور اپنا لمبا بازو میز پر بڑھا کر تمباکو کی تھیلی اُٹھالی۔ اس سے اپنے پائپ کو بھرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"میں ایک نہایت عجیب معاملہ کے متعلق آپ سے مشورہ کرنے کو حاضر ہوا ہوں۔"

"کیا طبابت کے متعلق کوئی بات ہے؟" سٹوارٹ نے ایک پیشہ ور ڈاکٹر کی مانند گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"زہر خورانی کی واردات معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ خود میرا ابھی تک پورا اطمینان نہیں ہوا" سراغرساں ڈنبرلے، جو مختلف زہروں کے متعلق کیپل سٹوارٹ کی معلومات سے اچھی طرح واقف اور اس سے پہلے مختلف اوقات میں اس سے مدد حاصل کر چکا تھا۔ جواب دیا۔ "اس کے باوجود اگر وہ باتیں جن کا میرے دل میں کچھ شبہ پیدا ہو چکا ہے۔ صحیح ثابت ہوں۔ تو واقعی یہ مقدمہ بڑے معرکہ کا ہوگا۔"

اس نے بھرا ہوا پائپ جسے باتوں میں اب تک سلگانے کی نوبت نہ آئی تھی۔ ایک طرف رکھ دیا۔ اور اپنے گرم کوٹ کی جیب سے پھولی ہوئی نوٹ بک نکال کر اس کے اندر سے باریک کاغذ میں لپٹی ہوئی کوئی چھوٹی سی چیز برآمد کی۔ پھر کاغذ کی تہیں کھول کر اس چیز کو نکالا۔ اور میز پر رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سب سے پہلے آپ بتلا سکتے ہیں یہ کیا چیز ہے؟"

سٹوارٹ نے آگے جھک کر میز پر رکھی ہوئی چیز کو اس طرح دیکھنا شروع کیا۔ گویا کوئی ... زہے۔ یہ سونے کا چھوٹا سا ٹکڑا تھا۔ عجیب و غریب ساخت کا۔ لمبائی میں ایک ... صورت ماہ ہلال بہت مشابہ مگر چھ دانوں سے مل کر بنا ہوا۔ پانچ ایک دوسرے کے ... ن چھٹا یعنی آخری قدرے لمبا۔ مڑا ہوا۔ اور سرے پر باریک۔ ٹکڑا اور ... ۔ اور ناہموار تھا۔ گویا کسی چیز سے ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا ہے۔

... سٹوارٹ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اور آنکھوں میں ...

پیدا ہونے لگی۔

"کسی عجیب زیور کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔" آخر کار اس نے کہا۔ "اس طرح کی چیز انگلستان میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔ شاید یہ ہندوستان کا بنا ہوا ہو۔"

انسپکٹر ڈنبر نے پائپ سلگا کر جلتی ہوئی دیا سلائی آتش دان میں پھینک دی۔ اور بولا "یہ بتائیے چیز کیا ہے؟"

ڈاکٹر سٹوارٹ نے مسٹر اعزساں کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا "میں نے سہواً اسے زیور کا ٹکڑا کہہ دیا۔ ورنہ یقین نہیں آتا۔ کہ دنیا کی کوئی عورت اس طرح کا خوفناک زیور پہننا پسند کرتی ہو۔ کیونکہ۔۔۔ یہ چیز تو کسی بچھو کی دم سے مشابہ نظر آتی ہے!"

"آہ!" ڈنبر کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اور اس کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہو گئی "میرا اپنا خیال یہی تھا۔ مگر سا وربی نے نہیں مانا۔ وہ کہتا تھا۔ یہ چیز ناگ پھنی کی ڈنڈی سے ملتی ہے۔"

"قیاس اس کا بھی غلط نہ تھا۔" سٹوارٹ نے تسلیم کیا۔ "ظاہری ساخت کے لحاظ سے ناگ پھنی کی ڈنڈی اور بچھو کی دم میں بڑا فرق ہے۔ مگر دونوں کی نقل بہت چھوٹے پیمانے پر تیار کی جائے۔ تو ان کی مشابہت پر عموماً دھوکا ہو جاتا ہے۔ بہرحال یہ چیز وہی ہے۔ جو میں بیان کر چکا ہوں۔ لیکن فرمائیے تو آپ کے پاس کیسے آئی؟"

"ڈاکٹر سٹوارٹ میں اس بارہ میں سارے حالات بیان کرنے اور آپ کا مشورہ لینے کی غرض سے ہی یہاں آیا تھا۔ مگر اب یہ جاننے کے بعد کہ یہ ٹکڑا بچھو کی دم کی نقل ہے۔ میں سمجھتا ہوں معاملہ میرے دائرہ تحقیقات سے باہر ہو گیا۔ آپ نے اکثر مشرقی ملکوں کی سیاحت کی ہے۔ اور ان میں رہنے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہندوستان چین برہما میں کسی جگہ آپ کو کسی ایسے فرقہ یا جماعت کا حال معلوم ہوا جس کے پیرو بچھو کے پرستار

سٹوارٹ شکن آلود پیشانی سے غور کرنے لگا۔ اور اس نے پائپ کی ڈنڈی

نی ٹھوڑی سے رگڑنا شروع کیا۔ ڈنبر تصویرِ انتظار بنا ہوا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"آپ وسکی اور سوڈا نوش کریں" آخر کار سٹوارٹ نے کہا۔ "دیکھیے سب چیزیں اس میز پر رکھی ہیں۔ میں ذرا سوچ کر جواب دوں گا۔"

انسپکٹر ڈنبر نے سر ہلایا۔ اور کمرہ کے دوسرے سرے پر اس میز کے پاس گیا۔ جہاں شراب کی بوتل اور سوڈا تیار کرنے کی چھوٹی سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ دو گلاس بھر کر وہ واپس آگیا۔ اور ایک ڈاکٹر کے سامنے رکھ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہنے لگا "فرمائیے کیا سوچا؟"

"آپ کے سوال کا جواب نفی میں ہے۔" سٹوارٹ نے کہا "میں نے ان ملکوں میں رہتے ہوئے کبھی کسی عقرب پرست فرقہ کا حال نہیں سنا۔ ہندوستان میں کچھ لوگ سانپوں کی پرستش ضرور کرتے ہیں۔ پر بچھو کی کوئی نہیں۔ اس کے باوجود ایک بار ملک چین میں سفر کرتے ہوئے سوچو کے مقام پر ایک عجیب واقعہ میرے دیکھنے میں آیا تھا۔ جس کا صحیح مطلب میں آج تک نہیں سمجھ سکا۔ بہرحال اس خیال سے کہ شاید آپ کے لیے دلچسپ ہو میں اس کی مختصر کیفیت بیان کرتا ہوں۔ غروب آفتاب کے وقت میں شہر کے ایک دور افتادہ حصے سے مکان پر واپس جا رہا تھا۔ اور چونکہ رات سے پہلے مکان پر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اس لئے رکشا کھینچنے والے لڑکے کو بار بار تیز چلنے کے لئے کہے جاتا تھا۔ رستہ کم کرنے کے خیال سے میں نے اسے دومن کا سہری پل عبور کرنے کے لئے کہا۔ اور وہ اس راہ پر دوڑا ہوا چلا جاتا تھا۔ کہ ناگاہ پل کی ڈھال پر پہنچ کر وہ لڑکا یکایک رکشا کو چھوڑ کر زمین پر دوزانو ہو گیا۔ اور اپنا چہرہ دونو ہاتھوں سے چھپا کر ہلکی آواز میں کہنے لگا "صاحب آنکھیں بند کر لو۔ بر چھک مہاراج آتے ہیں۔"

"میں حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس کی نالائقی پر غصہ بھی آیا۔ کیونکہ رکشا اچانک چھوڑ دینے سے میں سر کے بل گرتے گرتے بچا تھا۔ مگر وہ میرے غصہ ا

بے پرواہ میں فرش زمین پر جھکا ہوا بے حرکت بیٹھا تھا۔ میں نے پل کی طرف دیکھا۔ بالکل ویران تھا۔ صرف ایک آدمی۔۔۔ ایک عجیب صورت کا انسان ڈھال سے اتر کر ہماری طرف آرہا تھا میں نے قد و قامت اور لباس سے معلوم کیا۔ کوئی عزت دار چینی ہے۔ مگر ممکن ہے وہ کسی دوسری قوم کا آدمی ہو۔ اور اس نے شوقیہ چینی وضع کا لباس پہن رکھا ہو۔ یہ بات میں اس لئے تحقیق نہ کر سکا۔ کہ اس نے سبز رنگ کی موٹی نقاب پہنی ہوئی تھی۔۔۔"

"جس میں اس کا چہرہ بالکل چھپا ہوا تھا؟"

"گردن تک چھپا ہوا۔ میں اس عجیب صورت کو نظر حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ کہ لڑکے نے پھر ایک بار اسی طرح دبی آواز میں مجھ سے کہا "سرکار منہ پھیر لو۔ منہ پھیر لو۔۔۔"

"کیا مرد نقاب پوش کی طرف سے؟"

"ہاں۔ ہاں اسی کی طرف سے۔ قدرتی طور پر میں نے لڑکے کی بات پر بالکل توجہ نہیں دی۔ اتنے میں وہ آدمی میرے پاس ہو کر گذر گیا۔ اور گو میں نے اس کا نقاب میں چھپا ہوا چہرہ دیکھنے کی بہت کوشش کی تاہم کچھ نہ دیکھ سکا۔ لیکن وہ تین ہی قدم آگے گیا ہوگا۔ کہ لڑکے نے جھٹ اٹھ کر رکشا پکڑلی۔ اور پل کے اوپر ہوتا ہوا اس طرح دوڑا گویا دنیا بھر کی خبیث روحیں اس کا پیچھا کر رہی ہیں۔ اس واقعہ کا عجیب تر پہلو یہ ہے کہ اس کے بعد میں نے ہر چند اس لڑکے سے کئی ایک سوالات پوچھے۔ دھمکایا اور لالچ بھی دیا۔ مگر وہ میری کسی بات کا جواب دینے پر آمادہ نہ ہو سکا۔ رفع استعجاب کی خاطر میں نے گداگروں سے لے کر خاندانی رئیسوں تک متعدد چینیوں سے پوچھا۔ کہ ہر جھیک مہاراج کون ہیں؟ مگر کسی نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ سب میری طرف نظر حیرت سے دیکھ کر یہی کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے یہ نام آج آپ سے سنا ہے۔"

"ہوں" ڈنسر نے بدستور پائپ کے کش لگاتے ہوئے آہستہ سے کہا "ڈاکٹر سٹوارٹ قصہ بہت عجیب ہے۔ اور چونکہ لفظ ہر جھیک بچھو کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔

اس لئے عجب نہیں دونو معاملوں میں کچھ نہ کچھ تعلق ہو - پرہاں .. اس واقعہ کو پیٹر سکاٹ لینڈ
مدت ہوئی ؟

"قریباً پانچ سال"

"ممکن ہے ... ممکن ہے موجودہ مقدمہ کا اس واقعہ سے کچھ تعلق ہو - معاملہ یہ ہے -
چند ماہ گذرے - شروع سردیوں میں - دفتر کو اطلاع پہنچی - کہ محکمہ کے سب آدمی - اخباروں
شراب خانوں - تھیٹروں بالخصوص جرائم پیشہ بستیوں میں کسی جگہ بچھو کا ذکر دیکھیں یا سنیں
تو فوراً اس کی خبر افسران اعلےٰ کو پہنچا دیں - چونکہ بات نہایت عجیب تھی - اس لئے میں نے
صاحب کمشنر سے تفصیل کے لئے استصواب کیا - مگر وہ بھی کسی بات کا جواب نہ دے سکے -
اتنا ہی بتایا - کہ یہ ہدایت ہمیں پیرس سے موصول ہوئی ہے - پیرس کا محکمہ سراغرسانی بجائے
خود تاریکی میں تھا - بڑی تحقیق کے بعد محض اس قدر معلوم ہوا کہ بچھو کا تعلق بعض نامور اصحاب
کی اچانک اور پراسرار موتوں سے ہے - یہ موتیں کچھ عرصہ پیشتر یکے بعد دیگرے واقع ہوئی تھیں
لیکن چونکہ جرم کا شبہ پیدا ہی نہ ہوا تھا - اس لئے کسی کو تحقیقات کا خیال نہیں آیا - اس
کے بعد کوئی ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گذرتا ہے - کہ اس ملک کے نامی طبیب سر فرینک نارکوم ویسٹ
اینڈ کے ایک تھیٹر میں بیٹھے ہوئے ناٹک دیکھتے دیکھتے مر گئے ... کیا آپ کو یہ واقعہ
یاد ہے ؟"

"ہاں یاد ہے - ان کی موت واقعی عجیب و حیرت خیز تھی - میرے خیال میں ان کی لاش
کا طبی امتحان ضرور ہونا چاہئے تھا -"

"عجیب بات ہے کہ آپ بھی یہی خیال رکھتے ہیں - ہم لوگوں نے محکمہ کی طرف سے بہت
زور دیا تھا - مگر سر فرینک کے رشتہ داروں کے آگے کچھ پیش نہ گئی - ایک ہفتہ یا شاید پندرہ دن
میں شب و روز اس معاملہ کی تحقیقات کرتا رہا - بے شمار آدمیوں سے ملکر جس قدر حالات ممکن
تھے معلوم کئے - لاانتہا کاغذات بھی دیکھے کہ سر فرینک نارکوم کی موت اور بچھو کا کوئی تعلق

بے پرداہ میں فرنٹ پیریس والے بار بار اس بات پر زور دے رہے تھے۔ مگر کوئی سراغ نہ ملا۔ کام بہت مشکل تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا۔ جب متلاشی کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اسے کیا تلاش کرنا ہے۔ تو کامیابی کیسے ہو؟ بہر حال میرا روزاول سے یہ خیال تھا۔ کہ بچھو کی تلاش ایک فرضی تلاش تھی... ایک دھن جو افسروں کے دماغ پر سوار ہوئی اور اتر گئی۔ مگر کل رات ایک عجیب واقعہ نے یقین دلا دیا۔ کہ معاملہ بالکل بے تہ نہ تھا۔ دریائی پولیس نے ہینڈ ورہول سے پرے ایک مقام پر جہاں کئی بار لاشیں دستیاب ہوئی ہیں۔ ایک آدمی کی لاش برآمد کی۔ جس کا سر بری طرح کچلا ہوا تھا معلوم ہوتا ہے کسی جہاز کے پہیہ سے لگ کر پس گیا۔ صورت بالکل پہچانی نہ جاتی تھی۔ مگر دو چیزیں تھیں جن سے اس کو شناخت کیا گیا۔ ایک دھات کی بنی ہوئی چھوٹی ٹکیہ جو اس کے گلے میں زنجیر کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ اور اس ٹکیہ پر اس کے نام کے مختصر حروف جی۔ ایم۔ اور نمبر ۸۵۰۶۹۴ کندہ تھے۔ اور دوسری... وہ!"

"یعنی؟" سٹوارٹ نے حیرت سے پوچھا۔

"سونے کی بنی ہوئی بچھو کی دم۔ جو آپ کے سامنے پڑی ہے۔ یہ ٹکڑا اس کے کوٹ کی جیب میں پھٹے ہوئے استر کے ساتھ لگا ہوا تھا!"

پُر اسرار حسینہ

اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔

سٹوارٹ نے پاس جا کر ریسیور ہاتھ میں لے لیا اور بولا۔

"ہاں جی... میں ہوں ڈاکٹر سٹوارٹ... کیا؟... ہاں یہیں ہیں۔ انسپکٹر ڈنبر یہ مکان پر ہیں۔ ٹھہریئے ان کو بلاتا ہوں۔"

اس نے ریسیور ڈنبر کو دے دیا۔ جو نام سُن کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اور کہا "لیجئے۔ سکاٹ لینڈ یارڈ سے سارجنٹ سادربی آپ کو بلا رہے ہیں۔"

"ہلو" ڈنبر نے فون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ "کون سادربی؟ ہاں... مجھے تو یہاں آئے بہت دیر نہیں ہوئی۔ کیا؟... میکس!... پھر کہنا میکس؟ اوہ... آخر معاملہ کیا ہے؟ مگر تمہیں اس کا نمبر ٹھیک یاد ہے؟... ۴۹۶۸۵ اسی کا نمبر تھا؟... غریب بے چارہ۔ ناحق مارا گیا... در اصل اسکو ہمارے ساتھ مل کر کام کرنا چاہئے تھا۔ مگر اس کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ اوروں سے الگ رہ کر کام کرتا تھا... اچھا ٹھیرو۔ میں بھی آتا ہوں... ٹیکسی مل جائے گی... پر سنو سادربی۔ سنتے ہو؟ معاملہ بچھو ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ سونے کا ٹکڑہ جو لاش کی جیب میں پایا گیا تھا۔ ناگ پھنی کی ڈنڈی نہیں۔ سنہری بچھو کی دم ہے!"

وہ ٹیلیفون رکھ کر سٹوارٹ کی طرف مڑا جو ان بے جوڑ لفظوں کو گہری دلچسپی سے سُن رہا تھا۔ ڈنبر نے اپنا کھلا ہاتھ زور سے میز پر مارا اور کہنے لگا۔

"ڈاکٹر سٹوارٹ۔ غضب ہو گیا۔ ہم سوتے رہ گئے۔ پیرس کی خفیہ پولیس کا نامی جاسوس گیسٹن میکس ایک مہینہ سے لندن میں تحقیقات کر رہا تھا اور ہمیں خبر تک نہ تھی!"

"گیسٹن میکس!" سٹوارٹ نے چونک کر پوچھا "کیا اس جگہ لندن آیا ہوا تھا؟"

تحقیقات جرم کے ماہر کی حیثیت میں وہ اس مشہور فرانسیسی سے اچھی طرح واقف تھا جس نے اپنے حیرت خیز مادہ تحقیق کے لئے ہر حصہ یورپ میں شہرت حاصل کر لی تھی۔ اس نام کو سُن کر وہ میز پر رکھے ہوئے سونے کے عجیب ٹکڑے کو اور بھی حیرت و دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

"افسوس! افسوس!" ڈنبر ہاتھ ملکر کہہ رہا تھا "یہ اسکی آخری کوشش تھی۔ معلوم ہو گیا جو جو ہینو ورہول سے برآمد ہوئی۔ اسی کی تھی۔"

"وہ لاش گیسٹن میکس کی ثابت ہوئی ہے؟"

"ابھی ابھی پیرس سے تار آیا ہے کہ سیکس کی رپورٹوں کا سلسلہ ایک ہفتہ سے رکا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے وہ سر فرینک نارگوم کی پراسرار موت کی تحقیقات کرنے لندن آیا تھا۔ مگر ہمیں خبر تک نہ تھی۔ مدت گذری میں نے سیکس سے یہ بات کہی تھی کہ تم سب جدا جدا کر تحقیقات کرتے تو ہو۔ پر یاد رکھنا کبھی اس کام میں ضرور دھوکا کھاؤ گے۔ آج وہی بات پیش آئی۔ پیرس سے تفصیل آ گئی۔ نشان اسی کا ہے۔ نمبر اور نام بھی اسی کا ہے۔ بے شک مقتول کی صورت پہچانی نہیں جا سکتی۔ مگر جی۔ ایم کے حروف اور ۹۶۸۵ م کا نمبر اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ لاش اس کی ہے۔ خیر میں جاتا ہوں۔ کیا آپ بھی میرے ساتھ چلیئے گا؟"

"میں ایک مریض کا انتظار کر رہا ہوں۔" سٹوارٹ نے جواب دیا۔ "ار... ایک خاص مریض کا۔ اس لئے معاف کیجئے۔ مگر اس عجیب معاملہ کے حالات کی خبر ضرور دیتے رہیئے۔"

"میں کبھی آپ کو ساتھ چلنے کے لئے نہ کہتا۔ اگر آپ کی موجودگی کی اشد ضرورت نہ ہوتی۔ درحقیقت اس کھیچڑ والے معاملہ کی تہ میں کسی بڑے زبردست مجرم کا ہاتھ ہے۔ جو کسی نامعلوم مگر بے خطا زہر سے لوگوں کو ہلاک کرتا ہے۔ یوں تو اس سے پہلے بھی میں کئی بار آپ سے مدد لینے کو حاضر ہوا ہوں۔ پر آج خصوصیت سے صاحب کمشنر نے مجھے آپ کے پاس بھیجا تھا۔ ان کا حکم ہے کہ اگر آپ پسند کریں تو اطلاع ثانی تک اپنی خدمات کو ہمارے محکمہ کے حوالہ کر دیں۔"

"میں اس قدر دانی اور عزت افزائی کے لئے ممنون ہوں۔" [illegible] جواب دیا۔ "مگر انسپکٹر ڈنبر۔ میں آخر ایک گمنام دیہاتی ڈاکٹر ہوں۔ اپنی نااہلیت کا حال [illegible] نہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مشہور اطبا کے مقابلہ میں میری ہستی کوئی وقعت [illegible] کہاں نہیں آپ لوگ اپر ومپول سٹریٹ کے ڈاکٹر ہیلس اور ان سے معاملہ طے کر [illegible] شہرت رکھتے ہیں۔"

[illegible] اس کے ساتھ سب سے زیادہ حماقت بھی۔" ڈنبر نے طنز سے کہ لیا!

اس بات پر متفق ہیں کہ سر فرینک نارکوم کو زہر دیا گیا۔ مگر آپ کے مشہور ڈاکٹر صاحب ان کی موت
کو اب بھی عارضہ قلب سے منسوب کرتے ہیں۔"

"مجھ کو معلوم ہے۔ وہ اس موت کا سبب ورم ابواب القلب کو قرار دیتے تھے۔ کیا
عجب ان کا خیال صحیح ہو۔"

"اگر ان کا خیال صحیح تھا" ڈنبر نے سونے کا عجیب الوضع ٹکڑا میز سے اٹھا کر دکھاتے ہوئے
کہا۔ "تو آپ ہی کہئے گیسٹن میکس اس چیز کو لیکر کیا کر رہا تھا؟"

"ممکن ہے میکس کی تحقیقات اور سر فرینک نارکوم کی ہلاکت کا آپس میں کوئی تعلق
نہ ہو۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں زبردست تعلق ہو۔ مگر اس فروعی بحث سے قطع نظر آپ میرے
اس سوال کا صاف صاف جواب دیجئے کیا اس مقدمہ میں آپ کو اپنی خدمات محکمہ کے حوالہ
کرنے میں اعتراض ہے؟"

"بالکل نہیں میں شوق سے تیار ہوں۔"

"حق المحنت کا فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ بہرحال میں خط کے ذریعہ یا پھر کسی وقت آپ
سے مل کر اس معاملہ کو طے کر دوں گا۔"

ڈنبر نے بچھو کی دم کا ٹکڑا اسی پتلے کاغذ میں لپیٹ لیا۔ اور اسے اپنی نوٹ بک میں
رکھنا چاہتا تھا کہ دفعتاً کچھ سوچ کر بولا۔

میرے خیال میں اسے آپ ہی اپنے پاس رکھیں تو بہتر ہے۔ فرصت میں غور کرنے کا
موقعہ مل جائے گا۔ مجھے یقین ہے آپ اس کو سنبھال کر رکھیں گے۔"

"ہاں ہاں اطمینان رکھئے۔ اس کی نقاشی باریک ہے میں آتشی شیشہ کی مدد سے غور
دیکھوں گا۔"

ڈنبر نے پڑیا کھول کر وہی ٹکڑا ڈاکٹر سٹوارٹ کے حوالہ کر دیا۔

دراز کھول کر جس میں اپنی چیک بک اور دوسری قیمتی چیزیں رکھا کرتا تھا۔ اس میں باحتیاط رکھا پھر دراز کو اسی طرح مقفل کر دیا۔

سٹوارٹ کی بے چینی اب تک رفع نہ ہوئی تھی کہنے لگا۔ "چلئے اڈہ تک چھوڑ آؤں" دونو ایک ساتھ کمرہ سے رخصت ہوئے اور دروازہ پھیرتے ہوئے سٹوارٹ نے برقی لمپ گل کر دیے۔

ان کو رخصت ہوئے دو ہی منٹ گذرے تھے کہ ایک شاندار موٹر دروازہ کے سامنے ٹھہری۔ اس کے تھوڑی دیر بعد مسز سیگریگر ایک خاتون کو ساتھ لے" اس کمرہ میں داخل ہوئی جس سے ڈنبر اور سٹوارٹ ابھی ابھی رخصت ہوئے تھے۔ اور آتے ہی برقی لمپ جلا دیے۔

پھر اس عورت سے مخاطب ہو کر کسی قدر سرد مہری سے کہنے لگی "مس دوریاں ڈاکٹر صاحب ابھی باہر گئے ہیں۔ افسوس آپ ایسے وقت تشریف لاتی ہیں۔ جب وہ نہیں ملتے مگر میرا خیال ہے وہ اب واپس آتے ہی ہوں گے۔"

جس نازنین سے مخاطب ہو کر یہ الفاظ کہے گئے وہ فی الحقیقت ایسی ہی خوش جمال تھی کہ اسے دیکھ کر مسز سیگریگر ایسی سن رسیدہ اور دور اندیش عورت کے دل میں کئی طرح کے اندیشے پیدا ہوتے۔ مشرق کی نازکی اور مغرب کی دلفریبی اگر کہیں یکجا ہو سکتی ہے۔ تو اس پرُبہار حسینہ کی ذات میں تھی۔ خط و خال یورپی تھے۔ مگر حسن پنہاں مشرقی۔ آنکھیں مصری خوبصورتی کا بہترین نمونہ تھیں اور لمبے سیاہ بال جنہیں وسطی مانگ نکال کر سادہ طریق پر آراستہ کیا ہوا تھا۔ ہندوستانی دلفریبیوں کی یاد تازہ کرتے تھے۔ ایک خوشنما قدرتی چمک ان کی شان دلاویزی کو نمایاں کرتی اور تیز جھلملی روشنی میں ان کی رنگت تانبہ کی طرح دمکتی تھی۔

گلے میں ارغوانی مخمل کا لبادہ۔ اس پر بیش بہا قاقم کا دوہرا کالر اور باندھنے کو سنہری تکمے لگے۔ نیچے سپید و سنہری لباس نہایت خوش قطع۔ اور کمر میں مشرقی وضع کی مرصع پیٹی سپید جرابوں اور مدھے پہنے بوٹوں میں اس کے خوشنما چھوٹے پاؤں اور

"میں آپ کی عنایت کا پھر شکریہ ادا کرتی ہوں"

مسز سیگر نے اس کا فرحال حسینہ کی طرف جو آرام کرسی پر بیٹھی ہوئی - کسی ملکہ دولان کی شان وقار رکھتی تھی۔ وہ الپسین نظروں سے دیکھا - پھر رخصت ہو گئی۔ میڈموازل ڈوریاں تھوڑی دیر ٹھوڑی پر ہاتھ کا سہارا دیئے کہنی کو آرام کرسی کے بازو پر ٹیکے اس دھوئیں کی طرف دیکھتی رہی - جو آتش دان میں آہستہ آہستہ اٹھنے لگا تھا حتیٰ کہ مسز سیگر کے ہٹتے ہوئے قدموں کی چاپ بہت دور جا کر مدھم ہو گئی۔

دفعتاً وہ اٹھی اور دستی بیگ سے کنجیوں کا چھوٹا سا گچھا نکال کر کسی غیر معمولی آواز کو سننے کے لیے کان لگا کر کھڑی ہو گئی - پھر تیز چلتی ہوئی کمرے کے دوسرے سرے پر گئی اور لبادہ اتار کر اس کرسی کی پیٹھ پر رکھ دیا - جو میز کے پاس رکھی ہوئی تھی - اس کے خوشنما چھریرے بدن پر ہلکا سنہری لباس کتنا سجتا تھا - میز پر جھک کر اس نے تین کنجیوں کو باری باری اس دراز کے قفل میں لگایا جس کے اندر ڈاکٹر سٹوارٹ کی چیک بک رہا کرتی تھی - اور جس میں تھوڑی دیر پہلے اس نے سراغرسان ڈنبر کا دیا ہوا پراسرار سونے کا ٹکڑا رکھا تھا - تیسری کنجی ٹھیک بیٹھی اور دراز کھل گئی - میڈموازل ڈوریاں نے پہلے چیک بک نکالی - پھر ایک چھوٹی سی یادداشت کی کتاب - پھر اس کے نیچے سے ایک بڑا سا لفافہ برآمد کیا - جس پر سرخ لاکھ کی مہر لگی ہوئی اور عنوان پر سٹوارٹ کے ہاتھ سے یہ پتہ لکھا ہوا تھا -

دفتر مال گم گشتہ

(لاسٹ پراپرٹی آفس)

میٹروپولیٹن پولیس

نیو سکاٹلینڈ یارڈ - ایس - ڈبلیو - ۱

اسے دیکھ کر اس کے منہ سے مدھم پر جوش آواز نکلی - پھر اس دراز کو بند کیا چاہتی

تھی۔ کہ برقی روشنی میں وہ چھوٹا سا پراسرار سنہری ٹکڑا جسے ڈاکٹر سٹوارٹ نے انسپکٹر ڈنبر سے لیکر بجنسہ میز کے خانہ میں رکھ دیا تھا چمکتا ہوا نظر آیا۔ وہ اسے دیکھکر حیران و ششدر رہ گئی۔ پھر ہاتھ میں لیکر تھوڑی دیر تصویر حیرت بنی ہوئی اسکی طرف دیکھتی رہی۔ ایک لمحہ اس نے تامل کیا۔ پھر سونے کا وہ پراسرار ٹکڑا اور بند لفافہ دونو کو میز کے سرے پر رکھ کر ٹیلیفون کا چونگا ہاتھ میں لے لیا۔ اور نگاہ کمرہ کے بند دروازہ پر جماتے ہوئے نمبر ۵۱۲ ۸۹ ایسٹ سے گفتگو کی خواہش کی۔ جس وقت تک کہ مرکزی دفتر اس تعلق کو قائم کر رہا تھا۔ وہ حالت اضطراب میں سنتی اور دروازہ کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر آواز دبا کر ٹیلیفون کے دہانہ میں بولنے لگی۔

"ہاں جی۔۔ مسکہ بولتی ہے۔ سنئے نئی کنجیوں میں سے ایک بیٹھ گئی۔ لفافہ ملا مگر اسی دراز میں لفافہ کے پاس ایک ٹوٹا ہوا سنہری بچھو رکھا ہے۔۔۔ ہاں ٹوٹا ہوا۔۔۔ شاید وہی ہوگا جو اس کے پاس تھا۔" اس کا اضطراب ہر لحظہ ترقی پر تھا۔"اسکو بھی لے آؤں کیا؟ لفافہ بڑا ہے۔ میں نہیں جانتی۔۔۔"

دفعتاً مکان سے باہر کسی مقام پر ایک ہلکی دبی ہوئی آواز سنائی دی۔۔۔ ویسی ہی جو ایک رات پہلے سٹوارٹ نے سنی تھی۔ مگر جس کا حال وہ اپنے مضمون میں قلمبند کرنا بھول گیا تھا۔

"آہ!" قمر طلعت حسینہ نے گھبرا کر کہا۔" اشارہ ہو گیا۔ میرے خیال میں ڈاکٹر آرہا ہے" وہ شوق مجسم بنی ہوئی اس آواز کو سن رہی تھی۔ جو ٹیلیفون کے دوسری جانب باتیں کرتی تھی۔ "ہاں۔ ہاں"

آنکھوں کو بدستور بند دروازہ پر لگائے اس نے چونگے کو وہیں رکھ دیا۔ اور لمبا لفافہ ہاتھ میں لیکر ایک ثانیہ چپ رہی۔ باہر سے پاؤں کی چاپ قریب تر آرہی تھی اسے سن کر مسٹیڈ موازل ڈوریلی کا اضطراب بڑھنے لگا۔ اس نے لفافہ کو دستہ

میں ٹھونسنے کی کوشش کی۔ مگر وہ اتنا بڑا تھا کہ اس میں چلا بھی جاتا تو چھپا نہ رہ سکتا۔ پھر دوڑ کر آتشدان کے پاس گئی۔ اور لفافہ کو سلگتی آگ میں ڈال دیا۔ مگر اس حرکت سے لوہے کی سلاخ جو آتشدان کے پاس رکھی ہوئی تھی ٹن سے فرش زمین پر گر پڑی۔

وہ اسی طرح دوڑ کر پھر میز کے پاس گئی۔ ٹوٹا ہوا زیور ہاتھ میں لے لیا۔ اور اس کو دراز میں رکھا چاہتی تھی۔ کہ دروازہ کھلا اور ڈاکٹر سٹوارٹ داخل ہوا!

بند لفافہ

"میڈموزل ڈوریاں!"

سٹوارٹ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اور وہ تبسم زا مصافحہ کو ہاتھ پھیلائے اسکی طرف بڑھا۔ مگر یہ اسے دیکھ کر پر خوف انداز سے پیچھے کی طرف میز پر جھک گئی۔ یکایک ڈاکٹر کی نظر کھلی ہوئی دراز پر پڑی۔ وہ رک گیا۔ ایک ثانیہ میں اس کی مسرت حیرت و خوف سے بدل گئی لڑکی نے اسکی نگاہیں پڑتی ہوئی تھرا اور حسرت دیکھی تو پتلی نازک انگلیاں انداز تشنج سے میز کے سرے پر کس گئیں۔ گلابی رنگت پیلی پڑ گئی۔ آنکھوں سے خوف و ندامت کا اظہار ہونے لگا۔

"آہ۔ میڈموزل ڈوریاں" سٹوارٹ نے رنج کے تلخ لہجہ میں کہا "شاید میں حسن اتفاق سے وقت پر آ پہنچا"

اسے آگے تنتے دیکھ کر وہ شرارت خوف سے کانپنے لگی مرتی ہوئی آواز میں صرف ایک لفظ نکلا "اوہ!"

"مجھے معلوم ہوا کیوں تم نے ایک گمنام طبیب کو اپنے معالجہ کے لئے منتخب کیا۔ لیکن مرض کی تشخیص زیادہ سہل ہوتی اگر شروع میں ہی اس کی علامات کو اس چیز سے منسوب کیا

جاتی

جا سکتا..." وہ ایک ثانیہ کے لئے چپ ہو گیا "جو تم نے میز سے نکالی ہے خیر جو کچھ تم نے چرایا ہے دے دو اور اطمینان سے پولیس کی آمد کا انتظار کرو۔"

اپنے دلکش خواب راحت سے بیدار ہونے پر ڈاکٹر سٹوارٹ کی محبت نفرت اور بے رحمی سے بدل گئی۔ افسوس! یہ اس کے افسانہ عشق کا انجام تھا! جسے وہ شہزادی [illegible] امیر ابن امیر کی بیٹی سمجھے ہوئے تھا جس کی نسبت اس کا خیال تھا کہ شاید میری کشش [illegible] بھیس بدل کر مریضہ کے بہانے یہاں لائی ہے... کون نکلی؟ ادنےٰ اور ذلیل چھوٹی عورت [illegible]

میڈموازل [illegible] کی آنکھوں سے وحشت برستی تھی۔ روندھی ہو کر کہنے لگی۔

"جانے دو... مجھ کو چلا جانے دو۔ قسم کھاتی ہوں۔ میں نے آپ کی کوئی [illegible] نہیں لی۔"

"منتیں بے کار۔ التجائیں بے سود ہیں۔ میرا پتھر دل اب ان باتوں سے متاثر نہ [illegible] سچ کہو۔ تم نے کیا چیز لی ہے؟"

"کچھ نہیں۔ دیکھئے۔ کچھ نہیں" اس نے سونے کا وہ ٹکڑا جو بچھو کی دم سے مشابہ تھا [illegible] پر ڈالتے ہوئے کہا "میں فقط اس کو دیکھ رہی تھی۔ کسی شے کو چرانا منظور نہ تھا۔"

میڈموازل [illegible] کی طرف جانسوز نظروں سے دیکھا۔ اور ان برق پاش آنکھوں نے آن واحد میں سٹوارٹ کے استقلال کو متزلزل کر دیا۔ مگر ذرا ارادہ دیلوں کی آڑ تلاش کرتا ہے۔ خیال آیا۔ یقیناً اس نے اس پارہ زر کو چرانے کے لئے میرے گھر میں آمد و رفت شروع کی ہو گی۔ کیونکہ پہلی بار آئی تو یہ چیز میرے یہاں موجود ہی نہ تھی۔ وہ سخت حیران مگر اس کے ساتھ بے حد افسردہ و ملول تھا۔

"دراز بند تھی" اس نے آخرکار کہا "تم نے کیسے کھولی؟"

"ایک کنجی سے... دیکھئے یہ ہے۔"

اس نے میز پر رکھا ہوا کنجیوں کا گچھا اٹھا کر جیسے ہی سے وہ کنجی

کے قفل میں بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ زور زور سے کانپ رہے تھے۔

"یہ کنجی تم نے کہاں سے لی اور کیوں اس سے میری دراز کو کھولا؟"

میڈموازل ڈوریاں کے خوشنما ہونٹ تھرتھرا رہے تھے۔ اور آنکھوں میں غم کی وہ گہری جھلک تھی جسے دیکھ کر سٹوارٹ اس غصہ میں بھی بے قرار ہوا جاتا تھا۔ کہنے لگی

"بتا دوں۔ تو کیا چھوڑ دو گے؟"

"میں وعدہ نہیں کرتا۔ کسی بات کا وعدہ نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ حالات دیکھنے کے بعد اب تمہاری باتوں پر یقین نہیں رہا۔ تم نے جھوٹے بہانوں سے میرا اعتماد حاصل کیا۔ شاید اب پھر چاہتی ہو کہ جھوٹ بول کر مجھے اس چوری ... ادنے چوری کو نظر انداز کرنے پر آمادہ کر لو۔ آف۔ خداوندا" اس نے جوش سے دونوں مٹھیاں کستے ہوئے کہا "یقین نہیں آتا کہ ایسی بھولی اور متین صورت اپنی تہ میں اتنے ادنے خیالات رکھ سکتی ہے!"

وہ اس کے سخت لفظوں سے تیورا گئی۔ مگر فوراً سنبھل کر سٹوارٹ کی طرف جو افسوس سے منہ پھیرے کھڑا تھا۔ التجائی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"خدا کے لئے میری بات سن لو" اس نے گھبرائی ہوئی آواز سے کہا "پہلے بے شک میں نے جھوٹ بولا تھا ..."

"مگر اب ...؟"

"اب سچا حال کہتی ہوں ..."

"کیا چوری کا ہونا مانتی ہو؟"

"آہ۔ تم کتنے بے رحم ہو۔ تمہارے دل میں ذرا درد نہیں۔ تم میری حالت کا اندازہ اپنے ملک کی عورتوں سے کرتے ہو۔ مگر نہیں جانتے کہ میں اس کام کے لئے مجبور تھی۔ مشرق میں عورت کو مرد کے تابع فرمان ہو کر رہنا پڑتا ہے۔ وہ ایک بے کس ہستی ہے جس کی رضا مندی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔"

"بے کس!" اسٹوارٹ نے حقارت سے کہا۔ "مشرق کی بے کس عورتوں سے تمہاری مشابہت بہت کم ہے۔ مانا تم اپنی رگوں میں مشرق کا خون رکھتی ہو۔ مگر تم نے تعلیم حاصل کی ہے۔ تم کئی زبانیں جانتی ہو۔ تم نے دنیا دیکھی ہوئی ہے۔ کیسے ممکن ہوا کہ اس موٹے سوال پر نیکی اور بدی میں تمیز نہ کر سکیں جس کا احساس ایک جاہل وحشی کو بھی ہوتا ہے۔"

"ایسی بھی حالتیں ممکن ہیں۔ جب آدمی احساس رکھتا ہوا مجبور ہو جاتا ہے۔"

سٹوارٹ نے بے صبری کا اشارہ کیا

"اس بناوٹ سے تم شاید میری ہمدردی اکسانے کی کوشش کرتی ہو۔" اس نے تلخ لہجہ میں کہا۔ "مگر یاد رکھو میرا دل ان بہانوں سے کبھی متاثر نہ ہوگا۔ اب تک تم نے کوئی کام کی بات نہیں کہی۔ اس لئے میں اور عذرات سننا نہیں چاہتا۔ اس صدمۂ عظیم سے قطع نظر جو تمہارے اخلاق کو عریاں دیکھ کر میرے دل کو ہوا ہے۔ سخت حیران ہوں کہ اس مکان کو اپنی کوشش کا مرکز بنانے سے تمہارا مدعا کیا تھا؟ میں ایک غریب آدمی جس کے پاس نہ دولت ہے نہ ورثہ کی امید جس کے گھر کا سارا سامان سربازار فروخت کیا جائے تو چند سو پونڈ سے زیادہ کا نہیں ہو سکتا۔ اور تم ... ایسے فاخرانہ لباس میں ملبوس ایسی شاندار موٹر کی مالک ... آخر کیا بات تھی کہ تم نے آزادی کی پروا نہ کر کے رسوائی اور قید سے نہ ڈر کر۔ میرے مکان میں چوری کی کوشش کی؟ سچ کہو تم نے اس دراز سے کیا لیا ہے؟"

وہ میز سے پیٹھ لگا کر کھڑی ہو گئی۔ سونے کا ٹوٹا ہوا ٹکڑا ہاتھ میں تھا۔ اور وہ اس کو دیکھتی ہوئی بے چینی سے الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ لمبی پلکیں آنکھوں پر جھکی ہوئی اور زرد رخساروں پر ہلکی سرخی کا نشان پھر نمودار ہو گیا تھا۔ سٹوارٹ نے اس کے چہرہ کو غور و تجسس سے دیکھا۔ اس خوشنما چہرہ کو جس کی کشش اب بھی اس کے دل کو بے چین کر رہی تھی۔ اور جسے دیکھ کر وہ محسوس کرتا تھا کہ اس ملکۂ حسن و جمال کے عیبوں سے واقف ہو کر بھی میں اسے حوالہ پولیس کرنے کی جرأت نہ کر سکوں گا۔ اس کی حیرت ہر لحظہ ترقی کر رہی تھی

یکایک اس کو شب گذشتہ کے پراسرار واقعہ کا خیال آیا۔

"تم میری باتوں کا جواب نہیں دیتی ہو۔" اس نے کہا۔ "اچھا ٹھیرو میں ایک اور سوال پوچھتا ہوں۔ کیا اس سے پہلے بھی تم نے میری دراز کھولنے کی کوشش کی؟"

میڈموازل ڈوریاں نے اس کی طرف تیز نظروں سے دیکھا۔ اس کے رخساروں کی زردی اسیب کی شگفتگی سے بدلتی جا رہی تھی۔

"دوبارہ" اس نے جواب دیا۔ "مگر کھول نہ سکی"

"آہ۔ کیا تمہارے سوا کسی اور نے بھی کوشش کی تھی؟"

اس سوال پر رخ تاباں کی سرخی پھر کافور ہو گئی۔ اور وہ پرخوف کھلی آنکھوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

"کسی اور نے؟" اس کے منہ سے مری ہوئی آواز میں نکلا۔

"ہاں کسی اور نے کسی مرد نے جس کے چہرہ پر گردن تک نقاب تھی؟"

"اوہ!" اس نے دونوں ہاتھ التجائی انداز سے جوڑ کر پھیلاتے ہوئے کہا۔ "اس کا حال مجھ سے نہ پوچھئے... میں اس کا جواب نہیں دے سکتی۔ نہیں دے سکتی!"

"تمہارے انکار نے میرے سوال کا جواب دے دیا" سٹوارٹ نے ایسی آواز میں جو اس کے عام لہجہ سے غیر مشابہ تھی کہا "اور واقعہ یہ ہے کہ اب وہ غصہ جو اس قمر طلعت حسینہ کو چوری کی کوشش کرتے دیکھ کر پیدا ہوا تھا خوف آمیز حیرت میں بدلا جا رہا تھا۔

میڈموازل ڈوریاں کا راز کھل گیا۔ مگر اس کی جگہ ایک بہت گہرے خوفناک راز نے لے لی جو پہلے سے بہت مشکل اور پرپیچ تھا۔ معلوم ہوا وہ نظارہ جو کل رات دیکھا۔ ایک ہیبت ناک خواب نہیں۔ امر واقعہ تھا۔ یہ عورت یقیناً اس مرد نقاب پوش سے ملی ہوئی... شاید اس کی مددگار تھی۔ اور مختلف اوقات میں اس مکان پر ان دونوں کی آمد کسی ادنے چوری کے لئے نہیں۔ اس سے زیادہ پراسرار اور خوفناک مقصد کے لئے ہوگی۔ وہ بات جو پہلی نظر

میں حقیر و مبتذل معلوم ہوئی تھی اب ایک وسیع و حیرت خیز سازش کی صورت اختیار کرنے لگی۔

"کیا سنہری بچھو کا اس واقعہ سے کچھ تعلق ہے ؟" اس نے یکا یک سوال کیا۔

اور اس کا جواب پر اسرار حسینہ کی آنکھوں کے انداز سے مل گیا جس طرح چوری کا الزام عائد ہونے پر گھبرائی تھی۔ اسی طرح پھر بدحواس ہوگئی۔ مگر سٹوارٹ نے اوسان بحال کرنے کی مہلت نہ دے کر بے رحمی سے سلسلہ سوالات جاری رکھا۔

"معلوم ہوتا ہے۔ سر فرنیک نارکوم کی موت میں بھی تمہارا ہاتھ تھا؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔ یہ غلط ہے۔" نازنین نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ اور اسکی خوشنما آنکھیں غصہ سے بگمگا گئیں۔ "سر فرنیک نارکوم اب بھی ..."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ لب زیریں پھر متحرک ہوگیا تھا۔ مگر اس نے ضبط اضطراب کے لئے اسکو دانتوں سے دبا لیا۔

"ہاں۔ سر فرنیک نارکوم اب بھی ... ؟" سٹوارٹ نے اس خیال سے کہ کوئی اہم راز واضح ہوا چاہتا ہے تحریک کی۔

"نہیں۔ مجھے اس آدمی۔ سر فرنیک نارکوم کا حال بالکل معلوم نہیں۔"

سٹوارٹ نے ہلکا خوفناک قہقہہ لگایا۔

"یہ بات تو نہیں ہے کہ تم لوگ مجھے بھی اس نامی جراح کے ہمرکاب بھیجنے کی تیاری کر رہے ہو؟" اس نے طنز سے پوچھا۔

اس سوال نے میڈموازل لڈریاں پر خلاف امید اثر پیدا کیا۔ نازک زرنگار ہاتھوں کو اس کے کندھوں پر رکھ کر اس کے سامنے سیدھی کھڑی ہوگئی۔ حتےٰ کہ اب سٹوارٹ کی آنکھیں ان سحر آلود مشرقی آنکھوں سے ملی ہوئی تھیں۔

دونو ہاتھوں کو اس کے شانوں پر انداز تشنج سے دباتے ہوئے وہ ہلکی دبی ہوئی آواز سے کہنے لگی "اگر میں قسم کھاؤں کہ سچا حال کہوں گی تو ... مانو گے ؟"

سٹوارٹ کا استقلال سلب ہوگیا۔ متوالی آنکھوں نے دماغ میں وہ نشہ پیدا کر دیا۔ جو تیز شراب سے ممکن نہ ہوتا۔

"شاید" اس نے غیر یقینی لہجہ میں کہا۔

"تو سنو۔ اب تم خطرہ میں ہو۔ پہلے نہیں تھے۔ مگر اب ہو۔ میں سچ کہتی ہوں۔ آئندہ جہاں تک ممکن ہو اپنی جان کی حفاظت کرنا۔ یہ میں فقط تمہاری بہتری کے لئے کہتی ہوں۔ مجھ سے تم جو سلوک کرنا چاہتے ہو۔ کرو مجھے پروا نہیں۔ تم نے میرے یہاں آنے کی وجہ پوچھی تھی وہ بھی میں بیان کرتی ہوں۔ میں وہ چیز لینے آئی تھی جو اس لمبے لفافہ میں بند ہے۔ دیکھ لو۔ وہ ہے۔ میں اسے چھپا نہ سکی۔ اب آگ میں پڑا سلگ رہا ہے۔"

سٹوارٹ نے مڑ کر آتشدان کی طرف دیکھا۔ بھورے رنگ کے دھوئیں کی پتلی لکیر اس مقام سے جہاں وہ لفافہ کوئلوں پر پڑا تھا۔ اوپر کی طرف اٹھتی نظر آئی۔ آگ مشتعل ہوتی تو کبھی کا جل کر راکھ ہو جاتا۔ مگر کجلائے ہوئے کوئلوں پر اب تک پڑا۔ سلگ رہا تھا۔ سٹوارٹ کی حیرت اور بڑھی۔ اسے قطعاً معلوم نہ تھا۔ اس لفافہ میں کیا چیز ہے۔ صحیح راز معلوم کرنے کے خیال سے وہ آتشدان کی طرف دوڑا اور ادھ جلے لفافہ کو جلدی سے اٹھا کر ہاتھ میں لے لیا۔

میڈموازل ڈوریاں نے جب دیکھا۔ کہ اسکی توجہ لفافہ پر لگ گئی ہے۔ تو اس نے موقعہ کو غنیمت جانا۔ جدھر وہ گیا تھا۔ اس طرف ایک تیز نظر ڈالکر جلدی سے ایک ہاتھ میں لبادہ اور دوسرے میں کنجیاں اور بیگ لیکر آہوئے رم کردہ کی تیزی سے باہر کی طرف دوڑی۔ سٹوارٹ نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی تو پیچھے مڑا۔ نیم سوختہ لفافہ میز پر رکھ دیا۔ اور اس کے تعاقب میں دوڑا۔

مگر اس شوخ حسینہ نے باہر نکلتے ہی دروازہ مقفل کر دیا تھا۔ ڈاکٹر سٹوارٹ اپنے ہی کمرہ میں قیدی کی طرح بے بس ہو کر رہ گیا۔

"اور ستیاناس" اس نے پریشان ہو کر کہا۔ اور داہنے ہاتھ سے پیشانی تھام لی۔

ایک لمحہ تک وہ حالت یاس میں بند دروازہ کی طرف دیکھتا رہا۔ اتنے میں باہر سے موٹر چلنے کی آواز سنائی دی۔ اس آواز نے اس کے معطل شدہ قویٰ کو تازہ دم کر دیا۔ لمپ بجھا کر کھڑکی کی طرف دوڑا اور پردہ ہٹا۔ پٹ کھول۔ باہر کود پڑا۔ بکھری ہوئی چاندنی میں مختصر باغیچہ اور اس کی اونچی باڑ صاف نظر آتے تھے۔ وہ بے تحاشہ اس سمت میں دوڑا جدھر سے رخصت ہوتی ہوئی موٹر کی آواز اب تک کانوں میں آرہی تھی۔ مگر سڑک پر پہنچنے تک موٹر غائب ہوگئی۔ رستہ حد نگاہ تک خالی تھا۔ مایوس و مغموم مکان کے صدر دروازہ کا رخ کیا۔ اور اسے کھول کر ڈیوڑھی میں قدم رکھا ہی تھا کہ مسز میگریگر اپنے کمرہ سے باہر نکلی۔

ڈاکٹر سٹوارٹ کی طرف حیرت سے دیکھکر کہنے لگی "تعجب ہے میں نے آپ کے مس ڈریاں کے ساتھ باہر جانے کی آواز نہیں سنی۔"

"ممکن ہے۔" سٹوارٹ نے خجالت چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "بہرحال وہ چلی گئی۔"

"مسٹر کیمپل اس رات تم نے غیبی ساز کی پراسرار آواز سنی تھی یا نہیں؟"

"نہیں۔ میں نے اس طرح کی کوئی آواز نہیں سنی" سٹوارٹ نے تنک کر جواب دیا۔ "مگر میرے خیال میں تم اب تھک گئی ہو۔ جاؤ آرام کرو۔ اب کسی ملاقاتی کا انتظار نہیں۔ شب بخیر۔"

مسز میگریگر کا اس جواب سے اطمینان نہ ہوا۔ کچھ اور کہنا چاہتی تھی۔ مگر ڈاکٹر کا انداز خموشی دیکھ کر چپ ہوگئی۔ مختصر طور پر اتنا ہی کہا۔

"شب بخیر۔ مسٹر کیمپل۔" ...ب دیا

سٹوارٹ اپنی بے قراری کو ضبط کرنے سے قاصر۔ تیز چلتا بیٹھک۔ رکرنے کو کہا تھا"

کنجی قفل کے اندر تھی اسے کھول کر داخل ہوا۔ لمپ جلائے۔ اور کھلی کھ

زحمت گوارا نہ کی کہ اس حصہ میں جدھر کھڑکیاں تھیں۔ بڑا پردہ

پا کر وہی ادھ جلا لفافہ ہاتھ میں لے لیا جس کی تلاش میں پہلے مرد نقاب پوش اور اس کے بعد حسین و جمیل مگر انتہا درجے پراسرار میڈ موازل ڈوریان اس کے مکان پر آئے تھے "خاندان میگریگر کے ساز کی آواز" مسز میگریگر کے سوال نے اس کے دل میں اس عجیب و پراسرار دردناک آواز کی یاد تازہ کر دی جو اس نے آدھی رات کو مرد نقاب پوش کا سایہ دیکھنے سے پہلے سنی تھی۔ کیا واقعی یہ کوئی غیبی آواز تھی۔ یا کسی قسم کا اشارہ جو...؟

وہ تھوڑی دیر اس نیم سوختہ لفافہ کو دیکھتا رہا۔ پھر اسے رکھ کر سنہری بچھو کی دم کو اٹھا لیا۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ میز کے کنارہ پر رکھ کر چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔

ہر طرف خاموشی تھی۔ صرف افتادہ سمندر کی لہروں کے شور کی مانند ان کی نیم شبی آوازیں مدھم اور دبی ہوئی کانوں میں آ رہی تھیں۔

"اب تم خطرہ میں ہو۔ پہلے نہیں تھے۔ مگر اب ہو..."

یہ اطلاع کیا سچی تھی؟ کیا اور باتوں کو چھوڑ کر اس ایک بات میں اس نے سچ بولا تھا؟ وہ چونک گیا۔ پھر ہنسنے لگا۔

آتشدان پر رکھے ہوئے کلاک نے آدھ گھنٹہ بجایا۔ اس کے بعد پھر وہی خاموشی چھا گئی۔

باب ۔ ۴

خفیہ پولیس کا دفتر

نیو سکاٹ لینڈ یارڈ[1] میں پہنچا تو چہرہ باطنی جوش سے تمتمایا ہوا تھا۔ دروازہ پر سے اترا اور دوڑتا ہوا اندر گیا۔ اس کا اضطراب اتنا بڑھا ہوا تھا کہ لفٹ کی بجائے زینہ کی راہ سے کمرہ کی طرف ہو لیا۔ دروازہ کے پاس بجلی کا فرشیڈ کا لیمپ جو میز کے عین اوپر چھت سے لٹکا ہوا تھا روشن

---

[1] لندن کا اسکاٹ لینڈ یارڈ ہے پیرس میں اسکو سروس ڈا شورٹی کہتے ہیں۔ ۱۲۰

ہوگیا۔ اس کا کمرہ عام آرائشی اسباب سے معرا اور برہنہ سپید دیواروں پر فقط ایک نہاکر سا بقیہ
کمشنر بہادر کا بھدا سا پنسل نما کسی تصویر کی نمائندگی کر رہا تھا۔ جھلملی بند تھی۔ کمرہ کے وسط
میں ایک بوددار کی بڑی موٹی سی چوڑی صاف میز اس پر ایک بلاٹنگ پیڈ۔ ایک دھات کی بنی ہوئی
دوات۔ چند انگریزی قلم اور ایک ٹیلیفون۔ بس یہی چیزیں عرض و طول فرش کی پہنائی میں
حائل تھیں۔ ڈنبر نے پہلے میز کی طرف دیکھا۔ پھر اس انداز سے کھڑا ہو کر گویا اپنے دل میں
کوئی خاص فیصلہ نہیں کر سکا۔ واسکٹ کی جیب سے پنسل نکالی۔ اور اس سے اپنے چھوٹے
جھبری دار دانتوں کو آہستہ آہستہ بجانے لگا۔ آخر کچھ سوچ کر گھنٹی بجائی۔
آواز سنتے ہی ایک کانسٹیبل حاضر ہوا۔ اور احکام کے انتظار میں دروازہ پر کھڑا
ہوگیا۔

"سارجنٹ ساوربی کو باہر گئے کتنی دیر ہوئی؟" ڈنبر نے پوچھا۔

"جناب کوئی تین گھنٹے ہوگئے۔"

"کیا! تین گھنٹے؟" اس نے حیرت سے سوال کیا۔ "ایک گھنٹہ پہلے تو میں خود صاحب کمشنر
کے دفتر میں یہاں تھا۔۔"

"ہاں پر سارجنٹ ساوربی آپ سے پہلے چلے گئے تھے۔ میں نے خود ان کو جاتے ہوئے
دیکھا تھا۔"

"گئے ہوں گے۔ مگر اس کے بعد پھر یہاں آئے تھے۔ پاؤ گھنٹہ ہوا یہاں سے مجھ کو ٹیلیفون
کر رہے تھے۔"

"یہاں سے!... نہیں نہیں" کانسٹیبل نے بے اعتباری سے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا
"مگر میں کہتا ہوں۔ یہاں سے!" ڈنبر نے جھلا کر کہا۔ "میں نے اسے انتظار کرنے کو کہا تھا"

"بہت اچھا میں ابھی دریافت کر کے حاضر ہوتا ہوں۔"

"ٹھہرو۔ کمشنر صاحب کیا اپنے دفتر میں ہیں؟"

"جی ہاں میرے خیال میں ہیں۔ کم از کم میں نے ان کو باہر جاتے نہیں دیکھا۔"

"اچھا تو جا کر سارجنٹ ساوربی کو تلاش کرو۔ اور کہنا اس جگہ میرا انتظار کرے۔" ڈنبر نے قدرے تلخ لہجہ میں کہا۔

سپاہی کے چلے جانے پر وہ برہنہ غلام گردش سے گذر کر صاحب اسسٹنٹ کمشنر خفیہ پولیس کے کمرہ میں گیا۔ دروازہ بند تھا۔ ڈنبر نے ہلکی دستک دے کر خود ہی کھول لیا اور داخل ہوا۔ مگر یہ کمرہ اس کے اپنے کمرہ سے کتنا مختلف تھا! ڈنبر کا دفتر ہر قسم کے اسباب زینت سے خالی۔ مگر اس کے افسر اعلےٰ کا میزوں۔ الماریوں۔ ڈسکوں۔ دروازوں، شلفوں اور ٹیلی فونوں سے اتنا بھرا ہوا تھا کہ صاحب اسسٹنٹ کمشنر کی پست منحنی صورت کو گدے دار آرام کرسی پر بیٹھا اور تمباکو کے دھوئیں میں چھپا ہوا دیکھنے کے لئے تیز متجسس نگاہ کی ضرورت تھی۔ صاحب موصوف پستہ قامت۔ اکہرے بدن کے۔ کمزور صورت آدمی تھے رنگت سانولی۔ مونچھیں سیاہ مگر آنکھیں برقی مشعل کی طرح جگمگاتی تھیں۔ ان کی شخصیت کا سب سے قابل ذکر حصہ ان کی شیطانی مسکراہٹ تھی۔ جو فقط خلوت میں ان کے لبوں سے رخصت ہوتی۔ دانت بڑے بڑے مگر نہایت سپید۔ اور جلوت میں ان کے زیریں سرے عموماً نظروں کے سامنے رہتے تھے۔ تمباکو نوشی کی عادت ان میں حد انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ دن بھر میں کم و بیش ایک سو بیس مصری سگرٹ پیتے جس کی وجہ سے داہنے ہاتھ کی پہلی دو انگلیوں کے سرے قہوہ کی رنگت اختیار کر چکے تھے۔

ڈنبر کو دیکھکر بے تپاک انداز سے مسکرائے پھر کہنے لگے "سابجیر انسپکٹر تم اچھے وقت آئے ہو۔" یہ کہتے ہوئے تازہ سگرٹ جلایا "آج رات مجھکو غیر معمولی دیر ہو گئی مگر اس سے یہ فائدہ بھی ضرور رہا کہ ایک خبر جو شاید کل صبح ملتی۔ آج ہی مل گئی۔ ایک زرد لفافہ پر ہوئے تمہارے اس کھچڑی کے مقدمہ نے اب اور بھی ناگوار صورت اختیار کر لی ہے"

"مجھے معلوم ہے۔ اور سچ پوچھئے تو اسی لئے حاضر ہوا ہوں۔"

صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے اس کے چہرہ پر تیز متجسس نظر ڈالی۔ پھر پوچھا۔
"یعنی کس لئے؟"
"میکس کی خبر سن کر۔"
صاحب اپنی کرسی پر پیچھے کی طرف جھک گئے۔
"انسپکٹر ڈنبر" انہوں نے کہا۔ "میں جاننا چاہتا ہوں تم نے میکس کے بارہ میں کیا خبر سنی؟"
ڈنبر پریشانی کی حالت میں گھور کر دیکھنے لگا۔
"قریباً آدھا گھنٹہ ہوا ساوربی نے ٹیلیفون پر خبر دی تھی" اس نے جواب دیا۔ "کیا اس نے آپ کی اجازت کے بغیر ایسا کیا؟"
"بالکل میری اجازت کے بغیر۔ اچھا اس نے کیا خبر دی تھی؟"
ڈنبر کی حیرت اور بڑھی۔ کہنے لگا۔ "اس نے کہا تھا دریائی پولیس نے جو لاش کل رات برآمد کی تھی۔ اس کو شناخت کر لیا گیا۔ معلوم ہوا ہے کیپٹن میکس کی لاش تھی۔"
صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے ایک پتلی سلپ ڈنبر کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس پر لکھا تھا:۔
"کیپٹن میکس لندن گیا تھا۔ بچھوا در نارکوم کے سلسلہ میں۔ ۳۰ تاریخ سے اس کی خبریں مسدود ہیں جس سے کئی طرح کے اندیشے پیدا ہو رہے ہیں۔ جی۔ ایم۔ ۴۹۶۸۵ اس کی نشانی ہے۔"
"یہی بات ساوربی نے فون پر مجھ سے کہی تھی" ڈنبر نے مضمون پڑھ کر کہا۔
"عجیب بات ہے۔ نہایت عجیب بات ہے۔" صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے پریشانی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ تار ابھی ابھی خفیہ کوڈ کی صورت میں پیرس سے آیا تھا۔ اور میں نے اس کا ترجمہ اس وقت مکمل کیا۔ جب تم نے دروازہ پر دستک دی ہے۔"
"مگر۔۔۔"

"سنو انسپکٹر۔ اس معاملہ میں اگر یا مگر کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ خفیہ تار دس منٹ ہوئے میرے پاس آیا ہے۔ کوڈ فارم کی وجہ سے رستہ میں کوئی اس کا مضمون نہ جان سکتا تھا۔ اس عرصہ میں کوئی میرے کمرہ میں آیا بھی نہیں۔ اور تم کہتے ہو سارجنٹ ساوربی نے یہی اطلاع آدھا گھنٹہ پہلے تم کو ٹیلیفون پر دی تھی۔"

ڈنبر چپ چاپ اپنے دانتوں کو پنسل سے بجا رہا تھا۔ شدتِ حیرت نے جواب کی طاقت سلب کر دی تھی۔

"بالفرض وہ اطلاع جو تم کو دی گئی غلط ہوتی" صاحب کمشنر نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تو اس کا مطلب یہ سمجھا جاتا کسی نے تم سے مذاق کیا ہے۔ حیرت اس بات کی ہے کہ صحیح واقعہ ظاہر ہو گیا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ساوربی نے کس طرح۔۔۔؟"

"مگر اس کا یقین کیسے ہو کہ جس آدمی نے تم سے فون پر گفتگو کی وہ ساوربی ہی تھا؟ ٹیلیفون پر اکثر آوازیں بدل جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ سارجنٹ ساوربی کے لہجے میں کوئی خصوصیتیں ہیں۔۔۔"

"جن کی نقل آسانی سے کی جا سکتی ہے؟ غالباً یہی آپ کا مطلب ہے"

"ہاں۔ ہاں یہی میرا مطلب ہے۔ مگر اصلی سوال اس سے حل نہیں ہوتا۔ دو باتیں قابل دریافت ہیں۔ ایک کس نے فون پر گفتگو کی؟ دوسرے اس گفتگو کا مدعا کیا تھا؟"

یکایک ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے چونگا اٹھا کر کہا۔

"ہاں۔ کون گفتگو کرنا چاہتا ہے؟۔۔ ڈاکٹر کیپ سٹوارٹ؟ ملا دو۔"

پھر ڈنبر کی طرف مڑ کر۔

"ڈاکٹر سٹوارٹ تم سے کسی اہم معاملہ پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ وہ گفتگو جو ساوربی سے فون پر ہوئی۔ غالباً ڈاکٹر سٹوارٹ ہی کے مکان پر ہوئی تھی؟"

"جی ہاں۔ وہیں"

"تم نے وہ ٹوٹا ہوا سونے کا ٹکڑا اس کو دکھایا؟"

"دکھایا تھا معلوم ہوا سنہری بچھو کی دم ہے"

"آہ!" اسسٹنٹ کمشنر کے لبوں پر وہی شیطانی تبسم نمودار ہوا۔ اور انہوں نے تازہ سگرٹ جلا کر پوچھا "ڈاکٹر سٹوارٹ نے میرے سوال کا جواب دیا؟ کیا اس مقدمہ میں اپنی خدمات ہمیں دے گا؟"

"ہاں جناب دے گا"

ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بجی۔

"سننا صاحب" اسسٹنٹ کمشنر نے کہا "شاید ڈاکٹر سٹوارٹ بلا رہے ہیں"

"ہلو!" ڈنبر نے چونگا اٹھا کر کہا "کون۔ ڈاکٹر سٹوارٹ؟ ... میں ہوں انسپکٹر ڈنبر" وہ تھوڑی دیر چپ چاپ ٹیلی فون کی آواز سنتا رہا۔ پھر بولا۔

"ابھی آؤں کیا؟ ... بہت اچھا۔ آدھے گھنٹے تک پہنچ جاؤں گا"

چونگا رکھ کر۔

"معلوم ہوتا ہے۔ میرے آنے کے فوراً ہی ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر کوئی عجیب واقعہ ظہور میں آیا ہے" اس نے صاحب کمشنر سے کہا "اب میں تفصیل معلوم کرنے جاتا ہوں۔ گمان یہ ہے کہ وہ اطلاع جو فون پر دی گئی مجھے اس کے مکان سے رخصت کرنے کے لئے تھی۔ اس کے ساتھ ہی ..." اس نے بے معنی نظروں سے اس پتلی سلپ کی طرف دیکھنا شروع کیا جو اسسٹنٹ کمشنر نے اس کو دیا تھا۔ پھر بولا "اجازت ہو تو فون پر ایک بات پوچھ لوں۔ جو میرے خیال میں نہایت ضروری ہے۔"

"پوچھ لو۔ پوچھ لو"

ڈنبر نے پھر ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا۔

"بیٹرسی نمبر ۹۹۶" اس نے کہا اور انتظار کرنے لگا۔ پھر تھوڑے توقف سے "بیٹرسی نمبر ۹۹۶ یہی ہے؟" اس نے پوچھا۔ "ڈاکٹر سٹوارٹ ہیں کیا؟ ... آہ۔ آپ ہی ڈاکٹر سٹوارٹ ہیں ... میں ہوں انسپکٹر ڈنبر۔ دو منٹ پہلے کیا آپ ہی نے دفتر میں مجھ کو فون پر بلایا تھا؟ ... بہت اچھا۔ بہت اچھا بس اتنا ہی پوچھنا تھا۔ اب آتا ہوں۔"

"خوب" صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے اس طریقہ تصدیق سے خوش ہو کر کہا۔ "انسپکٹر جب تک سادربی کے نقل کا پتہ نہ چلے۔ اسی طرح کرو۔ میرا دل نہیں مانتا کہ وہ آدمی جس نے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر تم سے فون پر گفتگو کی۔ سادربی تھا۔"

"میرا اپنا یہی خیال ہے۔" ڈنبر نے تسلیم کیا۔ "اور اب میرے دل میں کچھ کچھ خیال بھی پیدا ہونے لگا ہے کہ وہ کون تھا۔ آداب عرض۔ میں اب جاتا ہوں۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کسی اہم معاملہ پر گفتگو کرنے کو بے چین ہیں۔"

اس نے رسمی طور پر تھوڑی دیر اس کانسٹبل کے جواب کا انتظار کیا۔ جو سارجنٹ سادربی کی تلاش کرنے گیا تھا۔ مگر اس نے آکر یہی جواب دیا۔ کہ اسے سکاٹ لینڈ یارڈ سے گئے ٹھیک تین گھنٹے ہو گئے۔ اس کے بعد پھر کسی نے اس کو یارڈ میں نہیں دیکھا۔

ڈنبر نے کرایہ کی موٹر لی اور دوبارہ ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان کو روانہ ہوا۔

باب ۔ ۷

گہرا راز

سٹوارٹ نے خود دروازہ کھول کر ڈنبر کو داخل کیا۔ اور بیٹھک میں آرام کرسی پر بٹھایا۔ آگ

---

[1] کئی مقامات پر ٹیلی فون کا آٹومیٹک طریقہ جو ہندوستان میں رائج ہے۔ ابھی نہیں برتا جاتا یعنی کسی سے گفتگو کرنی ہو تو پہلے مرکزی دفتر کو اس سے رشتہ ملانے کیلئے کہا جاتا ہے۔ اور اسکے بعد گفتگو کا آغاز ہوتا ہے۔ یہاں یہی طریقہ بیان کرنا مطلوب ہے ۱۲۔

بجھ گئی تھی جس سے کمرہ غیر معمولی سرد معلوم ہوتا تھا۔ انسپکٹر کو بٹھا کر سٹوارٹ حالت اضطراب میں کمرہ کے اندر ٹہلنے لگا معلوم ہوتا تھا۔ کوئی غیر معمولی جوش اس کے دل کو بے چین کر رہا ہے۔

"انسپکٹر ڈنبر" اس نے آخر کار کہا۔ "مجھے کے پراسرار مقدمہ کے بارہ میں جو نئی معلومات آپ کے جاننے میں حاصل ہوئی ہے۔ میں حیران ہوں اسے کیونکر بیان کروں۔ آج معلوم ہوا کہ گو میں اس واقعہ سے بے خبر تھا۔ تاہم قریبًا ایک ہفتہ سے نادانستہ اس معاملہ میں حصہ لے رہا ہوں۔"

ڈنبر نے حیرت سے دیکھنا شروع کیا۔ مگر چپ رہا۔

"کوئی پندرہ دن ہوئے" سٹوارٹ نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ایک رات مجھے وسٹ انڈیا گھاٹ پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس روز میری ایک دوست کے ہاں دعوت تھی جو اس گھاٹ میں ٹھیرے ہوئے ایک بہت بڑے جہاز کے افسر اعلیٰ میں۔ دعوت کا اہتمام اس جہاز پر ہی کیا گیا تھا۔ خیال یہ تھا کہ ۱۰ بجے کے قریب جہاز سے رخصت ہو کر ریل کے سٹیشن تک پیدل جاؤں گا۔ اور وہاں سے ٹرین پر سوار ہو کر یہاں آجاؤں گا۔ مگر اتفاق ایسا ہوا کہ محفل آدھی رات تک قائم رہی میرے دوست نے بہت اصرار کیا۔ کہ اب گھر جانے کا وقت نہیں۔ یہیں میری کیبن میں سو رہو۔ مگر میں نے نہیں مانا۔ اور اس خیال سے چلا آیا کہ ٹریم پر یا پیدل گھر پہنچ جاؤں گا۔ لیکن جہاز سے چل کر تھوڑی دور گیا تھا۔ کہ پانی برسنے لگا۔ میری اس وقت کی حالت کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ اس قدر انکار کے بعد واپس جانا مذموم تھا۔ ٹریم کی آمد و رفت شاید تھم گئی تھی۔ بہرحال انتظار بسیار کے باوجود ایک بھی گاڑی نظر نہ آئی۔ اب میں تھا یا ایسٹ اینڈ کے سنسان بازار۔ جہاں ہر قدم پر صدہا خطروں کا سامنا رہتا ہے سگلے میں ...وٹ تک نہیں اور مینہ کہتا تھا آج کے بعد پھر نہ برسوں گا۔

"ناچار اسی حالت میں سر سے پاؤں تک پانی میں شور بور پیدل چلنے لگا۔ لائم ہوس کا زوسے گذر رہا تھا کہ معلوم ہوا اس تاریک اور سنسان گلی میں جو دریا کی طرف جاتی ہے۔ ایک موٹر کے لیمپ روشن ہیں۔ میں انہیں دیکھکر کھڑا ہوگیا۔ اور برستے پانی کی دھندلی چادر سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ خدا جانے یہ کسی کی ذاتی موٹر تھی یا کرایہ کی۔ خیر تحقیق میں کیا برائی تھی میں رستہ چھوڑ اس طرف کو ہولیا۔ پاس جاکر معلوم ہوا کہ کرایہ کی [illegible] ہے اور خالی۔ کیونکہ اس پر سرخ جھنڈی لگی ہوئی اور سیدھی کھڑی تھی

"کیا موٹر کرایہ کے لئے خالی ہے؟" میں نے ڈرائیور سے دریافت کیا۔

"جی ہاں خالی ہی سمجھئے" اس نے قدرے تامل کے بعد جواب دیا۔ "فرمائیے آپ کہاں جائیں گے؟"

"میں نے مکان کا پتہ دے دیا۔ اور اس میں بیٹھکر گھر واپس آیا۔ سارا رستہ پیدل طے کرنا پڑتا تو خدا معلوم کیا حالت ہوتی۔ میں اس آدمی کا اتنا ممنون ہوا کہ کرایہ کے علاوہ انعام بھی دیا۔ اور کہا ذرا دم لے کر تھوڑی سی شراب پیتے جاؤ۔ بارش موسلا دھار تھی۔ گلی بازار میں ہر طرف پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ اور سرد ہوا کپڑوں کے اندر سے جسم کو برماتی ہوئی چل رہی تھی۔ وہ رضامند ہوگیا۔ اور چونکہ آدمی سمجھدار اور تعلیمیافتہ معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے دس پندرہ منٹ گفتگو ہوتی رہی۔

"اس کے بعد وہ چلا گیا۔ اور بات آئی گئی ہوگئی۔ مگر اگلی رات کیا دیکھتا ہوں وہی آدمی ایک مریض کی حیثیت میں میرے سامنے کھڑا ہے۔ اس کے سر میں ضرب شدید آئی ہوئی تھی۔ معلوم ہوا اسکی موٹر کو حادثہ پیش آیا جس میں وہ سر کے بل گر پڑا۔

"میں نے جیسا ضروری تھا مرہم پٹی کردی۔ اس کے بعد جب وہ رخصت ہونے لگا۔ تو ٹھیر کر بولا میں آپ سے ایک عنایت اور چاہتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے اس نے جیب سے ایک لمبا سخت لفافہ برآمد کیا جس پر پتہ وغیرہ کچھ نہ تھا۔ فقط موٹے سرخ

ہندسوں میں لکھا ہوا تھا:۔

۳۰

لفافہ کے دونوں سروں پر کالی لاکھ کی مہریں لگی ہوئی تھیں اور ان پر کچھ عجیب طرح کا نشان تھا
یہ لفافہ پیش کرتے ہوئے اس نے کہا "ایک صاحب آج میری موٹر پر سوار تھے
وہ ہوا اسے بھول گئے۔ اب میرے لئے یہ دریافت کرنا مشکل ہے۔ کہ وہ کون
اور کہاں رہتے ہیں۔ البتہ ان کو موٹر کا نمبر یاد ہو تو ضرور مجھے تلاش کریں گے۔ میرے
خیال میں اس لفافہ کے اندر کوئی قیمتی چیز ہے۔"

"اس صورت میں بہتر ہوگا کہ اس کو سکاٹ لینڈ یارڈ بھیج دو۔" میں نے کہا۔ صحیح طریقہ
یہی ہے۔"

"بے شک صحیح طریقہ یہی ہے" اس نے تسلیم کیا۔ "مگر۔۔ بات یہ ہے کہ اگر اس آدمی
کو یہ لفافہ سکاٹ لینڈ یارڈ سے براہ راست ملا تو میرا انعام بیچ میں رہ جائے گا۔"

میں ہنسا۔ یہ گاڑی والے کتنے حریص ہوتے ہیں۔ ہر بات میں اپنا فائدہ پیش نظر
رہتا ہے۔

"پھر بھی اس لفافہ کو میرے پاس رکھنے سے کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے اعتراض کیا۔
"اس طرح کوئی مجھ غریب پر خیانت کا شبہ نہ کرسکے گا۔" اس نے جواب دیا۔ "جب کبھی
لفافہ کے مالک نے تحقیقات کی۔ میں اسے پیش کر کے انعام لے لوں گا۔ اور میری ایمانداری
کے ضامن آپ ہوں گے۔۔۔ میں آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔ مگر امید ہے آپ اس احسان
سے دریغ نہ کریں گے۔"

"خیر تم جانو۔" میں نے کہا اور اس لفافہ کو ایک اور بڑے لفافہ میں بند کر کے اپنے
پاس رکھ لیا۔ میں نے اوپر کے لفافہ پر لاسٹ پراپرٹی آفس (دفتر مال گم شدہ) کا

لکھا۔ اور اسے میز کے دراز میں ڈال دیا۔ پھر ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا "تمہارے کہنے پر میں نے اسے رکھ تو لیا ہے۔ پر کچھ عرصہ تک کوئی اسے لینے نہ آیا۔ تو مجبوراً خفیہ پولیس کو بھیج دوں گا"

"وہ بہت اچھا کہہ کر رخصت ہو گیا۔ اور اس دن کے بعد میں نے پھر اسکی صورت نہیں دیکھی"

"عجیب معاملہ ہے" ڈنبر نے پہلی بار رائے زنی کرتے ہوئے کہا۔

"واقعی عجیب ہے۔ لیکن یہ تمہید تھی۔ تتمہ ابھی باقی ہے۔ اسے سن کر آپ کو اور زیادہ حیرت ہو گی"

یہ کہتے ہوئے سٹوارٹ کا اضطراب غیر معمولی طور پر بڑھ گیا۔ بہرحال اس نے کوشش سے ضبط کر کے کہا۔

"دوسرے دن شام کو میری عدم موجودگی میں ایک جوان عورت آئی۔ بڑی خوبصورت اور خوش پوش جس کی صورت لہجہ اور آداب سے انتہائی نفاست ظاہر ہوتی تھی۔ میں کسی کام کے لئے باہر گیا ہوا تھا۔ مگر میری داروغہ مسز میگر یگر نے اسکو اسی کمرہ میں بٹھا دیا۔ اور وہ کچھ عرصہ میرا انتظار کرتی رہی۔ واپس آیا تو کہنے لگی آپ سے کچھ طبی مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ میں نے علامات کے مطابق نسخہ لکھ دیا۔ اور وہ چلی گئی دو دن کے بعد پھر آئی۔ نام اس کا نہائت عجیب تھا۔ میڈموازل ڈوریاں۔ دیکھئے یہ کارڈ ہے"۔ سٹوارٹ نے میز کی دراز سے کارڈ نکال کر پیش کیا۔ نہ کچھ پتہ۔ نہ ابتدائی حروف۔ ہر بار ایک بڑی شاندار موٹر پر سوار ہو کر آتی تھی۔ اور گو میں نے اس موٹر کی صرف دھندھلی سی جھلک دیکھی ہے۔ تاہم خادمہ کے بیان کے مطابق وہ ایک بیش قیمت گاڑی ہے۔ مزا یہ کہ اسکی موٹر کسی وجہ سے مکان کے دروازہ پر نہیں ٹھیرتی۔ سڑک کے موڑ پر کھڑی رہتی ہے۔ مجھے یہ سوچکر حیرت تو ہوئی تھی کہ ایسی امیر عورت نے اپنے علاج کے لئے ایک گمنام طبیب کو کیوں انتخاب کیا۔ مگر آج سے پہلے اس کے طرز عمل

میں کوئی بات شکی نہ دیکھی گئی تھی۔

"اس کے بعد کل رات ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اور آج تو معاملات نے انتہائی صورت اختیار کر لی۔"

اتنا کہہ کر سٹوارٹ نے جس قدر اختصار کے ساتھ ممکن تھا آدھی رات کو مرد نقاب پوش کا سایہ دیکھنے اور پر اسرار آواز سننے اور پھر میڈموازل ڈوریاں کی آخری آمد کا حال بیان کیا۔ انسپکٹر ڈنبر چپ چاپ سارے حالات سنتا رہا۔ نہ اس نے کسی طرح کی نکتہ چینی کی۔ نہ کوئی سوال پوچھا۔

"اور اب دیکھئے کہ وہ لفافہ جس کے لئے اتنی رار ہوئی تھی۔ آپ کے سامنے بلاٹنگ پیڈ پر رکھا ہوا ہے" سٹوارٹ نے اپنا بیان ختم کرتے ہوئے کہا۔

ڈنبر نے حریصانہ انداز سے لفافہ کو اٹھایا۔ اس میں ایک جگہ چھوٹا سا گول سوراخ اور اس کے ارد گرد کسی حد تک جلن کے داغ تھے لاکھ کی مہریں جو سٹوارٹ نے خارجی لفافہ پر لگائی تھیں۔ چونکہ اوپر کی جانب رہیں۔ اس لئے سرح محفوظ تھیں اور گو لاکھ قدرے پگھل گئی تھی تاہم مہر کا نشان اب بھی صاف تھا۔ ڈنبر تھوڑی دیر اس لفافہ کو دونو ہاتھوں میں لیکر الٹ پلٹ کرتا اور اسے تیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

"انسپکٹر صاحب" آخر کار سٹوارٹ نے کہا۔ "آپ کی رائے میں اب اس لفافہ کو کھول کر دیکھنا چاہیئے یا نہیں؟ آخر معلوم تو ہو وہ کیا چیز تھی جس کے لئے سرقہ بالجبر سے دریغ نہ کیا گیا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب لفافہ کھول کر دیکھنے میں کچھ ہرج نہیں۔ مگر ٹھہریئے اس سے پہلے میں ایک دو باتیں واضح کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے وہی پھولی ہوئی نوٹ بک نکالی اور فونٹین پن کھول کر لکھنے کو تیار ہوا۔ "سب سے پہلے کیا آپ کو اس موٹر کا نمبر یاد ہے؟"

"افسوس نہیں۔ نہ میں نے اسے دیکھا۔"

"ڈرائیور کیسا آدمی تھا؟"

"متوسط القامت اور مضبوط۔ عہد شباب سے گذرا ہوا۔ قدرے فربہ و گداز مگر اس کے باوجود پھرتیلا۔"

"رنگ گورا تھا یا کالا؟"

"قدرے سانولا مگر سر کے بالوں میں سپیدی کی جھلک نظر آتی تھی۔ میں نے پٹی باندھتے وقت دیکھا کہ سر کے بال بہت چھوٹے تھے۔ داڑھی اور مونچھیں بھی خشخاشی۔ مگر بھویں گھنی دار تھیں۔ میرے خیال میں اسے کوتاہ بینی کا عارضہ بھی تھا۔ کم از کم اسکی سکڑی ہوئی آنکھوں کی وجہ سے میں ان کی رنگت صحیح طور پر معلوم نہ کر سکا۔"

"آپ کہتے ہیں اس کے سر میں زخم تھا۔ کیا اس زخم کی نوعیت آپ کو یاد ہے؟"

"ایک چھوٹا سا گہرا گھاؤ جس کی نسبت اس نے بیان کیا کہ موٹر کے فٹ بورڈ کی نوک لگنے سے پیدا ہو گیا۔۔ مگر ہاں ایک بات اور یاد آئی ہے میرے پاس مرہم پٹی کے لیے آیا تو اس کے منہ سے شراب کی تیز بو آتی تھی۔ میرا خیال ہے وہ زخم بھی شاید نشہ کی حالت میں گرنے ہی سے آیا تھا۔"

"کیا بدمست تھا؟"

"نہیں تھا تو ہوش میں۔ پر اسکی حالت سے معلوم ہوتا تھا کہ بکثرت شراب پیے ہوئے"

"ہاتھ کیسے تھے؟"

"چھوٹے۔ مضبوط اور بہت میلے۔ مگر ان میں کسی طرح کی لغزش نہ تھی۔"

"آپ اندازاً بتا سکتے ہیں کس حصہ ملک کا رہنے والا تھا؟"

"لندن کا۔ اس کا لہجہ صاف اہل شہر کا تھا۔"

"موٹر کس کارخانہ کی بنی ہوئی تھی؟"

"یہ میں نے نہیں دیکھا۔"

"نئی تھی یا پرانی؟"

"پرانی۔ اکثر سامان ہندی تھا۔ اور اندر سے اس طرح کی بو آتی تھی جیسے کسی چیز کو دیر تک بند رکھنے سے آیا کرتی ہے"

ڈنبر نے سب باتیں نوٹ بک میں درج کر لیں پھر کہا۔

"اچھا اب عورت کا حال کہیے۔ آپ کی رائے میں کس عمر کی ہوگی؟

"اس سوال کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔ اس کی رگوں میں مشرقی خون ہونے سے عین ممکن ہے وہ اس سے کم عمر کی ہو جتنی معلوم ہوتی تھی۔ بہر حال مغربی نقطۂ خیال سے دیکھیں تو ظاہری صورت اور لباس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ ۲۳۔ ۲۴ سال کے قریب ہوگی۔"

"رنگت؟"

"آہ۔ رنگت نہ پوچھیے۔ شبنم سے بھیگے ہوئے پھولوں کی تازگی اور پکے ہوئے سیبوں کی شگفتگی کو اگر آمیز کیا جا سکتا ہے تو بس... یہ اس کی رنگت تھی۔"

انسپکٹر ڈنبر نے سٹوارٹ کے پُرجوش لہجہ سے متعجب ہو کر اس کی طرف دیکھا پھر کہا۔

"آنکھیں؟"

"سیاہ۔ اماوس کی رات کی مانند کالی۔"

"بال؟"

"بھورے رنگ کے جن پر کہیں کہیں تانبہ کی جھلک نظر آتی تھی۔"

"قد؟"

"لمبا نہیں۔ مگر نہایت موزوں۔ بے حد متناسب"

اس کے لہجہ سے معلوم ہوا ہو کہ کس ملک کے رہنے والی ہے؟

سٹوارٹ فکر سے سر جھکائے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ سوچ سوچ کر کہنے لگا۔

"وہ جس لہجہ میں انگریزی اور فرانسیسی لفظوں کو ادا کرتی تھی۔ اس سے میں اس نتیجہ

پر پہنچا ہوں۔ کہ عربی جانتی ہوگی۔"

"عربی! اس سے تو کوئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ عربی زبان آج بھی کئی ملکوں میں بولی جاتی ہے۔"

"مگر اس سے زیادہ معلوم بھی کیسے ہوتا؟ میرا خیال ہے اس کی عمر کا بڑا حصہ مشرق قریب کے کسی مقام پر بسر ہوا ہے۔"

"کوئی خوشبو جسے وہ استعمال کرتی ہو؟"

"بہت ہلکی چنبیلی کی خوشبو۔ جو شاید کسی مشرقی عطر کا ہو گی۔"

"اور اس کی بیماری۔ کیا واقعی وہ ذہنی تھی؟"

"میرے خیال میں ہاں۔"

"اس کی موت کو مسز میگریگر نے خوب اچھی طرح دیکھا تھا؟"

"ہاں مگر وہ اس وقت سو رہی ہے۔"

"خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ اسکی نسبت صبح کو دیکھا جائے گا۔ اب صرف اس آدمی کا حال رہ گیا۔ جس کا نقاب میں لپٹا ہوا سایہ آپ نے آدھی رات کو دیکھا تھا۔ کیا اس کے متعلق کوئی تفصیل یاد ہے؟"

"میرے خیال میں لمبے قد کا آدمی تھا۔ مگر یہ بھی میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ سایہ سے اکثر دھوکا ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے وہ اپنے عجیب لباس کی وجہ سے دراز قامت نظر آیا ہو۔ اس سے زیادہ میں اس کی نسبت کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دیر تک تو مجھے اپنے حواس پر یقین ہی نہیں آیا۔ میں یہی سمجھے رہا کہ ایک دہشت ناک خواب دیکھ رہا ہوں۔"

انسپکٹر ٹونبر نے سب یادداشتوں کو جو اس نے نوٹ بک میں درج کی تھیں ایک نظر دیکھا۔ پھر اسے بند کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اور قلم کو آہستگی سے بند کر کے وہ لمبا لفافہ جس

ڈھکتے ہوئے کہا۔

"گویا آپ کا یہ خیال غلط نکلا کہ جو آدمی لفافہ لے کر آیا۔ وہ گیسٹن میکس ہی تھا اسرار
"بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے" ڈنبر نے افسردہ لہجہ میں کہا۔

"مگر انسپکٹر" سٹوارٹ نے سراغرساں کے چہرہ کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کا یہ نظریہ کہ میکس جو جیپو کے مقدمہ کی علیحدہ تحقیقات کر رہا تھا۔ اس خیال سے موٹر ڈرائیور کے بھیس میں اپنے حاصل کردہ سراغوں اور دریافتوں کی ساری تفصیل لفافہ میں بند کر کے میرے پاس چھوڑ گیا تھا۔ کہ اگر اس کو اتفاقاً کوئی حادثہ پیش آئے تو وہ کاغذات سکاٹ لینڈ یارڈ میں پہنچ جائیں۔ اس وقت ہی غلط ہو گیا تھا جب لفافہ چاک کرنے پر اس کے اندر محض پٹھے کا ایک بے معنی ٹکڑا برآمد ہوا۔"

"سچ ہے" ڈنبر نے سر کھجاتے ہوئے تسلیم کیا۔ "مگر میکس چونکہ اپنی تحقیقات میں ہمیشہ ٹیڑھی راہیں اختیار کیا کرتا ہے۔ اس لئے میرے دل میں اس طرح کا شبہ پیدا ہونا قدرتی تھا۔ کم از کم میں اس بات کا پورا اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ وہ لاش جو دریائے ٹیمز سے برآمد ہوئی۔ اس پراسرار موٹر ڈرائیور کی نہیں ہے۔ جو بند لفافہ کو آپ کے پاس چھوڑ گیا تھا۔"

مگر ڈاکٹر سٹوارٹ کا اس جواب سے اطمینان نہ ہوا۔ اس کا دل کہتا تھا کہ ڈنبر ضرور کسی بات کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن خموشی چونکہ ہر کامیاب سراغرساں کا وصف اعلےٰ سمجھی گئی ہے۔ اس لئے زیادہ اصرار نامناسب معلوم ہوا اور وہ دونو اسی سپاہی کے ساتھ جو لاش کے کمرہ میں لے گیا تھا۔ باہر صحن میں آ گئے۔ کمرہ کا دروازہ پھر بند اور مقفل کر دیا گیا اور یہ دونو سکاٹ لینڈ یارڈ جانے کے خیال سے موٹر کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔

ڈنبر نے ایک پیر موٹر کے فٹ بورڈ پر رکھتے ہوئے کانسٹیبل کی طرف مڑ کر پوچھا۔

پر پہنچا ہوں۔ تم سے پہلے کوئی اور آدمی بھی لاش دیکھنے آیا تھا؟"

"جی نہیں"

"اچھا تو کسی کو بے اجازت لاش کے پاس نہ جانے دو... سمجھے؟ خبردار کوئی آدمی جس کے پاس صاحب کمشنر کا دستخطی پروانہ نہ ہو لاش کے کمرہ میں نہ جانے پائے"

"بہت اچھا اسی طرح ہوگا۔"

اس کے آدھا گھنٹہ بعد وہ دونو نیوسکاٹ لینڈ یارڈ میں پہنچ گئے۔ اور ڈنبر سٹوارٹ کو ساتھ لئے سیدھا اپنے کمرہ میں گیا۔ جہاں ایک گٹھیلے بدن کا سرخ چہرہ آدمی جس کی مونچھیں سیاہ اور سر کے بال جھاڑ کی طرح الجھے ہوئے مگر انداز بے تکلفانہ تھے ان کا منتظر تھا۔ یعنی سراغرساں سارجنٹ سادبی جسے ڈاکٹر سٹوارٹ پہلے سے جانتا تھا

"کیوں سادبی" ڈنبر نے داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"آداب عرض جناب" سادبی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "میں نے سنا کل رات کسی آدمی نے آپ سے عجب طرح کا مذاق کیا۔"

انسپکٹر ڈنبر کی ملائم آنکھوں میں غصہ کی تیز چمک پیدا ہو گئی۔ تنک کر کہنے لگا "سادبی کیا کہتے ہو؟ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا"

سارجنٹ گھبرا گیا۔

"معاف کیجیے مجھے آپ کو ناراض کرنا منظور نہ تھا" اس نے کہا۔ "سخت حیرت ہے۔ ایسا کون عیار ہوگا جس نے میری آواز کی نقل میں وہ صفائی برتی۔ کہ آپ بھی دھوکا کھا گئے؟"

تملق کا تیل سختی کو فوراً نرم کر دیتا ہے۔ ڈنبر کا غصہ آن واحد میں فرو ہو گیا۔

"آہ۔ میں سمجھا" اس نے کہا "واقعی بڑا ہوشیار آدمی تھا۔ جس نے اس خوبی سے تمہارے لفظوں کی نقل کی۔ مگر... مگر میں اس کی گفتگو کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھا"

اس نے سٹوارٹ کی طرف چبھتی نظروں سے دیکھا۔ اور میز کے پاس اپنی [illegible]

بیٹھ گیا۔

پھر بڑے اطمینان کے ساتھ جیب سے نوٹ بک نکالی اور وہ حلیہ جو سٹوارٹ نے پراسرار موٹر ڈرائیور کا لکھوایا تھا سارجنٹ سادربی کو پڑھ کر سناتے ہوئے اس نے کہا "ڈاکٹر سٹوارٹ نے لاش کا معائنہ کیا ہے۔ اور کہتے ہیں یہ لاش اس موٹر ڈرائیور کی نہیں ہے۔ تم بھی اس حلیہ کو نقل کرلو۔ آئندہ ضرورت ہوگی۔"

"تو اس سے ثابت ہوا کہ موٹر ڈرائیور دراصل مکیں نہ تھا" سادربی نے جلدی سے کہا "کیا میں پہلے ہی نہ کہتا تھا؟"

"تمہارے کہنے کی اچھی رہی" ڈنبر نے چبھتے ہوئے طنز سے جواب دیا "نہیں تو تھے جو بچھو کی دم کو ناگ پھنی کی ڈنڈی قرار دیتے تھے۔ خیر۔ کاپی کے صفحہ ۲۶ پر اس عورت کا حلیہ بھی درج ہے۔ جو اپنا نام میڈ موازل ڈوریاں بیان کر کے ڈاکٹر صاحب سے ملا کرتی تھی غالباً تم اسے معمولی طریقوں پر تلاش کرلوگے اور اس میں کوئی بڑی دقت پیش نہ آئے گی۔"

اس نے جیب سے گھڑی نکالی۔ سٹوارٹ تھوڑے فاصلہ پر کھڑکی کے پاس کھڑا ساحل دریا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"دس بج گئے" ڈنبر نے کہا۔ "صاحب کمشنر ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے"

"تو چلیے" سٹوارٹ نے جواب دیا۔

سارجنٹ سادربی کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر جہاں وہ ڈنبر کی نوٹ بک کو بغور دیکھ رہا تھا۔ یہ دونوں صاحب اسسٹنٹ کمشنر کے تنباکو سے بھرے ہوئے کمرہ میں گئے۔ صاحب بہادر نے اپنے مخصوص ملکوتی تبسم سے خیر مقدم کیا اور انہیں تپاک سے بٹھایا۔

"ڈاکٹر سٹوارٹ" انہوں نے کہا۔ "اس سے پیشتر آپ نے باوقات مختلف محکمہ کو بیش قیمت مدد دی ہے۔ اور مجھے یہ جان کر سچی خوشی ہوتی ہے کہ اس مقدمہ میں بھی آپ اپنی معلومات سے ہم لوگوں کو مستفید کرنے کے لئے تیار ہیں... لیجئے سگرٹ نکالے

فرمائیے۔ نہایت اعلیٰ چیز ہیں۔ میرا ایک دوست انہیں براہ راست قاہرہ سے بھیجا کرتا ہے۔"
"تسلیم" سٹوارٹ نے سگرٹ لیتے ہوئے کہا۔ "اور اب فرمائیے کس معاملہ میں آپ کو میری ناچیز خدمات درکار ہیں؟"
صاحب کمشنر نے تازہ سگرٹ جلا کر سامنے رکھے ہوئے کاغذات کے ڈھیر سے نیلے فلسکیپ پر ٹائپ کی ہوئی ایک لمبی رپورٹ برآمد کی۔
"کل رات جو تار موصول ہوا تھا۔ یہ اسکی تفصیل ہے۔" انہوں نے کاغذات دکھاتے ہوئے کہا۔ "ایم گیسٹن میکس کے نام سے آپ ناواقف نہ ہوں گے؟"
سٹوارٹ نے سر کے اشارہ سے جواب دیا کہ میں انہیں جانتا ہوں۔
"اچھا تو ان کاغذات سے معلوم ہوتا ہے" صاحب بہادر نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کہ یہ نامی سراغرساں گیسٹن میکس ہماری لاعلمی میں کچھ عرصہ سے انگلستان رہ کر وہ تعلق دریافت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جو بعض نامور اصحاب کی فوری ہلاکت اور اس شخص یا اشخاص میں ممکن ہو سکتا ہے جن کا نشان یا مذہب یا معبود کوئی بچھو ہے ہلاک شدگان کی فہرست ان کاغذات میں ہے۔ اور آپ فرصت میں ان کے نام دیکھ سکتے ہیں۔ ہم کو معلوم نہیں ایم میکس کے ذاتی خیالات اس بارہ میں کیا تھے۔ اس راز کو وہ اپنے سینہ میں ساتھ ہی لے گئے۔ ان کی دردناک موت کا حال آپ کو معلوم ہوگا بہر حال میں نے ان کاغذات سے ان پر اسرار وارداتوں کی جس قدر تفصیل معلوم کی ہے اس سے اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ اگر واقعی ان لوگوں کو کسی سازش کے سلسلہ میں قتل کیا گیا تو ذریعہ ہلاکت کوئی نامعلوم اور پر اسرار زہر تھا جس کا حال ابھی تک پردہ راز میں ہے کیا آپ میرا مطلب سمجھے؟"
"ہاں۔ اچھی طرح"
"آپ ایم گیسٹن میکس کی پُر اسرار موت سے جس کی صحیح کیفیت تا حال قانونا بیان نہ ہو سکی

ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا نظریہ واقعہ میں صحیح تھا۔ صاف [illegible] میرا پختہ اعتقاد ہے کہ بچھو کی طرف سے ہلاکت کی جتنی وارداتیں اب تک ہوئی ہیں۔ ایم ہیکس کا قتل ان میں آخری ہے۔ ہر چند اس لاش کو جو سپاہی پولیس نے ٹیمز سے برآمد کی تھی۔ تا [illegible] شناخت نہیں کیا گیا۔ تاہم اس کی جیب میں سنہری بچھو کی دم [illegible] پایا جانا ثابت کرتا ہے کہ یہ واردات بھی اسی سلسلہ کی ہے۔ میں نے انسپکٹر ڈ [illegible] کرنے کو [illegible] تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ آپ محکمہ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں

خاص طریق عمل اختیار کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اب یہ جاننے کے بعد [illegible] کی ہلاکت بھی انہی لوگوں کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ میرا سابقہ ارادہ اور زیادہ پختہ [illegible]

انہوں نے سگرٹ کی راکھ جھاڑی پھر اپنی تقریر کو اس طرح جاری رکھا۔

"کسی کا نام لینا معیوب ہوگا۔ مگر جن ماہران طب سے ان لوگوں کی ہلاکت بارہ میں اب تک مشورہ حاصل کیا گیا ہے جن کی موت ایم گیسٹن ہیکس کی معلومات کے مطابق "بچھو" کے ایما سے ہوئی تھی۔ وہ... سچ پوچھئے تو اپنے فن کو بدنام کرنے ثابت ہوئے ہیں۔ ان پراسرار موتوں کے بارہ میں کوئی آدمی کسی طرح کی معلومات نہیں کر سکا۔ اب میری خواہش ہے کہ جب گیسٹن ہیکس کی لاش کا پوسٹ مارٹم کیا جائے۔ تو آپ موقعہ پر حاضر ہوں اور بغور مشاہدہ کریں کہ اس کے اندر کسی طرح زہر کی کوئی علامت ہے یا نہیں... مگر ہاں۔ پہلے یہ بیان کیجئے کیا آپ کسی ایسے سے واقف ہیں جس سے اس قسم کی بدنی علامات پیدا ہوں جو سر فرینک مارکوم لاش میں دیکھی گئی تھیں؟"

سٹوارٹ نے صورت انکار سر کو حرکت دی۔

"مجھے اس بارہ میں فقط اتنا معلوم ہے" اس نے جواب دیا کہ سر فرینک [illegible] لینڈ کے ایک تھیٹر میں ناٹک دیکھ رہے تھے کہ دفعتاً بیمار ہو گئے"

ان کے مکان واقع ہاف مون سٹریٹ میں پہنچایا گیا۔ اور وہیں تھوڑی دیر بعد ان کی موت واقع ہوئی۔ کیا آپ ان کے متعلق ماہران فن کی رپورٹ اور باقی تفصیلات مہیا کر سکتے ہیں؟ انہیں دیکھ کر میں شاید کوئی رائے قائم کر سکوں"۔

"میں یہ چیزیں آپ کے لئے حاصل کر دونگا" صاحب کمشنر نے جن کا مبہم نظریہ اب تک سٹوارٹ پر واضح نہ ہوا تھا جواب دیا۔ اور اس کے بعد میز کی ایک دراز کھول کر کہا۔ "بچھو کا وہ ٹکڑا جو مونز ڈرائیو کے پراسرار لفافہ میں بند تھا۔ اور اس کا لفافہ یہ دو نو چیزیں میرے پاس ہیں۔ آپ کی رائے میں ان پر خفیہ روشنائی سے کچھ لکھا ہوا تو نہیں ہے؟"

"میرے خیال میں نہیں" سٹوارٹ نے جواب دیا "میں نے تین چار مقامات کا امتحان کیا۔ مگر کوئی بات دریافت نہ ہو سکی۔ ممکن ہے کوئی اور صاحب مجھ سے زیادہ کامیاب ہوں میں نے اس بچھو اور لفافہ کو خوردبین کی مدد سے بھی دیکھا ہے۔ مگر لفافہ پر لکھے ہوئے عدد ۱۹ کے سوا کوئی تحریر کسی طرح کی نظر نہیں آئی۔"

"قدرتی طور پر سوچا جا سکتا ہے کہ ٹیلیفون کا وہ پیغام جو انسپکٹر ڈنبر کو کل رات آپ کے مکان پر موصول ہوا۔ اسی نامعلوم جماعت کی طرف سے تھا جس کی تحقیقات ہم لوگوں نے پیش نظر ہے"۔ صاحب کمشنر نے کہا "اس لئے کہ اس وقت تک میرے "یا بچھو" کے قائمقاموں کے سوا کسی کو ایم میکس کے لندن آنے یا مارے جانے کی خبر نہ تھی... بچھو کے قائمقاموں کو میں اس لئے مستثنےٰ کرتا ہوں کہ جس آدمی کا ایم میکس پیچھا کر رہا تھا۔ اور جو آخر کار اسکی ہلاکت کا ذریعہ ثابت ہوا۔ یقیناً بچھو کی جماعت کا ہی کارکن ہوگا۔"

صاحب کمشنر نے پھر سگرٹوں کے بکس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس کے بعد تقریر جاری رکھتے ہوئے کہنے لگے "اس پیغام کے بغیر جو انسپکٹر ڈنبر کو آپکے مکان پر ٹیلیفون کے ذریعہ ملا۔ یہ سمجھا جاتا کہ میڈموازل ٹ ریاں اور اس چیز کا" انہوں نے بچھو کے ٹکڑہ پر انگلی رکھتے ہوئے ایم میکس کے معاملہ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ لیکن اب صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ

پیغام صرف اس لئے بھیجا گیا تھا کہ انسپکٹر ڈنبر کے وہاں سے رخصت ہونے کے بعد لفافہ چرانے میں سہولت ہو۔ پیغام بھیجنے والا یقیناً کوئی ایسا آدمی تھا جسے ایم سیکس کے قتل کا حال معلوم ہو گا۔ اور ایسا آدمی بچھو کی جماعت کے متعلقین کے سوا اور کون ہو سکتا ہے ؟"

صاحب بہادر سگرٹ جلانے کے لئے ٹھہر گئے۔ پھر بولے۔

"ایم سیکس کی ہلاکت ممکن ہے محض غرقابی کی وجہ سے ہو۔ اور اسے کسی طرح کا زہر نہ دیا گیا ہو۔ اس لئے ڈاکٹر سٹوارٹ" انہوں نے تقریر کے آخری حصہ کو زیادہ موثر بنانے کے لئے ذرا رک کر کہا۔ "اس لئے اگر اس لاش کے امتحان پر کسی طرح کا زہر ثابت نہ ہوا۔ تو میرا ارادہ محکمہ کی طرف سے صاحب وزیر وزارت کو ایک صنوبری خط لکھ کر سر فرنیک نارکوم آنجہانی کی لاش اکھڑوانے اور اس کا از سر نو طبی امتحان کرانے کا ہے !"

باب ۹

چینی سکہ

نیو سکاٹ لینڈ یارڈ سے رخصت ہو کر ڈاکٹر سٹوارٹ اپنے پریشان خیالات کو مجتمع کرنے کو دریا کی طرف ہو لیا۔ اور اس کے کنارہ پر ٹہلتے ہوئے اس نے سارے حالات پر غور کرنے کی کوشش شروع کی۔ پیرس سے جو مفصل رپورٹ محکمہ سراغرسانی کے دفتر کو موصول ہوئی تھی۔ اس کا پورا حال اس سے بیان نہ کیا گیا تھا۔ اور نہ صاحب کمشنر سے امید ہی کی جا سکتی تھی۔ کہ وہ ایسا کرینگے بہرحال وہ جانتا تھا کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کی غیر معمولی سرگرمی کا تعلق براہ راست ایم سیکس کی ہلاکت سے نہیں۔ ان معلومات سے ہے جو اس کی چھوڑی ہوئی یادداشتوں سے محکمہ کو حاصل ہوئی ہیں۔ صاحب کمشنر بہادر نے جو موقعہ سٹوارٹ کو پیش کیا۔ نہایت نادر شاندار تھا۔ آدمی کی زندگی میں ایسے موقعے صرف ایک یا دو بار آتے ہیں جن [illegible] کرہ [illegible]گانے

ہستی میں انقلاب عظیم پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی موقعہ سٹوارٹ کو دیا گیا تھا۔ اگر وہ اس مقدمہ کی تحقیقات میں کامیاب ہو گیا۔ تو سارا لندن ... اور ایک لندن کیا سارا انگلستان اور پیرس بھی۔ اس کے نام سے گونج اٹھے گا۔ اور اگر ناکام رہا۔ تو...

مگر نہیں۔ اچھی طرح غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس طرح کے موقعے پیش کرنے میں کسی کمشنر یا اور افسرِ اعلےٰ کا ہاتھ کام نہیں کرتا۔ یہ تقدیر ہے۔ جو آدمی کی زندگی کو بعید از فہم طریقوں پر ڈھالتی ہے۔ بمبوکے پراسرار مقدمہ سے اس کا تعلق۔ آج سے نہیں۔ اس رات سے شروع ہو چکا تھا۔ جب وسٹ انڈیا ڈاک روڈ پر اس کی پہلی ملاقات پراسرار موٹر ڈرائیور سے ہوئی تھی... یا شاید اس سے بھی پہلے۔ اس عجیب و غریب ناٹک کی تمہید کا پردہ اس وقت اٹھا تھا۔ جب پانچ سال گذرے چین میں سفر کرتے ہوئے شام کے وقت جب غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی کرنیں شاہی نہر کے صاف پانی کو عکس خونیں دے رہی تھیں۔ اور ایک نقاب پوش صورت ہدسن کے پل پر سے کے پاس ہو کر گذر رہی تھی!

"سرکار آنکھیں بند کر لو۔ بمبوک مہاراج آتے ہیں!"

سٹوارٹ کو دریائے ٹیمز کے کنارے چلتے ہوئے رکشا بردار چینی لڑکے کے یادگار الفاظ پتوں کی سرسراہٹ اور بہتے ہوئے پانی کی گڑگڑاہٹ میں سنائی دیتے تھے۔ نہر کے پل سے گذرنے والی پراسرار صورت کی ہیولائی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی!

ساحل دریا پر چلتے چلتے وہ یکایک ٹھیر گیا۔ اور آنکھیں گدلی سطح پر ٹھہر کر جم گئیں۔ بہتے ہوئے پانی کے گردابوں میں مرد نقاب پوش کی وہی تصویر۔ جو اس نے آدھی رات کو کھڑکی کے پردہ پر دیکھی تھی۔ پھر ایک بار نظر آئی۔ وہ عجیب و پراسرار صورت جسے ایک بار دیکھنے کے بعد اسے دیر تک اپنے حواس پر یقین نہ آتا تھا جس کو اس نے

محض ایک ہیبت ناک خواب سمجھ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کی تھی،... اس کے بعد اسی
آہستگی سے آگے کو چلنے لگا۔

پھر اس کے خیالات میڈموازل ڈوریاں کی خیالی تصویر پر جم گئے۔ سوچ آئی کہ
اس وقت بھی جب میں ساحل دریا پر ہوا خوری کر رہا ہوں نیو سکاٹ لینڈ یارڈ کی حیرت
خیز زنجیریں۔ اتھک اور بے رحم۔ اس آہو چشم حسینہ کے گرد آہستگی مگر استقلال کے
ساتھ کسی جا رہی ہیں جس کی تصویر میرے سینہ میں ناقابل محو نقش پیدا کر چکی ہے۔
دل نے کہا بے رحم تو ہی اس کو مبتلائے مصیبت کرنے کا باعث ہے۔ نہ تو جاسوس ڈنبر
سے اس کا حال کہتا۔ نہ آج سکاٹ لینڈ یارڈ کا جال انگلستان کے طول و عرض میں اس کی
کے لئے بچھتا۔ اگر وہ پکڑی گئی۔ تو کس منہ سے اس کے سامنے آئے گا؟ کیا شناخت کے
وقت اس سے آنکھیں ملانے کی جرأت ہو گی؟... بعد از وقت افسوس جس سے کوئی
فائدہ حاصل نہ ہو سکتا تھا۔

احساس ندامت کے ساتھ دل کی ملامت تیز ہوئی۔ آخر کیا جرم تھا جس کے لئے
تو نے خفیہ پولیس سے مخبری کی ہے چوری! کیا ایک بے کار لفافہ کو حاصل کرنے کی کوشش
چوری کہلا سکتی ہے؟... ایسا لفافہ جس میں نہ کوئی خفیہ دستاویز تھی نہ قیمتی جواہرات۔
خالی ایک پھٹے کاغذ کا ٹکڑا جسے انجام کار ردی میں پھینک دینا پڑے گا۔ وہ لفافہ جو تیرا اپنا
نہیں۔ ایک گمنام شخص کا رکھوایا ہوا تھا۔ اور اسی کو بھی وہ لے جا نہ سکی... افسوس!
افسوس! اس سے زیادہ بے رحمی اور سنگدلی کیا ہو گی؟

تاگے کی طرح خیالات کا سلسلہ بھی کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔ میڈموازل ڈوریاں
کے دل میں یورپ کے نامی سراغرساں تحقیقات جرم کے ماہروں میں بین الاقوام
کے پر شہرت رکھنے والے جاسوس گیسٹن میکس کا خیال تازہ ہوا جو ایسٹ اینڈ کے ایک سنگین
بے جان اور ناقابل شناخت پڑا تھا۔ کیا عجب میڈموازل ڈوریاں اور

شریک ہو۔ ڈنر کا ایک جھوٹی اطلاع سے یکایک بلایا جانا اور میڈموازل ڈوریاں کا اسکے فوراً بعد لفافہ حاصل کرنے کے لئے آنا ان دوباتوں میں ضرور کچھ تعلق ہوگا۔

اس کے منہ سے بے اختیار آہ سرد نکلی۔ ایسی ماہ سیما نازنین کے شریک جرم ہونے کا خیال انتہا درجے روح فرسا تھا۔ اس کی بے گناہی ثابت ہونے کے لئے وہ اپنا سب کچھ دینے کے لئے تیار ہو جاتا۔

خیالات کا سلسلہ ادھر سے ہٹا۔ تو نا معلوم الاسم موٹر ڈرائیور پر لگ گیا۔ عین ممکن تھا۔ کہ وہ لفافہ اسے اپنی موٹر ہی میں ملا ہو۔ اور وہ اس بات سے بالکل بے خبر کہ اس میں کیا ہے۔ اسے میرے پاس چھوڑ گیا ہو۔ مگر... اور یہ لفظ مگر بڑا اہم تھا... میڈموازل ڈوریاں یا اس آدمی کو جس نے اسے لفافہ لانے کے لئے بھیجا۔ کیونکر معلوم ہوا ہوگا کہ وہ لفافہ کہاں ہے بالفرض وہ لفافہ انہی کا تھا۔ تو کیوں انہوں نے اس کو معمولی طریقوں پر حاصل کرنے کی بجائے چوری کی راہ اختیار کی ہے؟... اور چوری کس چیز کی؟ ایک سادہ پھٹے کے ٹکڑے کی جو کوئی معنوی قیمت نہ رکھ سکتا تھا

پھٹے کا خیال آتے ہی لفافہ کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ ایک معمولی لفافہ جس پر ۳۰۰۳۴ کا عدد سرخ ہندسوں میں لکھا ہوا اور جوڑ کے مقام پر سیاہ لاکھ کی صرف دو مہریں لگی ہوئی تھیں۔ وہ پھر چلتے چلتے ٹھیر گیا۔ اور واسکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک برنجی سکہ کو جسے کبھی اس نے جیب میں رکھا تھا۔ تلاش کرنے لگا۔ صنف چینی کے برابر چھوٹا سا چینی سکہ جس کے وسط میں چوکور سوراخ اور چاروں پہلوؤں پر عجیب طرح کے نقش تھے۔

مگر سکہ جیب میں رہا تھا سخت پریشانی کے عالم میں وہ تیز چلتا ایک گھنٹہ اور تھوڑی دیر میں زمین دوز ریل کے سٹیشن پر پہنچ گیا۔ اس کمرہ میں داخل ہو کر ۱دفتر تھا۔ اس نے مرکزی آفس سے نمبر ۰۰۰ ہم ستی کو بلانے کی درخواست فیس بکس میں ڈالدی۔ پھر ٹیلیفون پر کہا۔

"یہ دفتر کیا صاحب کمشنر کا ہے؟ نیو سکاٹ لینڈ یارڈ... جی ہاں۔ میں ہوں ڈاکٹر کیپل سٹوارٹ۔ انسپکٹر ڈنبر آپ کے پاس ہوں تو مہربانی سے کھڑا کیجیے۔"

تھوڑے وقفہ کے بعد آواز آئی:

"ہلو! کیا ڈاکٹر سٹوارٹ ہیں؟"

"میں ہوں۔ ایک بات یاد آگئی تھی۔ اس کے لئے تکلیف دے رہا ہوں۔ اس لفافہ پر... وہی جس پر ۳۰ کا عدد لکھا ہوا تھا۔ اس پر جو لاکھ کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے معلوم کیا ہے کہ وہ اس چینی سکہ کی مدد سے لگائی گئی تھیں جسے کیش کہتے ہیں.. تعجب ہے کہ اس وقت خیال نہیں آیا۔ خیر اب یہ بات معلوم کرتے ہی میں نے آپ کو خبر دینا ضروری سمجھا۔"

"پورا یقین ہے؟" ڈنبر نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہاں پورا یقین ہے۔ اگر آپ کسی وقت مکان پر آئیں تو میں وہ سکہ بھی دکھا سکتا ہوں۔ مہربانی سے لفافہ ساتھ لیتے آیئے۔ مہروں کو اس سے ملا کر دیکھیں گے۔ مختلف صوبوں میں نقش تو مختلف ہوتے ہیں۔ مگر سکہ کی شکل ملتی ہے۔"

"بہت اچھا۔ لیتا آؤں گا۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ اطلاع بھیجدی۔ اس سے ایک ثبوت اور مل گیا۔ کہ یہ معاملہ چین ہی سے متعلق ہے۔ کیوں؟"

"بے شک مل گیا۔ مگر الجھن گھٹنے کی بجائے اور بڑھ گئی۔"

وہ ٹیلیفون کے دفتر سے نکلا تو بدستور افسردہ تھا۔ گھر کی طرف جاتے ہوئے وہ رستہ میں ایک دو مریضوں کا حال پوچھنے کو ٹھیر گیا۔ مگر توجہ اسی پراسرار معمے پر لگی ہوئی تھی اتنے میں یاد آیا کہ وہ چینی سکہ جو عموماً اس کی جیب میں رکھا رہتا تھا۔ ایک دن دواخانہ میں رکھا تھا۔ اسی لئے واسکٹ میں نہیں ملا۔ دواخانہ میں ایک بوتل کا ڈاٹ ٹوٹ گیا تھا۔ شہر نے عارضی استعمال کے لئے اس سکہ کو پن کی مدد سے چھوٹے کاگ میں لگا کر اس سے بعد ازاں جب اس ڈاٹ کی ضرورت نہ رہی تو وہیں دواخانہ کی میز پر ڈال دیا

سٹوارٹ کا دواخانہ مریضوں کے بیٹھنے کے کمرہ میں ہی واقع تھا۔ کمرہ کے ایک سرے پر پردہ لٹکا کر جو جگہ تیار ہوئی۔ اسی سے یہ کام لیا جاتا تھا۔ یہیں اس میز پر جہاں شیشیاں اور بوتلیں رکھی رہتی تھیں۔ ایک طرف وہ عارضی کاگ اسی حالت میں چینی سکہ کے ساتھ جڑا ہوا رکھا تھا۔ اس نے یہ جاننے کے لئے کہ مہروں کے نقش چینی سکہ سے ملتے ہیں۔ یا نہیں۔ اس کو اٹھایا۔ اس کے ساتھ ہی چہرہ پر بدحواسی چھا گئی۔

"سخت حیرت ہے" اس نے بڑبڑا کر کہا "کہیں مجھے خواب میں چلنے کی بیماری تو نہیں ہو گئی"۔

سیاہ لاکھ کے ریزے اب تک اس سکہ کے ساتھ لگے ہوئے تھے!

خوف و بے اعتباری کی حالت میں اس نے سکہ کو اور زیادہ غور سے دیکھنا شروع کیا۔ اسے خوب یاد تھا کہ پر اسرار لفافہ کی مہروں کے وسط میں ایک چھوٹا دبا ہوا مقام ہے اب معلوم ہوا کہ یہ گڑھا اس پن کے سرے سے دبا کر بنا ہے جو چینی سکہ کو کسنے کے لئے کاگ پر لگایا گیا تھا!

ڈاٹ کو اسی طرح ہاتھ میں لئے اس نے اس الماری کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ جو دواخانہ کی میز کے عین اوپر واقع تھی۔ اس کے ایک خانے میں عام کاروباری لفافوں کا بنڈل اور اس کے پاس ہی مہر لگانے کی کالی لاکھ کا ٹکڑا تھا۔ یہ چیزیں اس نے دواخانہ کی ضرورت کے لئے رکھی ہوئی تھیں۔ مگر اس کی اس وقت کی حیرت کا کیا ٹھکانا ہے جب اس نے دیکھا کہ وہ لفافہ جو موٹر ڈرائیور نے اس کو دیا اسی بنڈل کے لفافوں میں سے ایک تھا۔ اور اس کی مہریں اسی کی لاکھ سے لگائی گئی تھیں!

ایک ہاتھ پیشانی پر رکھ کر اپنے منتشر خیالات جمع کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس مختصر جگہ کے چاروں طرف نظر حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ یکایک اس نے مٹبر ٹاسا پردہ ہٹایا جس کے پیچھے فالتو سامان رکھنے کی الماری تھی۔ اس کھلی ہوئی

الماری میں زخم دھونے کی روئی۔ چند ایک زاید دوائیں اور کئی خالی ڈبے پڑے تھے۔
اور ان ڈبوں میں سے ایک جو سب سے اوپر تھا۔ اس کے اندر سے پٹھے کا چوکور ٹکڑا کٹا ہوا تھا!

ڈاکٹر سٹوارٹ کی آنکھیں فرط حیرت سے کھل گئیں۔ اب معلوم ہوا کہ لفافہ۔ اس میں بند کیا ہوا پٹھے کا ٹکڑا۔ لاکھ۔ مہر سب چیزیں اسی کے سامان سے حاصل کی گئی تھیں۔

باب ۱۰

نہ کیا ہوا رقعہ

انسپکٹر ڈنبر۔ سٹوارٹ کے چھوٹے سے دواخانہ میں کھڑا اپنے دانتوں کو فونٹین پن کے سر سے ہلکے ہلکے بجا رہا تھا۔

"آپ کا موٹر ڈرائیور جب دوسری بار ملنے آیا" آخر کار اس نے پوچھا "تو کیا یہیں مریضوں کے کمرہ میں بیٹھا تھا؟"

"نہیں۔ جہاں تک یاد ہے وہ مطب کے وقت سے بعد آیا تھا۔ میں رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ اس لئے وہ یہیں میرا انتظار کرتا رہا۔"

"اور لفافہ۔ کیا اس وقت آپ کو دیا تھا جب آپ کھانے سے فارغ ہو کر آئے؟"

"ہاں اس وقت"

"پہلے وہ اس کمرہ میں تنہا تھا؟"

"تنہا۔ کوئی اور مریض اس وقت موجود نہ تھا۔"

"اچھا۔ اب آپ میرے اس سوال کا خوب سوچکر جواب دیں۔ کیا وہ آدمی اس کمرہ میں اتنی دیر بیٹھا رہا کہ اسے پٹھے کا ٹکڑا کاٹنے اسے لفافہ میں بند کرنے اور مہریں لگانے

کا وقت مل جاتا ؟

"میرے خیال میں اس کے پاس ان کاموں کے لئے کافی وقت تھا" ڈاکٹر سٹوارٹ نے سوچکر جواب دیا۔"مگر انسپکٹر میں پوچھتا ہوں۔ اسکو ایسا کرنے کی حاجت کیا تھی؟ اور پھر لفافہ پر ۲۰ کا پراسرار عدد کیا معنی رکھتا ہے ؟"

" ٹھہریئے۔ پہلے مجھ کو سوالات پوچھ لینے دیجئے۔ وہ لفافہ کیا اس نے آپ کو نسخہ لکھنے کے کمرہ میں دیا تھا؟"

"ہاں"

"اجازت ہو تو میں اس کمرہ کو بھی ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"کچھ تکلف نہیں دیکھیے۔"

دونو ایک مختصر زینہ پر چڑھ کر اس کمرہ میں گئے۔ جہاں سٹوارٹ مریضوں کو دیکھتا اور ان کے لئے نسخے تجویز کیا کرتا تھا۔ ڈنبر نے کمرہ کے وسط میں کھڑے ہو کر چاروں طرف آہستگی سے نظر ڈالی۔ پھر کھڑکی کے پاس جاکر اس تنگ گلی کو دیکھا۔ جدھر وہ کھڑکی کھلتی تھی۔

"جب اس نے وہ لفافہ آپ کو دیا تو آپ اس کمرہ کے کس حصہ میں تھے؟" اس نے دفعتاً پوچھا

"کیوں؟ سٹوارٹ نے حیرت سے دریافت کیا۔"میں یہاں میز کے پاس بیٹھا تھا۔"

"کیا ٹیبل لیمپ جل رہا تھا؟"

"ہاں جل رہا تھا۔ مریض دیکھنے کے وقت میں ہمیشہ اس کو جلا لیتا ہوں۔"

"اور آپ اس سے لفافہ لیکر بڑے لفافہ میں بند کرنے بیٹھک میں گئے تھے؟"

"بے شک میں دوسرے لفافہ پر مہریں لگائی تھیں۔ اور وہ آدمی بھی اس وقت میرے پاس تھا۔"

"آہ!" ڈنبر نے اپنی نوٹ بک میں جلد جلد کچھ یادداشتیں لکھتے ہوئے کہا۔" ڈاکٹر صاحب

ہم لوگ سکاٹ لینڈ یارڈ کے ضابطوں کے پابند ہیں۔ اور کچھ نہیں کر سکتے۔ میرا خیال ہے اس مقدمہ کی تحقیقات میں کامیابی کا سہرا کسی اور ہی شخص کو حاصل ہوگا۔ بہر حال میں ایک درخواست کرتا ہوں۔ شاید آپ کو حیرت ہو۔"

اس نے نوٹ بک کا وہ ورق جس پر لکھا تھا۔ پھاڑ کر احتیاط سے تہ کیا۔ اور کہنے لگا "میں یہ چیز آپ کو دیتا ہوں۔ اس لفافہ کی طرح اس کو بھی بند کر کے مہریں لگا دیجیے اور کسی محفوظ مقام پر رکھیئے۔ مگر سابق کی مانند میری دی ہوئی چیز کی وجہ سے آپ کا نقاب پوش چوروں یا حسین عورتوں سے سابقہ نہ پڑے گا۔ میں نے اس کاغذ پر تین باتیں لکھی ہیں" یہ کہتے ہوئے اس نے انگلی کے سروں پر ایک ایک کو گننا شروع کیا "اول اس آدمی کا نام جس نے پچھلے کاتحریر کاٹ کر لفافہ میں بند کیا۔ دوم اس موٹر ڈرائیور کا نام جس نے لفافہ آپ کو دیا۔ سوم اس آدمی کا نام جس نے کل رات ٹیلیفون پر سارجنٹ سا وربی بنکر گیسٹن سکیس کی ہلاکت کی خبر دی جو حقیقت میں اسی وقت صاحب کمشنر بہادر کو ملی تھی۔ سردست ان ناموں کے انکشاف سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس لیے مہربانی سے اس کاغذ کو اسی طرح بند کر کے رکھ چھوڑیئے۔ عند الضرورت نکال لیں گے۔"

"مجھے عذر نہیں" سٹوارٹ نے جواب دیا "میرے ساتھ بیٹھک میں چلیے جس طرح آپ کہتے ہیں کیا جائے گا۔ مگر... میرا کند دماغ اب تک معلوم نہیں کر سکا کہ اس کاغذ کے لکھنے سے فایدہ کیا ہوگا۔"

بیٹھک میں جا کر اس نے تہ کیے ہوئے پرزہ کاغذ کو انسپکٹر کے سامنے ایک لفافہ میں بند کیا۔ پھر اس پر مہریں لگا دیں۔ اس کے بعد اس لفافہ کو اسی دراز میں بند کر دیا۔ جس میں پیشتر وہ لفافہ رکھا ہوا تھا جسے میڈموازل ڈودریاں لینے آئی تھی۔

پھر ڈنبر کی طرف دیکھ کر اس نے کہا "میڈموازل ڈوریاں کے پاس اس دراز کی کنجی ہے۔ اگر وہ اس کو بھی چرا لے گئی تو..."

"دیکھا جائے گا۔" ڈنبر نے مسکرا کر کہا۔ "اس کاغذ میں جو باتیں میں نے لکھی ہیں۔ وہ ہر چند اس ہیچ کے ٹکڑے سے بہت قیمتی ہیں جسے حاصل کرنے کو میڈموازل نے اپنی آزادی خطرہ میں ڈالی تھی۔ مگر امید نہیں کہ وہ دوبارہ ایسی جرات کرے گی۔"

"سخت حیرت ہے۔" ڈاکٹر سٹوارٹ نے لفافہ کو دراز میں بند کرتے ہوئے کہا۔ "اس پراسرار معاملہ میں ہر قدم پر تاریکی بڑھتی جا رہی ہے۔ آخر ہیچے کے ایک بیکار ٹکڑے کو میرے پاس رکھنے۔ پھر اسے چرانے جانے کے لئے اتنی کوشش کرنے کی کیا حاجت تھی؟"

"یہ باتیں کبھی آگے چلکر واضح ہوں گی۔" ڈنبر نے پرمعنی انداز سے مسکرا کر جواب دیا۔ "خیر اب میں جاتا ہوں۔ سا ور بی کی رپورٹ کا انتظار ہے۔ مگر دیکھئے آج سے اپنے متعلق پورے محتاط رہئے۔ اس عورت نے واقعی سچ کہا تھا۔ اب آپ خطرہ میں ہیں۔"

سٹوارٹ کی آنکھیں فرطِ حیرت سے کھل گئیں۔

"معاف کیجیے۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ آخر میرے لئے خطرہ کیوں ہے؟"

"اس لئے۔" ڈنبر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کہ اگر وہ شخص جو کبھو کہلاتا ہے۔ واقعی صاحب کمشنر بہادر کے خیالات کے مطابق لوگوں کو زہر دے کر ہلاک کرتا ہے۔ تو اب اسکو معلوم ہو چکا۔ ڈاکٹر کلیل سٹوارٹ اس کا سب سے بڑا حریف ہے۔ وہ زہر دینے کے فن کا ماہر ہے۔ آپ زہروں کی تحقیقات میں لاثانی۔ ایک میدان میں دو زبردست ہستیوں کا سمانا غیر ممکن ہے۔ دو میں سے ایک کو ضرور رخصت ہونا پڑے گا۔"

انسپکٹر ڈنبر کے چلے جانے پر سٹوارٹ دیر تک بیٹھک کی کھڑکی کے پاس کھڑا اس خوشنما باغیچہ کی طرف دیکھتا رہا۔ جس کی حد فاصل پر لوہے کی باڑ لگی ہوئی اور اس کے ساتھ چند چھوٹے درخت اُگے ہوئے تھے۔ ہوا میں آمد بہار کی فرحت شامل تھی۔ اور ہری ہری گھاس پر پھولوں کے دل بادل محو رقص نظر آتے تھے۔ دھوپ کی رنگت بدلی ہوئی تھی۔ اور چھوٹی چھوٹی چڑیاں ٹہنیوں پر اچھلتی پھر رہی تھیں۔

سٹوارٹ کے دل سے بے معنی سرد آہ نکلی۔ اس کے بعد وہ دوبارہ اس کام میں مشغول ہو گیا۔ جو ڈنبر کی آمد سے نامکمل رہ گیا تھا۔

سہ پہر کو وہ اس انسٹی ٹیوشن کا معائنہ کرنے گیا۔ جہاں حال ہی اسکو میڈیکل افسر مقرر کیا گیا تھا۔ تنگ گلیوں میں جابجا نجاست کے ڈھیر تھے۔ انہیں دیکھتے ہوئے اس نے بچھو کی یاد اور میڈموازل ڈوریاں کی مست آنکھوں کا تصور دل سے محو کرنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ واپسی پر ایک اور راہ سے مکان کی طرف لوٹا۔ تو خیالات انہی باتوں پر لگے ہوئے تھے۔ جن کی یاد دردناک ہونے کے باوجود راحت بخش تھی۔

سڑک کے کنارہ پٹری پر چل رہا تھا۔ کہ ایک کرایہ کی موٹر آہستہ چلتی ہوئی پاس ہو کر گذر گئی۔ مگر اس نے اس وقت اسے دیکھا جب چند گز آگے نکل گئی تھی۔ نظر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہے کہ میڈموازل ڈوریاں موٹر کی کھڑکی سے جھکی ہوئی پیچھے کی جانب اسکی طرف دیکھ رہی ہے!

سٹوارٹ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ایک ثانیہ تامل کر کے اس نے موٹر کے تعاقب میں تیز چلنا شروع کیا۔ اس نازنین نے جب دیکھا کہ سٹوارٹ نے مجھکو پہچان لیا۔ تو اپنا سپید دستانہ میں بند خوشنما ہاتھ باہر نکال کر۔ ایک تہ کیا ہوا کاغذ سڑک کے کنارہ ڈال دیا۔ اس کے بعد پیچھے ہٹ گئی۔ اور موٹر جو اب تک آہستہ چل رہی تھی۔ تیز ہو کر ایک دو منٹ کے عرصہ میں موڑ پر نظروں سے غائب ہو گئی!

سٹوارٹ نے تیز چل کر تہ کیا ہوا کاغذ اٹھا لیا۔ اور اسے بدستور مٹھی میں لئے اس موڑ کی طرف دوڑا۔ جدھر موٹر گئی تھی۔ مگر وہ اتنی سی دیر میں ہی دو سو گز آگے نکل گئی تھی۔ پیچھا کرنا بے سود تھا۔ اس لئے یہ خیال چھوڑ دیا۔ چونکہ بازار میں بہت کم آدمی چل رہے تھے اس لئے شاید کسی نے پرزہ کاغذ کے گرنے اور اٹھانے کا عمل بھی نہیں دیکھا۔

بازار کی نکڑ پر کھڑے ہو کر اس نے تہ کئے ہوئے کاغذ کو کھولا۔ تو عطر یا سمن

مدہی جانفزا خوشبو سے دماغ معطر ہو گیا۔ اندر ناہموار زنانہ خط میں فقط اتنا تحریر تھا۔
"رات کو کھڑکیاں بند رکھنا۔ اور مجھے اتنا برا نہ سمجھنا۔ جتنا حالات نے بنا دیا تھا"

باب۔۱۱

شعاع نیلمیں

سٹوارٹ نے وہ دن سخت قلق و اضطراب میں بسر کیا۔ شام ہو گئی مگر اس کی ادھیڑ بن کا خاتمہ نہ ہوا۔ دل میں فرض اور۔۔ کسی اور چیز کی سخت کشمکش جاری تھی۔ سر شام ایک سپاہی بہت سے کاغذات لیکر نیو سکاٹ لینڈ یارڈ سے آیا۔ ان میں سے اکثر سر فرنیک نارکوم کی موت سے متعلق تھے۔ اور کچھ ناروے کے ماہر برقیات ہنرنک ایرکسن اور روس کے گرینڈ ڈیوک آیون کی پراسرار موتوں کے بارہ میں طبی سندات۔ افسران تحقیقات اسباب مرگ کی کارروائیوں کی رپورٹیں۔ خفیہ پولیس کے کارکنوں کے بیان کردہ حالات ماہران فن کی شہادتیں اور متوفیان کے دوستوں۔ رشتہ داروں اور نوکروں کے بیانات سب ان میں شامل تھے۔ سارے کاغذات کو ایک ایک کر کے دیکھا جاتا۔ تو کئی گھنٹے صرف ہوتے۔

سٹوارٹ خوش تھا کہ صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے ایسے اہم مقدمہ کی تحقیقات میرے سپرد کر کے میری عزت افزائی کی۔ مگر اس کے ساتھ یہ خیال رہ رہ کر پریشان بھی کرتا تھا کہ ایسے نامی ڈاکٹروں اور ماہر فن طبیبوں کی تفتیش کے بعد کونسی بات میرے لئے قابل دریافت رہ گئی ہوگی۔

سخت بے چینی کی حالت میں وہ کمرہ کے اندر ٹہل رہا تھا۔ میڈ موازل دڈریاں کو موٹر میں بیٹھے ہوئے دیکھنے کے بعد چھ گھنٹے گذر گئے۔ مگر تا حال اس نے اس واقعہ کی اطلاع

سکاٹلینڈ یارڈ کو نہیں دی۔ کئی بار ایسا کرنے کا ارادہ کیا مگر کوئی مبہم احساس۔ کوئی ناقابل فہم جذبہ فوراً روک دیتا تھا۔ میڈموازل ڈوریاں کے پر اسرار پیغام کو اس نے پورے سو بار پڑھا ہے کہ اس کی مختصر عبارت ازبر یاد ہو گئی۔ اور حرفوں کی ساخت اور لفظوں کی املا کا نقشہ آنکھوں میں پھرنے لگا۔ اس کے باوجود عبارت کا صحیح مطلب اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔

اس وقت اسے کسی تجربہ کار مشیر کی ضرورت تھی ۔۔۔ ایسے جگری دوست کی۔ جس کو سارے حالات سے واقف کر کے اس سے مشورہ لے سکتا۔ انتہائی فکر میں آدمی اپنے دکھ درد کو دل کا شریک بنانا چاہتا ہے۔ اس وقت کوئی اس کا قصہ غم سن لیتا تو دل کا بوجھ ضرور ہلکا ہو جاتا۔ مگر کون تھا جس سے حال دل کہتا؟ اس الجھن میں ان کاغذات کو ہاتھ لگانے کو بھی جی نہ چاہتا تھا۔ جو میز پر بصورت انبار جمع تھے۔

رات نکھری ہوئی لیکن گرم تھی۔ باغ میں پودے اور درخت صورت تصویر ساکت تھے۔ پتہ تک نہ ہلتا تھا۔ میڈموازل ڈوریاں کی پر اسرار ہدایت پر عمل نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرنے کے بعد۔ انتہائی ضبط کے باوجود سٹوارٹ کی نگاہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بے اختیار کھلی کھڑکی کی طرف جاتی۔ اور ایک بار تو رات کے اندھیرے میں کوئی سیاہ چیز جھاڑیوں میں حرکت کرتی بھی نظر آئی وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اٹھا اور کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر تیز متجسس نظروں سے باہر کی طرف دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر کچھ نظر نہ آیا ہر طرف خاموشی تھی۔ کوئی چیز۔ کوئی ہستی پر اسرار حرکت کرتی ہوئی نظر نہ آئی۔ اس کے بعد یکایک "میاؤں" کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک کالے رنگ کی بلی جھاڑیوں سے نکل کر باڑ پر جا بیٹھی جہاں اس نے چاند کی روشنی میں بڑی ہم آہنگی سے اپنا شبانہ راگ گانا شروع کر دیا۔

سٹوارٹ خجل ہو کر پیچھے مڑا۔ کئی بار جی میں آئی کہ ہر قسم کے وسوسوں کو دل سے نکال دے

تھی۔ وہ جب سے اس مکان میں رہنے لگا کبھی اس چھلملی کو بند کرنے کی ضرورت نہ ہوئی تھی مگر آج جب انتہائی ظاہری استقلال کے باوجود دل کو عجیب طرح کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ اس نے جھلملی کو ہلا جلا کر دیکھا۔ کم از کم یہ جاننے میں کچھ ہرج نہ تھا۔ کہ ضرورت کے وقت اس سے کام لیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

ایک سے زیادہ اسرار اس کے دل کو پریشان کر رہے تھے۔ کیوں کسی نے پٹھے کا بے کار ٹکڑا لیکر اس قدر احتیاط سے لفافہ میں بند کیا۔ اور میرے پاس رکھا؟ کیوں اس لایعنی شے کو حاصل کرنے کے لئے مرد نقاب پوش اور مِس موازل ڈوریاں میرے مکان پر آئے؟ کیوں مجھے رات کو کھڑکیاں بند رکھنی چاہئیں؟ کیوں ...؟"

سخت برہم ہو کر وہ میز کے پاس بیٹھ گیا۔

"اس پریشانی کا ستیاناس!" اس نے گھبرا کر کہا "شاید یہ مجھے پاگل بنا دے گی۔"

نیو سکاٹ لینڈ یارڈ کے بھیجے ہوئے کاغذات سے نوٹ پیپر کا ایک تختہ اٹھا کر جس پر نیلی پنسل سے آدمی کے دھڑ کا خاکہ بنا ہوا اور اس کے مختلف حصوں میں چند اعداد و حواشی درج تھے۔ اس نے ڈاکٹر ہیلس اور دن کی تیار کی ہوئی رپورٹ جو اس کے ساتھ منسلک تھی۔ پڑھنی شروع کی۔ لکھا تھا۔ "مسٹر فرینک مارکوم کی موت دراصل دل کی خرابی سے واقع ہوئی۔ ان کے قلب کی ساخت آڑی تھی۔ اس کے اذن و بطن میں نقص تھے اور وہ پھولا ہوا بھی تھا ..."

"بالکل فضول۔ سراسر لغو" سٹوارٹ نے غرا کر کہا "میرے دل کی ساخت بھی آڑی ہے۔ اور میں جس کثرت سے تنباکو پیتا ہوں۔ اس کے لحاظ سے وہ پھولا ہوا بھی ضرور ہوگا۔ اس کے باوجود ناممکن ہے کہ میں تھیٹر میں ناٹک دیکھتے دیکھتے مر کر گر پڑوں۔"

جہاں تک ممکن تھا خطرہ کے مبہم احساس کو نظر انداز کرنے کے خیال سے وہ اس رپورٹ کے پڑھنے میں مشغول رہا۔ مگر آنکھیں دستاویز پر اور کان شہر لندن کی غائبانہ آوازوں

کی طرف لگے ہوئے تھے۔ فاصلہ پر تیز چلنے والی موٹروں کی جھر جھر۔ دن رات کبھی نہ تھمنے والی ٹرینوں کی گڑگڑاہٹ اور ٹیمز میں داخل ہونے والے جہازوں کے مدھم وسل کی آوازیں عجیب آہنگ کے ساتھ آرہی تھیں۔ باہر باغ میں ہلکی فرحت خیز ہوا چلنے لگی تھی اسکی چھیڑ سے درختوں کے پتے سرسراتے ہوئے کاناپھوسی کر رہے تھے۔

ایک آتی ہوئی موٹر کی ہلکی آواز نے سٹوارٹ کو اس خواب بیداری سے چونکا دیا۔ پنسل ہاتھ میں لئے وہ ہمہ تن گوش ہوکر بیٹھ گیا۔ آواز پہلے تیز ہوئی۔ پھر تھم گئی۔ معلوم ہوتا تھا۔ موٹر آگے نکل گئی یا کسی مکان کے پاس ٹھیر گئی۔ ساتھ ہی کمرہ کے دروازہ پر دستک سنائی دی۔

سٹوارٹ جوش کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کون ؟" اس نے گھبرا کر پوچھا۔

مسز میگریگر داخل ہوئی۔

"شاید اب میرے جاگنے کی ضرورت نہ ہوگی ؟" اس نے کہا۔

سٹوارٹ کو بوڑھی خادمہ کی آمد پر سخت مایوسی ہوئی تھی۔ اپنے ملال کو مصنوعی تبسم میں بدل کر اس نے جواب دیا۔

"نہیں۔ بس آرام کرو۔ میں بھی تھوڑی دیر تک سوتا ہوں۔"

"تیز پُروائی چل رہی ہے"۔ بڈھی عورت نے کھلی کھڑکیوں کی طرف سخت نظروں سے دیکھکر کہا۔ "حیرت ہے۔ تم ڈاکٹر ہوکر اتنے بے پروا ہو۔ لاؤ ان کھڑکیوں کو بند کر دوں۔"

"نہ بس تکلیف نہ کرو۔ کھڑکیاں بند کرنے سے کمرہ میں سگرٹ کا دھواں بھر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہوا اندر آتی بھی نہیں۔ سونے سے پہلے میں انہیں بند کردوں گا۔"

"تم جانو"۔ مسز میگریگر نے سرد آہ بھر کر کہا۔ اور رخصت ہونے کے لئے مڑی

"شب بخیر مسٹر کیپل"

"شب بخیر مسز میگریگر۔"

وہ چلی گئی۔ اور سٹوارٹ پھر ان کھڑکیوں سے باہر اندھیرے کی طرف دیکھنے لگا۔ طبعاً وہ توہمات کا قائل نہ تھا۔ مگر آج رہ رہ کر کھڑکیاں بند کرنے کی خواہش پیدا ہوتی تھی۔ اس کے باوجود وہ ایسا کرنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ کھڑکیاں بند کرنے کے یہ معنی ہوتے کہ وہ ڈرتا ہے۔ اور بزدل سے بزدل آدمی اپنی نظروں میں ڈرپوک ثابت ہونا پسند نہیں کرتا۔

یکایک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور وہ چونک کر پیچھے جھک گیا۔

مگر یہ اتفاقی حرکت جو محض بے خبری میں ہوئی درحقیقت اس کی جان بچانے کا ذریعہ تھی۔ سچ ہے تقدیر اچھی ہو۔ تو اس کے مقابلہ میں ساری طاقتیں ہیچ ثابت ہوتی ہیں

ادھر ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور ڈاکٹر سٹوارٹ چونک کر پیچھے جھکا۔ ادھر نیلی روشنی کی ایک باریک لکیر سوئی کی مانند پتلی اور تیز باغ کے سرے پر لگی ہوئی آہنی باڑ سے شروع ہو کر گھاس کے اوپر گذرتی ہوئی۔ کھڑکی میں داخل ہو کر کمرہ کے اندر پہنچی۔ اور یقیناً سٹوارٹ کے سر کو چھو کر گذرتی اگر وہ گھنٹی کی آواز سن کر پیچھے نہ ہٹ جاتا۔ اب وہ صرف ایک یا ڈیڑھ انچ کے فاصلہ سے گذر کر میز پر ہوتی ہوئی کمرہ کے سرے تک گئی۔ اور اس کے قریب ہی سٹوارٹ کو ایسا معلوم ہوا۔ گویا کسی نے تیز بھٹی کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ گھبرا کر وہ پیچھے ہٹا۔ اور کرسی کو پرے پھینک کر قالین پر گر پڑا۔

پہلی چیز جو اس خوفناک شعاع نیلیں کی زد میں آئی ٹیلیفون تھی۔ اس سے آگے ایک لیمپ سٹینڈ اور اس سے بھی پرے آتشدان جس میں آگ جل رہی تھی۔

"اے میرے خدا!" سٹوارٹ نے عالم وحشت میں سر کے بالوں کو زور سے پکڑتے ہوئے چیخ کر کہا۔ "یہ کیا! یہ کیا!"

دفعتاً کمرہ اس قسم کی آوازوں سے بھر گیا۔ جو بے شمار لکڑیوں کے جلنے سے پیدا ہوا کرتی ہیں۔ اور حرارت اتنی بڑھی کہ معلوم ہوتا تھا۔ دوزخ فرش زمین پر اتر آیا ہے۔ اس کے بعد چند مدھم آوازیں سنائی دیں۔ باہر سے وہی پُراسرار دردناک آواز جسے مسز سگیرنگ نے اپنے خاندانی ساز کی قلبی آواز سے منسوب کیا تھا۔ کانوں میں پہنچی۔ اس کے بعد وہ شعلے نیلیں اسی تیزی کے ساتھ جس سے کمرہ میں داخل ہوئی تھی۔ غائب ہوگئی۔ چاند کی روشنی میں ایک دیو قامت سایہ۔ کسی مرد نقاب پوش کا۔ جو باغ کے سبزہ پر نظر آتا تھا۔ وہ بھی مٹ گیا!

ڈاکٹر سٹوارٹ کے سر میں درد کی دھمک ہو رہی تھی۔ اور خون اس تیزی سے چلتا تھا۔ گویا کسی سے مار کھا کر گرا ہے۔ لڑکھڑا کر اٹھا۔ تلخ کثیف دھواں کمرہ کے ہر حصہ میں پھیلا ہوا تھا۔ اور اس طرح کی بو جو دھاتوں کے پگھلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ آ رہی تھی۔

متوحش نظروں سے میز کی طرف دیکھا۔ نوٹ بک خون کا دھبہ غائب ہو چکا تھا!

"او خدا!" اس کے منہ سے پھر نکلا۔ اور دونوں ہاتھ تشنج سے کرسی کی پیٹھ پر جم گئے۔

میز پر رکھی ہوئی لعنت کی ہوئی جلد آہستہ آہستہ سلگ رہی تھی۔ تین انچ لمبا سوراخ آڑی لکیر کی صورت میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک نظر آتا تھا۔ گویا ان میں آگ کے شعلے تیزی سے اٹھ رہے تھے!

باہر گلی میں موٹر کے تھرتھرانے کی آواز سنائی دی۔ شاید وہی گاڑی جو پہلے ٹھیری اب روانہ ہو رہی تھی۔ کمرہ کے اندر دھوئیں کی کثرت سے دم گھٹا جاتا تھا۔ کرسی کی پیٹھ کو بدستور پکڑے ہوئے سٹوارٹ جنون آمیز وحشت سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ یہ خواب ہے یا بیداری۔

اتنے میں وہی موٹر گلی سے نکل کر سڑک پر چل دی۔

اس کے ساتھ ہی کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ یقیناً کوئی آدمی مکان کے عقبی دروازہ کی طرف دوڑا آ رہا تھا۔ سٹوارٹ نے اس کے باڑ پھاندنے اور باغ کی

روشوں پر دوڑنے کی آواز سنی۔

ایک لمحہ بعد کمرہ کا دروازہ کھلا۔ اور ایک آدمی تھکن سے ہانپتا ہوا داخل ہوا بدن مضبوط اور گٹھیلا چہرہ ریش و بروت سے صاف۔ مگر زرد۔ جبڑے اور دہانہ کی ساخت قوت و استقلال پر دال سیاہ بالوں میں سپیدی کی جھلک ملی ہوئی اور آنکھیں جوش باطن سے جگمگا رہی تھیں۔ لباس چست اور خوشنما اور ہاتھوں میں ہلکے بھورے رنگ کے چرمی دستانے تھے۔ اندر آکر لڑکھڑاتے ہوئے ایک کرسی کو سہارے کے لئے پکڑ لیا۔ پھر "ٹیلی فون ٹیلی فون!" اس نے مضطربانہ لہجہ میں کہا۔ "بتائیے۔ آپ کی ٹیلیفون کہاں ہے؟۔۔۔ آہ!"

اب اسکی آنکھیں انداز جنوں سے کھلی ہوئی اور سانس تیز چل رہی تھی۔ فرط حیرت سے منہ کھولے وہ ٹوٹے ہوئے آلہ ٹیلیفون کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اُف! اسے کیا ہوا؟" اس نے آخرکار پوچھا۔

سٹوارٹ اس انداز سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے کوئی آدمی خواب سے جاگ کر دیکھتا ہے۔

"دوزخ آسمان سے اتر کر اس کمرہ میں آگیا تھا۔" اس نے جواب دیا۔ "اس سے آگے۔۔۔ یاد نہیں۔"

"آہ! بچ گیا۔ پھر بچ گیا۔" اجنبی نے انداز حسرت سے کہا۔ "کاش اس وقت ٹیلیفون نے جواب نہ دے دیا ہوتا۔ افسوس۔ افسوس!"

وہ اس طرح کرسی پر بیٹھ گیا جیسے تھکا ہوا آدمی گر جاتا ہے۔ اور خاکی رنگ کی ٹوپی اتار کر پیشانی کو ریشمی رومال سے پونچھا۔ سٹوارٹ اسی طرح خواب آلود آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کمرہ میں اب تک کثیف دھوئیں کی تیز بو آ رہی تھی۔

"کتنا عجیب معاملہ ہے" اجنبی نے جلی ہوئی ٹیلیفون کو دیکھکر کہا۔

"معاف کیجیے" سٹوورٹ نے اپنے منتشر حواس کو جمع کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "مجھے اب تک معلوم نہیں۔ آپ کہاں سے آئے ہیں؟"

"باغ میں ایک درخت سے" اس نے جواب دیا "بس یہی ایک رستہ تھا"

"درخت سے!" سٹوارٹ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں۔ مگر میری بے وقوفی تھی۔ مجھ ایسا بوجھل آدمی آسانی سے درختوں پر چڑھ اتر نہیں سکتا۔ مگر کیا کرتا؟ اب اس معاملہ کو پھر نئے سر سے شروع کرنا پڑے گا۔"

سٹوارٹ کو اسکی فرزانگی پر شک ہونے لگا۔ اسکی بہکی باتوں سے پگلے پن کی بو آتی تھی "کیا میں دریافت کرسکتا ہوں آپ کون ہیں اور یہاں کس لئے تشریف لائے ہیں؟" اس نے دریافت کیا۔

"آہ!" اجنبی نے طفلانہ مسرت سے قہقہہ لگا کر کہا "معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے پہچانا نہیں میں فرانس کی خفیہ پولیس کا انسپکٹر ہوں۔ میرا نام گیسٹن میکس ہے!"

"گیسٹن میکس!" سٹوارٹ نے اسکی طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "گیسٹن میکس! مگر وہ تو مر چکے۔ آج صبح میں نے ان کی لاش کا معائنہ کیا تھا۔ اور کل اس لاش کے طبی امتحان پر یہ جاننے کی کوشش کروں گا۔ کہ اس میں زہر کے آثار ہیں یا نہیں"

"زہر! ہوا! ہوا!" اجنبی نے زور کا قہقہہ لگا کر کہا۔ "خیر آپ تکلیف نہ کیجیئے۔ اسے زہر وہر کچھ نہیں دیا گیا۔ نہ وہ آدمی گیسٹن میکس تھا۔ آپ میری بات کو سچ جانیں۔ کیونکہ مجھی نے بد قسمتی سے اسکا گلا گھونٹا تھا۔"

جلد اول ختم ہوئی

جلد دوم

ایم گیبٹن سکیس کا بیان

پہلا نصف حصہ

حسین رقاصہ

باب - ۱

زہرۃ الخلا

میں گیبٹن سکیس۔ راقم سطور ہذا اپنے اس بیان کی دو نقلیں اس خیال سے تیار کرتا ہوں کہ ایک سر ڈی ڈاشور لی پریں اور دوسری نیو سکاٹ لینڈ یارڈ لندن میں داخل کر دوں۔ تاکہ میرے بعد دونوں ملکوں کی خفیہ پولیس کو "کچھو" کا سراغ لگانے کے اس کام میں۔ جو میں نے شروع کیا تھا۔ مگر تمام نہیں کر سکا۔ آسانی ہو۔ چونکہ مجھے ہر لحظہ اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اس لئے قتل کی ان ساری وارداتوں کے بارہ میں جن کا سراغ ایک شخص داعار کے ایما۔ اشارہ یا تحریک کی طرف جاتا ہے۔ میں ان تمام حالات کو جو مجھے اس بارہ میں اب تک معلوم ہوئے ہیں۔ قلمبند کرتا ہوں۔ دو سر بمہر لفافے دونوں ملکوں کی خفیہ پولیس کے دفتروں میں رکھوا دیئے جائیں گے کہ ایک کو پیریں کی خفیہ پولیس کھولے گی۔ دوسرے کو صاحب اسسٹنٹ کمشنر محکمہ خاص متعلقہ

جرائم بین الاقوامی۔ ان کا لفافہ نیو سکاٹ لینڈ یارڈ میں اس وقت تک محفوظ رہے گا۔ حتّٰی کہ میری زندگی کے ساتھ میری تحقیقات کا سلسلہ ختم ہو جائے۔

آغا: واقعات کی دریافت کے متعلق انتہائی جدوجہد سے میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ یہ ہے کہ معاملہ صحیح معنوں میں روس کے نامی سپہ سالار گرینڈ ڈیوک آئیون کی سیاحت پیرس کے زمانہ سے شروع ہوا۔ وہ بھیس بدل کر ایک متوسط الحال امیر کی حیثیت میں پیرس آئے تھے۔ مگر سروس ڈا شوری کو ان کی آمد کی اطلاع پہلے مل گئی۔ اور اسکی طرف سے مجھے ان کے زمانہ قیام پیرس میں ان کی حفاظت اور نگہبانی پر مقرر کیا گیا۔ چونکہ یہ کاروائی گرینڈ ڈیوک کی لاعلمی میں ہوئی تھی۔ اس لیئے میں بھیس بدل کر ان کے آس پاس رہتا۔ اسی سلسلہ میں میں نے گرینڈ ڈیوک کے خادم کاسیمیر سے بھی دوستانہ پیدا کیا۔ امیروں کے ویلٹ۔ سچ پوچھو تو ان کے معتمد خاص ہوتے ہیں۔ اور اس طبقہ کے خادموں سے مالک کی کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ میں نے تھوڑے ہی عرصہ میں کاسیمیر سے گرینڈ ڈیوک کے اس بھیس میں پیرس آنے اور ایسے پرآشوب زمانہ میں اس جگہ قیام کرنے کی وجہ معلوم کر لی۔ ان کی عاشقانہ طبیعت کا حال مجھے پیشتر معلوم تھا۔ اس لئے خیال تھا۔ کہ معاملہ کی تہ میں ضرور کسی پری جمال عورت کی ذات ہوگی۔ کاسیمیر کی باتوں سے ثابت ہو گیا۔ کہ میرا اندازہ غلط نہ تھا۔ واقعی ایک عورت کی کشش انہیں پیرس لائی۔ اور وہ عورت حسین کیا۔ حسینوں کی سرتاج تھی!

یوں تو دنیا جانتی ہے کہ پیرس حسن کا مرکز ہے۔ مگر ہر چیز کی طرح خوبصورتی کے بھی مدارج سمجھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ جب سے اس شہر کی عورتوں پر انوکھے فیشن کی دھن سوار ہوئی ہے۔ انہوں نے بناؤ سنوار کے پردہ میں ایک حد تک اپنے حسن عالم آشوب کو ملیامیٹ کر دیا ہے۔ نیچی ہیونٹ کے چست کپڑوں نے ان کے جمال دلفریب کو عریاں کر کے پہلے ہی اغدار کر دیا تھا۔ مگر جب سے بال کٹوانے اور پٹھے رکھنے کا مردانہ فیشن چلا ہے پیرس

عورت کی عشوہ گری اور سحر آگینی سو میں ایک درجہ رہ گئی ہو تو ہو۔ ورنہ بعض ناقدوں کی نظروں میں تو اتنی بھی نہیں رہی۔ اس کے باوجود جیسا میں نے لکھا ہے۔ پیرس کے خوبصورتی کا مرکز ہونے میں کلام نہیں۔ دیس بدیس سے ہر رنگ وروپ۔ ہر انداز حسن۔ ہر طبقہ جمال کی عورتیں اس شہر میں جمع ہوتی ہیں۔ اور زمانہ جنگ میں تو ان کی بہتات اور زیادہ ہو جاتی ہے پچھلی جنگ میں اکثر ایسی عورتوں کو جن کے ایک تبسم دلفریب یا چشم فسوں ساز کے ایک اشارہ خفیف پر صدہا جوان سر کٹانے کو تیار ہوتے۔ بندوق کی بے رحم نالی کا نشانہ بننا پڑا۔ کیونکہ سب سے زیادہ حسین عورتیں ہی سب سے خطرناک جاسوس سمجھی گئی ہیں۔ بہرحال میں اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر فخر یہ کہہ سکتا ہوں کہ میری تحریک پر کبھی کسی عورت کی ہلاکت کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ خواہ آپ اسکو میری حساس طبیعت کی کمزوری کہیں۔ خواہ میرے قلب حسن پرور کی روئیدسنی۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ اگر کوئی خطاکار عورت میری گرفت میں آئی۔ اور وہ عورت خوبصورت ہوئی۔ تو ضرور۔۔۔ کسی نہ کسی طرح بچکر نکل گئی۔ یوں میں اپنے فرض سے اتنا غافل بھی نہیں ہوں کہ آئندہ اسکی نگرانی سے لاپروا ہو جاؤں یا اسکو بری صحبتوں سے الگ رکھنے کا انتظام نہ کروں۔ بہرحال میری وجہ سے کبھی کوئی عورت۔ خصوصاً خوبصورت اور جوان عورت سزائے موت سے دوچار نہیں ہوئی۔۔۔ اور نہ ہوگی۔ لیکن یہ فقرہ معترضہ تھا۔ خیر۔

جیسا میں نے لکھا ہے گرینڈ ڈیوک آئیون کے خادم کالیمیر سے معلوم ہوا کہ ایک پری جمال رقاصہ نے جو مونٹ مارٹر کے ایک تھیٹر میں کام کرتی تھی۔ ممدوح کے نام روس میں خط لکھا جس کے ساتھ اس کا فوٹو ملفوف تھا۔ اور ڈیوک کے دستخطی رقعہ کی درخواست کی گئی تھی۔

عشق کا شعلہ بھڑکانے کو یہ ایک چنگاری کافی تھی۔ ہفتہ کے اندر اندر نہ صرف گرینڈ ڈیوک کے دستخط پہنچ گئے۔ بلکہ اسی رقعہ میں اس نازنین سے پیرس کے ایک اعلیٰ ہوٹل میں شریک دعوت ہونے کی درخواست بھی کی گئی۔ گل کی کشش بلبل کو روس کے ویرانہ

سے ماسان پیرس میں لے آئی۔ ایک طرف مرد ہو۔ اور حساس۔ دوسری طرف عورت ہو اور پری چہرہ۔ تو... میں اہل عالم سے سوال کرتا ہوں۔ کتنے آدمی اس تحریص پر غالب آسکتے ہیں؟ چالباز عورتیں مالدار احمقوں کو جس عیاری سے دام حسن میں پھنساتی ہیں۔ اس کی داستان پرانی ہے۔ یہ قصہ میرے ہاتھوں محتاج توضیح نہیں۔

کاہمیر کی باتیں میرے لئے کئی پہلوؤں سے دلچسپ تھیں۔ گرینڈ ڈیوک کے رتبہ اور وجاہت کو دیکھتے ہوئے میرے لئے ہر اس آدمی پر شک کرنا قدرتی تھا۔ جو ان تک رسائی کی کوشش کر رہا ہو... سیاسی شبہات جو تمام بین الاقوامی شہرت رکھنے والی عابقدر ہستیوں کے ملاقاتیوں پر ہوا کرتے ہیں۔ نگران کے علاوہ زہرۃ الخلا۔ یعنی مونٹ مارٹر کی اس نازک ادا رقاصہ کے خلاف میرے دل میں کچھ ذاتی شکوک بھی تھے جن کا حال آگے چل کر معلوم ہوگا۔

زہرۃ الخلا یعنی شگوفۂ صحرا۔ اس کافر جمال حسینہ کا نام تھا۔ اور وہ اپنے آپ کو مصر کی رہنے والی ظاہر کرتی تھی۔ کچھ شک نہیں اسکی آنکھیں مصری عورتوں کی طرح بادام کی شکل رکھتی تھیں۔ مگر رنگت... دودھ کی سپیدی پر گلاب کی شگفتہ رنگت جو اس کی مغربیت پر دلالت کرتی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اسکی رگوں میں کچھ مشرقی خون بھی ہو۔ نگران تیز آنکھوں کو اگر کوئی بھاری مغالطہ نہیں ہوا۔ تو میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ عورت افریقہ سے بہت زیادہ مادر یورپ کی حسین دختر تھی۔

جاسوس کی نظر سب سے زیادہ غیر معمولی باتوں کی طرف جاتی ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ یہ نازک ادا رقاصہ جس کے جمال جہاں آرا اور کمال سحر افزا کی سارے پیرس میں دھوم تھی۔ جس کی خوش خرامی اور خوش خصالی کا چرچا ہر کوچہ و بازار میں ہو رہا تھا۔ اور جس کے متمنی پیرس کے نہایت کامیاب تھیٹروں کے مالک اور ڈائرکٹر تھے۔ کئی ہفتوں سے مونٹ مارٹر کے اسی چھوٹے سے منڈوے میں ٹھیری ہوئی تھی۔ تعجب اس بات کا تھا

کہ وہ اپنی عالمگیر شہرت سے فائدہ اُٹھا کر میدان ترقی میں قدم رکھنے سے کیوں ہچکچاتی ہے؟

کئی طرح کے شبہات دل میں لئے میں ایک دن تھیٹریکل ایجنٹ کی حیثیت میں اس سے ملنے گیا۔ تھیٹر کے دروازہ پر اس جگہ کا مینجر ملا جس نے میرے استفسار پر بڑے خشک لہجہ میں جواب دیا کہ زہرہ انخلا کسی آدمی سے۔ خواہ وہ تھیٹر کی لائن سے تعلق رکھتا ہو۔ یہ نہیں ملتی۔ سٹیج کے اس دروازہ پر جو ایکٹروں کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ ایک چھوٹی مگر شاندار موٹر کھڑی تھی۔ معلوم ہوا میڈموازل زہرہ اس پر سوار ہو کر گھر جاتی ہے۔ اس انکار سے میرے شبہات اور بڑھ گئے تھے۔ خیر اس وقت تو واپس چلا گیا۔ لیکن اگلی رات دوسرے بھیس میں پھر منڈوے کے پاس چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ آخر کھیل ختم ہوا۔ اور وہ رخصت ہونے لگی تو میں سایہ کی طرح دیوار کے ساتھ تھا۔

تھیٹر سے نکلی تو سمور و نقاب میں اس قدر لپٹی ہوئی تھی۔ کہ صورت پہچاننا مشکل تھا۔ ایک سیاہ فام ہندوستانی نے جس کے سر پر سپید پگڑی اور گلے میں موٹر ڈرائیوروں کی وردی تھی۔ موٹر کی کھڑکی کھولی۔ زہرہ کو بٹھا کر گرم کپڑا زانوؤں پر رکھ دیا۔ اس کے بعد خود آگے بیٹھ کر موٹر چلانے لگا۔ ایک دو منٹ کے عرصہ میں وہ موٹر نظروں سے غائب ہو گئی۔

دو چالوں میں ناکام رہ کر میں نے تیسری کوشش اس موٹر کے سراغ کی شروع کی معلوم ہوا وہ زہرہ انخلا کو ہوٹل سے منڈوہ تک اور منڈوہ سے ہوٹل تک لانے لے جانے کے لئے کرایہ پر لی گئی ہے۔ ہوٹل جس میں وہ رہتی تھی پیرس کے ایک غیر آباد محلہ میں واقع اور بالکل چھوٹا سا تھا۔ میں نے ایک آدمی کو پریس رپورٹر کے بھیس میں ملنے اور اخبار کے لئے ملاقات کرنے کے بہانے اس کے پاس بھیجا۔ وہ نہ ملی۔ اب میرا شوق دریافت حد انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ ایک مالدار رئیس کی حیثیت میں میں نے اسے پھولوں کا خوشنما گلدستہ اور اسکے ساتھ اپنے فرضی نام کا کارڈ اور مودبانہ تعریف کا خط روانہ کیا۔ یہ بھی واپس آ گیا۔ میرے

اصرار پر پیرس کی گھڑ چڑھی فوج کا ایک نہایت شکیل و خوش رو افسر اس سے ملاقات کرنے گیا مگر شرمندہ و ناکام واپس آیا۔

واللہ یہ نازنین صحرائی کوئی غیر معمولی پراسرار ہستی تھی!

یہ جاننے کے بعد کہ ایسی ناقابل رسا خاتون۔ جسے کوئی لاسہ دام تدبیر میں نہیں لا سکتا۔ گرینڈ ڈیوک کے نام خود چٹھیاں لکھتی اور اپنا فوٹو بھیجتی ہے۔ میری متجسس طبیعت کا جوش تحقیق حد انتہا پر جا پہنچا۔ معلوم ہوتا تھا۔ اس معاملہ کی تہ میں ضرور کچھ بھید ہے چھ درجہ اول کے آدمی جن میں سے ہر ایک فن سراغرسانی میں یکتا تھا۔ منتخب کرکے میں نے تین کو گرینڈ ڈیوک آئیون کے ہوٹل کا پہرہ دینے اور تین کو زہرۃ انخلا کی ہر نقل و حرکت کی نگرانی پر مامور کیا۔ ان کے علاوہ دو آدمی ہندوستانی موٹر ڈرائیور اور دو میرے دوست کاسیمیر کی جاسوسی پر مقرر رہے۔ خفیہ پولیس کی تطریب ایسے معاملات میں دوست دشمن کی بہت کم تمیز کرتی ہیں۔

غرض میرے ماتحتوں میں سے دس بہترین آدمی۔ جو تحقیق و تفتیش کے میدان میں سو کا منہ پھیر دیں۔ مصروف کار ہو گئے۔

اب تک اس معاملہ میں کوئی خاص واقعہ ظاہری اہمیت رکھنے والا پیش نہ آیا تھا اس کے باوجود گرینڈ ڈیوک چونکہ ایک عام آدمی کے بھیس میں سفر کر رہے تھے۔ اور روسی گورنمنٹ ان کے متعلق روزانہ خبروں کی بے چینی سے منتظر تھی۔ اس لئے یہ سارے انتظامات عمل میں لانے پڑے۔ گورنمنٹ روس کو مطلق علم نہ تھا۔ کہ وہ کس غرض سے پیرس گئے ہیں۔ اور اس بارہ میں ہر قسم کی واقفیت مہیا کرنا میرا فرض تھا۔

کاسیمیر سے میری پہلی ملاقات ہوئی۔ تو گرینڈ ڈیوک کو پیرس آئے تین گئے تھے۔ اور میں نے سنا وہ ہر وقت بھوکے شیر کی مانند بھرے ہوئے رہے اس اس لئے کہ مونٹ مارٹر کی رقاصہ نے ان کے رقعہ دعوت کا کچھ جواب نہ اور

اس کے بعد جب وہ خود اس سے ملنے تھیٹر میں گئے، تو وہاں بھی اسی سرد مہری سے پیش آئی۔ جس سے اوروں کے ساتھ پیش آچکی تھی۔

اس سے میری حیرت اور بڑھ گئی۔ اور میں نے دسوں نامہ نویسوں کی خبروں کا غیر معمولی اشتیاق سے مطالعہ کرنا شروع کیا۔

مختلف رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ اس عورت کو پیرس آئے دو مہینے ہو گئے، غیر آباد محلہ کے اس ہوٹل میں چند کمرے اس کے پاس تھے۔ اور وہیں اس کا کھانا پہنچایا جاتا تھا۔ ہندوستانی کے سوا جو اس کی موٹر چلاتا تھا۔ اور کوئی نوکر اس کے پاس نہ تھا۔ جب کبھی کمرہ سے نکلتی تو ہمیشہ نقاب لیکر نکلتی۔ اور ان اوقات کے سوا جب اسے منڈوہ جانا یا وہاں سے واپس آنا ہو نکلتی بھی نہ تھی۔ میرے آدمیوں نے اس کی موٹر کا پیچھا کیا۔ مگر کوئی قابل اعتراض بات دیکھنے میں نہ آئی۔ ہر روز شام کو سیر کرنے ضرور جاتی۔ اور ایسے موقعوں پر اس کا دستور تھا کہ موٹر کو بالئے ڈابولون کے ایک خاص مقام پر چھوڑ کر مطلع صاف ہو تو تھوڑی دور باغ میں پیدل جاتی۔ مگر اتنا ہی۔ کہ ہندوستانی خادم کی نظروں کے سامنے رہے۔ اس کے بعد پھر اسی موٹر پر بیٹھ کر واپس آجاتی۔ اس روزانہ تفریح کے سوا نہ کسی سے ملتی۔ نہ کسی کے ہاں جاتی۔ نہ کسی کو اس کے پاس آنے کی اجازت تھی۔

یہ حالات ان آدمیوں نے مہیا کئے، جنھیں میڈ موازل کی نگرانی پر مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے ہندوستانی خادم کے حالات پر رجوع کیا۔

معلوم ہوا وہ ایک۔ ایسے مکان کی بالائی منزل پر رہتا ہے جس میں عام طور ... دستر اور اسی طبقہ کے اور لوگ بود و باش رکھتے تھے۔ وہ خود ہی کھانا پکاتا اور اول اور ربنیتی پر گذر اوقات کرتا تھا۔ دن بھر کا پروگرام یہ تھا۔ ہل میں جاکر موٹر کی دیکھ بھال کرتا۔ سے لیکر مالکن کے پاس جاتا۔ جہاں

اس کو جاتا ہوئے جاتا۔ اور رات کو پھر اپنے مکان پر چلا آتا۔ میڈموازل کو تھیٹر سے لاکر ہوٹل میں چھوڑنے کے بعد وہ کبھی کبھی رات کو مکان سے باہر بھی جاتا۔ لیکن گو ایسے موقعوں پر میرے آدمیوں نے اس کا پیچھا کیا۔ مگر ہر قسم کا سراغ لگانے میں ناکام رہے۔ میں نے جن دو آدمیوں کو کاسیمیر کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔ ان میں سے ایک کو ہندوستانی موٹر ڈرائیور کے سابقہ جاسوسوں میں شامل کر دیا۔ اور ایک کو ہٹا لیا۔ کیونکہ کاسیمیر کے بارہ میں جس قدر حالات معلوم ہوئے۔ ان سے یہی پتہ چلتا تھا کہ بہت نیک اور شریف آدمی ہے۔ اس کے علاوہ پر اسرار ہندوستانی کی نقل و حرکت معلوم کرنے کی کاسیمیر کی نگرانی سے زیادہ ضرورت تھی۔ اب گویا تین آدمی اس ایک کے پیچھے لگے ہوئے تھے

دو دن بعد خبر آئی۔ کہ یہ شخص رات کو دریا کے کنارے ایک ادنے قسم کے قہوہ خانہ میں جاتا ہے۔ جس کا مالک ایک دیو ہیکل۔ سیاہ فام فرانسیسی تھا۔ اور جہاں عام طور پر اس طبقہ کے لوگ جو چھوٹے دوکانداروں اور عادی مجرموں کے درمیان جامع ہے۔ مثلاً پھیری والے بزاز۔ بھانڈ۔ مداری اور سگرٹ ساز۔ عموماً جایا کرتے تھے۔

اس سے میرے دل میں کچھ کچھ امید پیدا ہونے لگی۔ انہی ایام میں گرینڈ ڈیوک مایوس و ملول ہو کر پیرس سے واپس جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مگر چونکہ انہیں فولیبز تھیٹر کی ایک رنگین مزاج ایکٹرس کے جاں بخش تبسم میں عارضی دلبستگی حاصل ہو گئی تھی۔ اس لئے روانگی آج سے کل پر ملتوی ہوتی جا رہی تھی۔ کم از کم ان کے چند دن تک رخصت ہونے کی امید نہ تھی۔ اس کے علاوہ اپنی سپاہیانہ زندگی کی وجہ سے وہ اس قسم کی طبیعت رکھتے تھے۔ جو مشکلوں سے مغلوب ہونے کی بجائے اور زیادہ متحرک ہوتی ہے۔

خیر تو جس روز میرے آدمی نے پر اسرار ہندوستانی کا سراغ ساحل دریا کے اس قہوہ خانہ تک لگایا۔ اس رات یہ شخص قریباً ایک گھنٹہ وہاں رہا۔ کبھی سگرٹ اور

کبھی ایک قسم کا شربت پینے لگتا۔ اور اس اثنا میں میرا آدمی سایہ کی طرح اس کے ساتھ تھا ایک گھنٹہ بعد قہوہ خانہ کا مالک اسے ایک چھوٹے سے کمرہ میں جو غالباً اس کی ذاتی سکونت کے لئے تھا لے گیا۔ اور اندر جا کر دروازہ بند کرلیا۔ دونو آدمی۔ ہندوستانی اور قہوہ خانہ کا مہتمم۔ چند منٹ اس کمرہ میں رہے۔ اس کے بعد اول الذکر باہر نکلا۔ اور اپنے مکان کو چلا گیا۔ اس اندرونی کمرہ میں جہاں دونو آدمی گئے تھے۔ ٹیلیفون لگی ہوئی تھی۔ اور میرے کارکن کی رائے میں وہ اس ٹیلیفون کے استعمال کے لیے ہی وہاں گئے تھے۔ اگرچہ یہ جاننا غیر ممکن تھا کہ وہاں جا کر انہوں نے کسی سے کچھ کہا یا باہر سے کسی کا پیغام وصول کیا۔

اس پر میں نے ٹیلیفون کی لائن ٹیپ کرادی۔ یعنی ایسا انتظام کرایا جس سے اس گفتگو کو جو اس آلہ پر ہو بیچ میں کسی اور مقام پر سنا جا سکے۔ اس سے اگلی رات وہ ہندوستانی پھر اسی قہوہ خانہ میں گیا۔ میرا آدمی بدستور اس کے ساتھ تھا۔ خود میں اس مقام پر متعین تھا جہاں اس لائن کی گفتگو کو بیچ میں سنا جا سکتا۔ عین اس وقت جب میرے آدمی کی رپورٹ کے مطابق پہلی رات وہ ہندوستانی اور قہوہ خانہ کا مالک ٹیلیفون کی کوٹھری میں گئے تھے۔ فون پر آواز آئی۔ "کوئی شخص میگل سے گفتگو کرنا چاہتا ہے" یہ مالک قہوہ خانہ کا نام تھا۔ اس کے بعد اس کی بھاری آواز جواب دیتی سنائی دی۔ پہلی آواز جس نے میگل کو طلب کیا۔ بہت صاف مگر سنسناتی ہوئی تھی جس کا لہجہ کسی فرانسیسی یا اور باشندہ یورپ سے نہ ملتا تھا۔ اس کے بعد دونو میں گفتگو شروع ہوئی۔

"میگل"

"جی ہاں میگل"

"بچھو کے نام پر چند لال کو بلاؤ"

"بہت اچھا"

بچھو کا لفظ سنتے ہی میرا دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔

سخت جوش کی حالت میں دم روکے ہوئے میں تھوڑی دیر انتظار کرتا رہا۔ اس اثنا میں غالباً میگل نے چندولال ہندوستانی کو باہر سے بلایا ہوگا۔ یکایک ایک اور آواز سنائی دی۔ جو زہرۃ النخلا کے ہندوستانی خادم کی آواز سے ملتی تھی۔

"فرمایئے۔ چندولال حاضر ہے۔"

میں زور سے لب بند کر کے کھڑا ہوگیا۔ اس اہم گفتگو کا ایک لفظ گوش انداز نہ ہونا چاہیئے۔

"بچھو کے نام پر سنو۔" ادھر سے آواز آئی۔۔۔ اس کے بعد گفتگو ہندوستانی زبان میں شروع ہوگئی۔ جس کے متعلق میری معلومات فقط دس بارہ لفظوں تک محدود ہیں!

باب - ۲

گرینڈ ڈیوک آیبون کا عشق

ہر چند میری کوششوں میں خلاف امید رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی۔ پھر بھی میں نے تین باتیں معلوم کرلیں۔ اول یہ کہ میگل یعنی قہوہ خانہ کا مالک زہرۃ النخلا کے ہندوستانی نوکر سے ملا ہوا ہے۔ دوم یہ کہ ہندوستانی خادم کا نام چندولال ہے۔ اور سوم یہ کہ چندولال کو ایک تیسرے آدمی کی طرف سے ٹیلیفون کے بعض خفیہ پیغامات موصول ہوتے ہیں اور یہ آدمی ان پیغامات کو "بچھو" کے نام پر روانہ کرتا ہے۔

میرا ایک آدمی اس رات بھی حسب معمول قہوہ خانہ میں تھا۔ مجھے اس کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ جب میگل نے ٹیلیفون کے کمرہ میں بلایا اور جب میں نے باتیں کرتے

ہوئے سنا۔ درحقیقت ہندوستانی موٹر ڈرائیو رہی تھا۔ ادہر ان شخصوں نے گفتگو کا سلسلہ ختم کیا۔ ادہر میں نے دفتر ایکسچینج کو بلایا۔ اہل عملہ کو پہلے خبردار کر دیا گیا تھا۔ وہ میرے استفسار کے لئے تیار تھے۔

"کس نمبر کی طرف سے گفتگو ہوئی تھی ؟" میں نے مرکزی دفتر سے پوچھا۔

افسوس ایک نئی رکاوٹ اور حائل ہوئی۔ وہ پیغام کسی عام دفتر سے جہاں ہر شخص فیس ادا کر کے ٹیلیفون استعمال کر سکتا ہے بھیجا گیا تھا۔ یعنی بچھو کا سراغ اس ذریعہ سے بھی ناممکن ہو گیا۔

لیکن مایوس ہونا خفیہ پولیس کی تربیت اور سر دس ڈاؤنرٹی کی روایت کے خلاف ہے۔ مکان پر واپس جا کر میں نے وہ باتیں جو اب تک معلوم ہوئی تھیں۔ نوٹ بک میں درج کیں۔ ایک خاص بات جو میں نے دریافت شدہ حالات سے اخذ کی۔ یہ تھی کہ معاملہ کی تہ میں ایک فتنہ پرداز حسین عورت کا نہیں کسی نامعلوم پر اسرار شخصیت کا ہاتھ ہے جسے بچھو کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور وہ عورت دراصل اسی کا آلہ کار ہے۔ اب اسکی زندگی کے بعض پہلو جو پردہ راز میں چھپے ہوئے نظر آتے تھے واضح ہو گئے وہ کسی خاص مقصد کے لئے پیرس میں ٹھیری ہوئی تھی۔ کسی پر اسرار مدعا کے لئے جس کا تعلق گرینڈ ڈیوک آئیون کی ذات سے تھا۔ گویا زہرۃ الملا کی طرف سے جو تحریک ہوئی۔ وہ عشق نہیں سیاست پر مبنی تھی۔

جن آدمیوں کو میں نے گرینڈ ڈیوک کی نگہداشت پر مامور کر رکھا تھا۔ ان میں سے ایک کو پہلی رات ٹیلی فون پر بلا کر دن بھر کا حال پوچھا۔ تو معلوم ہوا اس روز ڈیوک نے روڈی لاپائی کے ایک نامی جوہری کی دوکان سے بڑا قیمتی زیور خرید کر قاصد کے پاس بھیجا تھا۔ اس ستم کیش حسینہ نے اس کو بھی واپس کر دیا۔

اگلی صبح کو میں نے کا میسیر سے اس قہوہ خانہ میں ملاقات کی جہاں اسکی آمد و رفت

تھی۔ اس نے بیان کیا۔ میں نے اعلیٰ حضرت کے ایما پر تحقیق کیا ہے کہ زہرۃ النخلا ہر روز شام کو بائے دا بولون کے باغ کی سیر کرنے جاتی ہے۔ اور سرکار نے شام کو اسی باغ میں جب وہ تنہا سیر کر رہی ہو اظہار مدعا کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ معلوم کرتے ہی میں نے اس موقعہ کی تیاری شروع کر دی۔ معمولی مزدور کا بھیس بدل کر میں نے خوراک کا سامان اور ایک چھوٹی بوتل شراب کی باسکٹ میں رکھی اور باغ کے اس حصہ میں جا کر بیٹھ گیا جہاں ڈیوک کی پری جمال معشوقہ عموماً سیر کرنے آتی تھی۔ اور واقعات کا انتظار کرنے لگا۔

سب سے پہلے ہز ہائی نس اپنے خادم خاص کا بمیر کے ساتھ وارد ہوئے۔ آخر الذکر نے ان کو وہ روشیں دکھائیں جن پر زہرۃ النخلا سیر کیا کرتی تھی۔ اور وہ جگہ بھی بتائی۔ جہاں اس کا ہندوستانی خادم موٹر لیے انتظار کرتا تھا۔ اس کے بعد دونو چلے گئے۔ میں ایک چھتنارے درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ ٹھنڈی عطر بیز ہوا چل رہی تھی۔ اور درختوں کی ٹہنیوں پر پرندے چہچہاتے تھے۔ میں نے کھانے کا باسکٹ سامنے رکھ لیا۔ اور لنچ کھانے کے بہانہ سے سڑک کی طرف دیکھنے لگا۔

قریباً تین بجے رقاصہ کی موٹر نمودار ہوئی۔ اور زہرہ جبیں نے حسب معمول ترکی فیشن پر چہرہ کا زیرین حصہ نقاب میں چھپایا ہوا تھا۔ انداز دلربا سے اتری۔ ایک لمحہ کے لیے اس نے ہندوستانی خادم کو دبے لفظوں میں کچھ کہا۔ اس کے بعد اس سمت میں جہاں میں درخت کے نیچے سامان اکل کھولے بیٹھا تھا چلنے لگی۔ اس کی خوش رفتاری اور کبک خرامی کی تعریف میں کیا بیان کروں۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ حور جنت دنیاوی بہشت کی سیر کرنے آئی ہے۔ چند قدم چلکر ٹھہر جاتی۔ اور ہری ہری شاخوں میں پھدکتی ہوئی چڑیوں کو دیکھنے لگتی۔ کبھی روش کے کنارہ کسی خودرو پھول کو نازک انگلیوں سے چھو کر دیکھتی۔ اس کے بعد پھر آگے کی طرف چلنے لگتی۔ اس [illegible] سبزہ کے فرش پر بیٹھا چھری کی نوک سے پنیر چاٹتا۔ اور بوتل کو منہ لگا [illegible] رہا تھا۔

یکایک اس نے مجھے دیکھ لیا۔

موٹر سے اترنے کے بعد اس نے باغ کی تازہ اور خوشگوار ہوا کا حظ کامل حاصل کرنے کے لئے زریں نقاب بھی ہٹادی تھی۔ اب تک میں چھپی نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا اب جو ٹھٹکی اور میری طرف شکی نظروں سے دیکھنے لگی۔ تو میں نے بھی چار آنکھیں کیں۔ اوہ! کس بلا کا حسن تھا۔ اسے دیکھتے ہی دل میں جھرجھری آگئی۔ لب نازک۔ نگاہیں بے باک۔ چہرہ طرب اندوز جس پر سیتھروگل کی روح پرور شگفتگی پائی جاتی تھی بشرق کے سوابہوں اور مغرب کے سینکڑوں سنگار اس قدرتی پھبن پر نثار ہوتے تھے۔ اسے دیکھ کر میرے دل میں بے اختیار بدنصیب گرینڈ ڈیوک کی ہمدردی کا احساس پیدا ہوا۔ اس کی جگہ میں ہوتا۔ اور اس کی طرح مجھ سے ایک بار عنایت اور اس کے بعد نفرت کا سلوک کیا جاتا تو۔۔ غالباً یہ داستان میرے ساتھ ہی دریائے سین کے تہ نشین ہوتی!

خیر تو میں نے جب اس کی طرف دیکھا تو وہ اس روش پر مجھ سے چند قدم دور عالم حیرت میں ڈوبی ہوئی میری طرف گھور رہی تھی۔ میں نے بیٹھے بیٹھے ٹوپی چھو کر سلام کیا اور کہا۔

"میڈموازل کس قدر سہانا موسم ہے۔"

"ہاں" اس نے مختصر جواب دیا۔

میں بدستور پنیر کھانے میں مشغول رہا۔ اور وہ بظاہر میری طرف سے مطمئن ہو کر آگے کی طرف چل دی۔ بیس گز آگے صاحب گرینڈ ڈیوک منتظر تھے۔ ادھر میں نے چھری کو اس کاغذ پر رکھ کر جس میں روٹی اور پنیر لپٹا ہوا تھا۔ شراب کی بوتل اٹھائی۔ ادھر صاحب والا قدر درختوں کے کنج سے باہر نکلے۔ اور زہرہ کو جھک کر سلام کیا۔

وہ چونک کر پیچھے ہٹی۔ اس کی حرکت میں آہوئے رم کردہ کا اضطراب تھا۔ قبل اس کے کہ میں اٹھ کر کھڑا ہوتا اس نے چھوٹی ٹھگنی سیٹی جیب سے نکال کر بجائی۔

میں نے تعجب اس نظارہ کو دیکھا ہے تو صاحب گرینڈ ڈیوک ہس کی نازک کلائی پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے۔ غلط فرانسیسی میں اسکی تعریف کے پُرجوش الفاظ کہہ رہے تھے۔ اور وہ قدم قدم پیچھے ہٹتی جاتی تھی۔ سب اس کا حسین چہرہ پھر نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ یکا یک کسی کے دوڑتے ہوئے آنے کی آواز میرے کانوں میں پہنچی۔ میں سمجھ گیا۔ چندو لال بھاگا آرہا ہے۔ اب میرے لئے وقت عمل تھا۔ دوڑکر پاس گیا۔ اور زہرہ اور گرینڈ ڈیوک کے درمیان کھڑے ہوکر کہا۔

"میڈموازل! کیا یہ صاحب آپ کو تنگ کرتے ہیں؟"

"پاجی۔ سور۔ ہٹ جا!" گرینڈ ڈیوک نے قہر آلود ہوکر کہا۔ اور اپنے طاقت ور ہاتھ کا دھکا دے کر مجھے ایک طرف گرادیا۔

"صاحب میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں"۔ زہرۃ النحل نے حیرت خیز سکون کے لہجہ میں مجھ سے کہا۔ "مگر آپ تکلیف نہ کریں۔ میرا نوکر آرہا ہے۔"

میں کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ ہی رہا تھا کہ چندو لال نے پیچھے سے گرینڈ ڈیوک پر وار کیا جیسی پُرخوف چمک سیاہ فام ہندوستانی کی آنکھوں میں میں نے اس وقت دیکھی۔ وہ کبھی کسی انسان کی حالت میں نہیں دیکھی گئی جس طرح شیر کی آنکھیں شکار کا پیچھا کرتے وقت جگمگاتی ہیں۔ اسی طرح اسکی آنکھیں مشتعل تھیں اور دانت کسی وحشی حیوان کی طرح چمکتے تھے۔ اس کا لاغر جسم بجلی کی تڑپ کے ساتھ ہوا میں اچھلا اور حریف کے طاقتور بدن پر اس طرح گرا جیسے کوئی درندہ جھپٹا لگا کر گرتا ہے۔ گندمی رنگ کی لمبی انگلیاں گرینڈ ڈیوک کی گردن پر کس گئیں اور وہ منہ کے بل گرے۔

"چندو لال" پر اسرار رقاصہ نے شاہانہ وقار سے کہا۔

چندو لال گرے ہوئے دشمن کے شانہ پر زانو دئے بیٹھا تھا۔ زہرہ کی دلکش مہین آواز سنتے ہی ادھر دیکھا۔ اس کی مشتعل آنکھوں سے خون برستا تھا۔ گرینڈ ڈیوک ساتھی

جس بے بسی میں فرش زمین پر پڑے تھے۔ اس سے میں نے اندازہ کیا کہ یہ چھریرے بدن کا ہندوستانی کسی نامی پہلوان کی اولاد یا شاید عہد قدیم کے ان ٹھگوں کی یادگار ہے جن کو گلا گھونٹنے کے فن میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ گرینڈ ڈیوک کے بدن کا کوئی حصہ تو حرکت نہ کر سکتا تھا۔ البتہ زبان تھی کہ برابر چل رہی تھی۔ ملی جلی روسی اور فرانسیسی میں جی کھول کر گالیاں دے رہے تھے۔

"چندو لال" زہرۃ الخلا نے پھر ایک بار کہا۔

سیاہ فام ہندوستانی نے گرینڈ ڈیوک کی گردن چھوڑ کر ان کے بازوؤں کو اس طرح کس لیا جیسے جوجتسو میں کیا کرتے ہیں اور دبا کے زور سے کھڑا ہونے پر مجبور کیا۔ آہ! کیسا عجیب نظارہ تھا۔ ایک دیوہیکل روسی امیر عظیم الشان فوجوں کا سپہ سالار۔ بے باک۔ بے ہراس اور لڑاکا۔ اس لاغر اندام ہندوستانی کی گرفت میں بچہ کی طرح بے بس ہو گیا جس وقت دونو کھڑے ہوئے تو مجھے چندو لال کے داہنے ہاتھ میں کسی تیز آلہ کی چمک نظر آئی۔ مگر میں اس بارہ میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ توجہ کئی باتوں پر بٹی ہوئی تھی۔

عین اس وقت کا ہیمیر زرد اور خوف زدہ۔ درختوں کے پیچھے سے نمودار ہوا خدا جانے یہ زہرہ کے اشارہ کا نتیجہ تھا۔ یا کا ہیمیر کی آمد کا۔ بہرحال اس کے آتے ہی چندو لال نے گرینڈ ڈیوک کو چھوڑ دیا۔ اور اس کے سرخ تمتمائے ہوئے چہرہ کی طرف گھور کر دیکھتے ہوئے ایک بازو اٹھا کر کانپتی ہوئی انگلی سے اشارہ کر کے فقط اتنا کہا

"جاؤ"

گرینڈ ڈیوک نے جوش سے مٹھیاں کس لیں۔ پھر باری باری ہم سب کو اس طرح دیکھا گویا مصلحت سوچ رہے ہیں۔ آخر شانوں کو حرکت دے کر ایک بڑا ریشمی رومال نکالا اور اس سے گردن اور کلائیوں کے وہ مقام پونچھے جو مشاق ہندوستانی کی

خوفناک گرفت میں آچکے تھے۔ اس کے بعد رومال کو زمین پر پھینک دیا۔ مگر میں نے دیکھا اس پر خون کی ایک ہلکی سرخ چھینٹ نظر آتی تھی۔

گرینڈ ڈیوک آئیون دوبارہ آنکھ اٹھائے بغیر رخصت ہو گئے۔ اور ان کے پیچھے پیچھے کاسیمیر بھی برا سا منہ بنائے چلا گیا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا کہ آخر الذکر نے مجھے اس بدلے ہوئے بھیس میں بالکل نہ پہچانا تھا۔

ان کے جانے پر میں حسین رقاصہ کی طرف مڑا۔ اور ادب سے ٹوپی چھو کر پوچھا۔

"میرے لایق کوئی خدمت ہو تو حکم دیجیے۔"

"بس مہربانی۔" اس نے جواب دیا اور مجھے پانچ فرانک انعام دے کر اس طرف ہولی جہاں سڑک پر موٹر انتظار کر رہی تھی۔

وفادار مگر خون آشام چنڈو لال سدھے ہوئے کتے کی مانند اس کے ساتھ تھا۔ میں اسی جگہ کھڑا ہوا کبھی اپنے سر کو کھجاتا کبھی اس کی بخشش کی طرف دیکھتا تھا۔

اس سہ پہر کو میں نے خفیہ پولیس کے ایک آدمی کو جو ہندوستانی جانتا تھا۔ اس کام پر متعین کیا۔ کہ اگر چنڈو لال میگل کے قہوہ خانہ سے ٹیلی فون پر کوئی پیغام بھیجے یا وصول کرے تو بیچ میں کھڑے ہو کر اس کا مضمون معلوم کیا جائے۔ مجھے بتایا گیا کہ گرینڈ ڈیوک آئیون نے اس رات مونٹ مارٹر کے تھیئٹر میں جہاں زہرہ عموماً رقص کرتی تھی۔ ایک بکس ریزرو کرایا ہے۔ اس رات وہاں اس کا خاص ناچ ہونا تھا۔ ایسا موقعہ کیوں ہاتھ سے جانے دیا جاتا؟ میں نے اس ناٹک کو دیکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

لیکن منڈوہ میں پہنچکر مجھے کئی عجیب و حیرت خیز واقعات دیکھنے تھے جن کا ذکر آگے چل کر کیا جائے گا۔

ان ایام میں زہرۃ الخلا نے ایک عدیم النظیر رقاصہ کی حیثیت میں اتنی شہرت حاصل کر لی تھی۔ کہ اس کا نام اس منڈوہ خاص کے سرپرستوں کے دائرہ سے نکل کر سرخصہ ہو رہے

ناٹک دیکھنے والوں میں مشہور ہو گیا جس ایکٹرس کا شہرہ بچہ بچہ کی زبان پر ہو جس کی خدمات حاصل کرنے کو دوسرے تھیٹروں کے مالک منہ مانگی رقمیں ادا کرنے کو تیار ہوں۔ اس کا ایک گمنام کمپنی سے وابستہ رہنا عجیب حیرت خیز معما تھا۔ اسی لئے میں ایک تھیٹریکل ڈائرکٹر کی حیثیت میں اس سے ملنے گیا تھا۔ اگرچہ جیسا پیشتر بیان کیا گیا ہے۔ اس نے ملنا نامنظور کر دیا تھا۔

اس رات میں تماشہ گاہ میں پہنچا۔ تو منڈوہ گیلری سے لیکر سٹال تک کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ بہترین کمس پرس کے منتخب عمائد کے لئے مخصوص تھے۔ اور کیا مرد کیا عورتیں سب اس رات کا عجیب و غریب ناچ دیکھنے کو بیقرار تھیں۔ پچھلی نشستوں میں بیٹھے ہوئے میں نے دو تین بار سارے منڈوہ پر تیز متجسس نظر ڈالی مگر گرینڈ ڈیوک آیوَن کہیں نظر نہ آتے تھے۔ کھیل شروع ہونے کا وقت ہو گیا۔ تیسری گھنٹی بج چکی۔ مگر ہز ہائنس کا بکس ابتک خالی تھا! میرا دل کسی آنے والی خرابی کے خیال سے بزور دھک دھک کرنے لگا۔

لیکن جب چند سین ہو چکے تو وہ تشریف لے آئے۔ میں نے غور سے ان کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ وہ آج بے طرح زرد رو اور پریشان نظر آتے تھے۔

بلٓے پہلا باب ختم ہوا۔ دوسرے باب کے پہلے سین میں زہرہ کا ناچ تھا۔ خلقت دم بستہ۔ صورت تصویر بیٹھی ہوئی تھی کہ اتنے میں پردہ ہلا اور تھیٹر کے منتظم صاحب نمودار ہوئے وہ اس وقت خلاف معمول بدحواس اور سراسیمہ تھے۔

"صاحبان بزم" انہوں نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا "میں کمپنی کی طرف سے بڑے رنج وافسوس کے ساتھ یہ اطلاع عرض کرنے کو حاضر ہوا ہوں کہ میڈموزل زہرہ اتفاقاً ناگہاں علیل ہو گئیں وہ آج رات کھیل میں حصہ نہ لے سکیں گی۔ مگر ان کی بجائے ہم نے۔۔۔"

ان کی بجائے کمپنی نے کس کی خدمات حاصل کیں۔ اس کا حال مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ کیونکہ منیجر کا ناتمام فقرہ سنتے ہی تماشائیوں کے تحرک سے ایک خوفناک لہر خشمگین سمندر کی موج طوفان خیز

کم ازکم میرے پاس ان کا کچھ جواب نہ تھا۔ اسی حالت میں گرینڈ ڈیوک کے ہوٹل کی طرف روانہ ہوا۔ مشاہیر عالم جب اپنی اعلیٰ شخصیت چھپا کر سفر کرتے ہیں تو منشا کے برخلاف ان کا شہرہ اور زیادہ ہوجاتا ہے۔ ہرچند گرینڈ ڈیوک آیوَن ایم۔ ڈی سٹیھلر کے نام سے پیرس میں مقیم تھے۔ مگر حالت یہ تھی کہ ان کی سواری جدھر سے گذرتی۔ سب لوگ کہتے تھے "دیکھنا روس کے گرینڈ ڈیوک آیوَن بھیس بدلے ہوئے جا رہے ہیں"۔ ٹیکسی سے اُتر کر ہوٹل کی ڈیوڑھی میں پہنچا تو خلقت کا وہ ہجوم تھا کہ الاماں۔ پریس۔ پولیس اور پبلک۔ تینوں طرح کے آدمی ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے "کیا سچ مچ گرینڈ ڈیوک کا انتقال ہوگیا؟" لفٹ سے اُتر کر ڈیوڑھی کی طرف آتا ہوا کا سیمیر مل گیا۔ میری اصلی یعنی ایم۔ میکس کی حیثیت کو اس نے بالکل نہیں پہچانا۔

"تم کیا آنجہانی گرینڈ ڈیوک کے خدام میں شامل ہو؟" میں نے پوچھا۔

"موسیو میرے ستم نصیب آقا کا نام ایم۔ ڈی سٹیھلر تھا۔" اس نے جواب دیا۔

میں نے اپنا کارڈ پیش کیا اور کہا۔

"میں جانتا ہوں ایم۔ ڈی سٹیھلر گرینڈ ڈیوک آیوَن ہی کا نام تھا۔ تمہارے سوا ان کے ساتھ اور آدمی بھی تھے؟"

میں نے یہ سوال محض برسبیل تذکرہ پوچھا۔ ورنہ معلوم تھا کہ گرینڈ ڈیوک فقط ٹیک دل کا سیمیر کو ساتھ لے کر پیرس آئے تھے۔

"نہیں موسیو" اس نے جواب دیا "میں اکیلا ان کی خدمت کرتا تھا۔"

"کب اور کس جگہ بیمار ہوئے؟"

"تھیٹر کا کریکو۔ مونٹ مارٹر میں۔ آج رات سوا دس بجے کے قریب۔"

"کوئی اور ان کے ساتھ تھا؟"

"جی نہیں۔ ہزہائی نس اپنے بکس میں تنہا تھے۔ اور مجھے حکم دے گئے تھے کہ اپنے موٹر

if you want to write this thing give in any paper.

"دیکھا!"

"پھر؟"

"سوا دس بجے تھیٹر کے مینیجر نے ٹیلی فون پر خبر دی کہ سرکار دفعتاً بیمار ہو گئے اور وہیں ان کے لئے ایک ڈاکٹر کو طلب کیا گیا۔ میں فوراً موٹر لیکر گیا۔ وہ اس وقت ایک کمرہ میں جہاں ایکٹر لوگ لباس بدلا کرتے ہیں۔ کوچ پر لیٹے ہوئے تھے۔ ایک ڈاکٹر ان کے پاس تھا۔ مگر میں نے دیکھا بالکل بیہوش تھے۔ ہم انہیں اٹھا کر موٹر تک لے آئے..."

"ہم؟..."

"تین آدمی۔ میں۔ ڈاکٹر اور تھیٹر کا مینیجر۔ سرکار اس وقت بیہوش تھے۔ اور مجھے ان کی حالت ردی نظر آتی تھی۔ مگر ڈاکٹر نے بیان کیا کہ ابھی رمق جاں باقی ہے۔ خیر ہم نے بڑی احتیاط سے موٹر کے گدے پر لٹا دیا۔ مگر ہوٹل پہنچنے سے پہلے۔ رستہ میں ہی ڈاکٹر جو پاس بیٹھا ہوا غور سے دیکھ رہا تھا۔ پریشانی سے کہنے لگا۔ افسوس آپ ہو لئے۔ آہ! کتنا الم خیز سانحہ تھا!"

"گویا آپ اس جگہ پہنچنے سے پہلے انتقال کر گئے؟"

"جی ہاں۔ موٹر سے اتارا تو بے جان تھے۔"

"کس کس نے لاش کا معائنہ کیا ہے؟"

"ارے صاحب۔ پیرس کے آدھے ڈاکٹر آ چکے۔ مگر ہر شخص کہتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا"

وفادار کاسیمیر! وہ اس وقت بے حد پریشان تھا۔ میں نے دیکھا اسکی آنکھوں میں غم کے آنسو چمک رہے تھے۔ لفٹ پر سوار ہو کر میں اس کمرہ میں گیا۔ جہاں گرینڈ ڈیوک کی لاش رکھی ہوئی تھی۔ تین ڈاکٹر اب بھی موجود تھے۔ جن میں سے ایک وہی تھا جسکی نسبت کاسیمیر نے بیان کیا۔ کہ تھیٹر والوں نے گرینڈ ڈیوک کے بیمار ہوتے ہی اس کو بلایا تھا۔ تینوں بدحواس اور سراسیمہ نظر آتے تھے۔

"آپ کی موت دل کی حرکت بند ہونے سے واقع ہوئی۔" اس پہلے ڈاکٹر نے مجھ سے بیان کیا۔ "میرے خیال میں انہیں ضعف قلب کا دیرینہ عارضہ تھا۔"

باقی دو بھی اس سوال پر متفق الرائے تھے۔

"میرے خیال میں ان کے دل کو یکایک کوئی بھاری صدمہ پہنچا ہے۔" دوسرے ڈاکٹر نے کہا۔

"صاحبو" میں نے باری باری تینوں کے منہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا آپ لوگ یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ان کی موت قدرتی تھی؟ کسی خارجی اثر کو ان کی ہلاکت میں دخل نہ تھا؟"

سب نے اتفاق رائے سے انکار کیا۔

"بیمار ہونے کے موقعہ پر انہوں نے کوئی ایسی بات کہی تھی جس سے عارضہ قلب کی تصدیق ہو سکتی؟"

نہیں، معلوم ہوا کہ بکس سے نکلتے ہی دروازہ کے پاس بیہوش ہو کر گر گئے، اور اس کے بعد پھر آنکھ نہیں کھولی۔ اس واقعہ کے متعلق مختلف گواہوں اور ڈاکٹروں کے بیانات اور دوسرے متعلقہ کاغذات ایک مسل کی صورت میں موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی موت قدرتی اسباب سے واقع ہوئی تھی۔ گویا ظاہری حالات میں وہ شبہ نقلی جو میرے دل میں پیدا ہوا بے بنیاد نظر آتا تھا۔ اس کے باوجود ... خیر دیکھیئے۔

ہوٹل سے رخصت ہو کر میں اس آدمی سے ملا۔ جو قہوہ خانہ کی ٹیلی فون کا نگراں تھا۔ معلوم ہوا پہلی رات ٹیلی فون پر کچھ گفتگو ہوئی تھی، مگر اس کا تعلق ایک یونانی سگرٹ ساز سے تھا جسے ترکی تمباکو کے چند گٹھوں کی چوری کی اطلاع دی گئی تھی .. معمولی قسم کی واقفیت جو عام حالات میں شاید قابل توجہ سمجھی جاتی۔ مگر موجودہ صورت میں میرے لئے ہر قسم کی دلچسپی سے خالی تھی۔ میگل کے بارہ میں ہر چند یقین کامل تھا کہ بچھو کی جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر اس سے براہ راست استصواب لاحاصل تھا۔ میرا خیال ہے قہوہ خانہ

کی ٹیلی فون استعمال کرنے کی ہر ایسے شخص کو اجازت تھی جو عام طور پر وہاں جاتا ہو۔ محض برائے نام فیس ادا کرنی پڑتی تھی۔

کوئی کم تجربہ کار آدمی گرینڈ ڈیوک کی موت کو یقیناً اتفاقی سمجھتا۔ جب سارا عالم متفق ہو۔ تو کسی شخص واحد کا شک کیا کر سکتا ہے؟ موجودہ حالت میں وقتی ڈاکٹروں کا اطمینان ہو گیا۔ کہ ڈیوک کی موت قدرتی اور اتفاقی تھی۔ ان کے ذاتی طبیب کا اطمینان ہو گیا۔ کہ عارضہ قلب کی شکائت ان کے خاندان میں موروثی تھی۔ اگرچہ کبھی مہلک ثابت نہیں ہوئی۔ گورنمنٹ روس کا بھی۔ جسے قتل کا سب سے زیادہ شبہ ہونا چاہیئے تھا۔ اطمینان ہو گیا۔ مگر۔ ۔ ۔ افسوس میرا نہیں ہوا۔

تھیئٹر کا کریکو مونٹ مارٹر کے مینیجر سے میں نے کئی ایک سوالات پوچھے۔ ان کے جواب میں اس نے تسلیم کیا۔ کہ میڈموازل زہرۃ النخلا کی شخصیت ہمارے لئے حد درجے پر اسرار تھی۔ سٹیج پر آنے سے پہلے وہ جس کمرہ میں لباس تبدیل کرتی۔ وہاں مجھے اور کمپنی کے ملازموں کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی حتے کہ سٹیج مینیجر اور موسیقی کے ڈائرکٹر کے سوا کبھی کسی کی اس سے گفتگو بھی نہیں ہوئی۔ ان لوگوں نے بیان کیا کہ وہ نہایت صاف فرانسیسی بول سکتی تھی۔ مگر اس سے ان کی گفتگو صرف موسیقی یا روشنی کے اثر کے متعلق ہی ہوتی تھی۔ عام معاملات پر بالکل نہیں۔

ناٹک کمپنی میں رہ کر کسی ایکٹرس کے لئے اس قسم کی علیحدگی کی زندگی بسر کرنا واقعی عجیب وحیرت خیز تھا۔ بات کسی طرح جچتی نہ تھی۔ مگر میرے اعتراض پر کمپنی والوں نے یہ عذر پیش کیا کہ یہ عورت چونکہ نہائت قلیل تنخواہ پر کام کرتی۔ اور اسکی موجودگی ہمارے لیئے ہر طرح نفع بخش تھی۔ حتے کہ اسکی بدولت منڈوہ عموماً بھرا رہتا تھا۔ اس لئے کسی بات پر قصداً نکتہ چینی نہ کی جاتی تھی۔ اسکی ملازمت کا آغاز بھی نہائت عجیب حالات میں ہوا تھا۔ یعنی اس نے مارسیلز سے اپنی خوبی رقص کے بارہ میں بعض سندات بھیجتے ہوئے ایک تحریری

درخواست روانہ ہم نے اسے ایک ہفتہ کے لئے آزمائش کے طور پر بلالیا۔ مگر وہ دو مہینے کام کرتی رہی اور اگر رہ جاتی" غریب مینجر نے بسورتے ہوئے کہا۔ "تو ہم اس سے پانچ گنا تنخواہ دینے کو بھی تیار تھے!"

دوران گفتگو میں ایک بات اور بھی معلوم ہوئی۔ زہرۃ النخلا عام طور پر سپید ریشم کا وہ مخصوص ترکی نقاب جسے یشماک کہتے ہیں پہن کر نکلتی تھی۔ فوٹو کی سب تصویروں میں اس کے چہرہ کا زیریں حصہ۔ خوشنما شعلہ ریز آنکھیں چھوڑ کر۔ باریک یشماک میں ڈھکا ہوا نظر آتا تھا۔ مگر سٹیج پر آتے وقت یہ برائے نام پردہ ہٹا دیا جاتا۔ آخر فوٹو کی تصویروں میں یہ پابندی کیوں تھی؟

مجھے زہرہ کی وہ تصویر یاد آئی جو اس نے گرینڈ ڈیوک آیون کو روس میں بھیجی تھی اور جس کی کشش اس بدنصیب کو پیرس کھینچ کر لائی۔ خدا معلوم اس میں اس کا چہرہ ننگا تھا یا ڈھکا ہوا؟ مگر اس سوال کا جواب افسوس اب نہ مل سکتا تھا۔ کیونکہ بائے ڈابون کے دردناک ہنگامہ کے بعد گرینڈ ڈیوک نے ہوٹل میں آتے ہی غصہ کے جوش میں اس تصویر کو پھاڑ کر پھینک دیا تھا!

غرض جہاں تک سراغ رسانی کے عام طریقوں کا تعلق ہے۔ میرے لئے کوئی راہ کوئی صورت عمل باقی نہ تھی۔ مگر ایک بات جس پر میرا ہمیشہ اہل مغرب سے اختلاف اور مشرقیوں سے اتفاق رہا ہے۔ وہ قسمت یعنی تقدیر انسانی کا اعتقاد ہے۔ میرا پختہ عقیدہ یہ ہے . . . اور شاید میری طرح بعض اور جہاندیدہ سراغرسانوں کا بھی یہی ہو کہ نامی مجرموں کی گرفتاری سعی انسانی سے بڑھ کر ان کی اپنی شومی تقدیر سے عمل میں آتی ہے۔ قسمت کی انگشت وہی بڑی بے رحمی سے ان کے پیچھے لگی رہتی ہے۔ اور آخرکار وہی ان کی حراست اور سزایابی کا ذریعہ بنتی ہے جس کا مطلب زیادہ صاف لفظوں میں یہ ہے کہ ایسے مجرموں کا سراغ لگانے والوں کو اتفاقاً بعض ایسے حالات معلوم ہو جاتے ہیں جو آخر ان کی کامیا؟

ہیں۔ کم از کم یہ بات گرینڈ ڈیوک آیئون کی پُر اسرار موت کا عقدہ حل کرنے میں مددگار ثابت ہوئی۔"

ان کو مرے کئی مہینے گذر گئے تھے۔ اور زہرۃ الخلا کی یاد رفتہ رفتہ میرے دل سے محو ہوتی جارہی تھی۔ کہ ایک رات ناٹک دیکھتے ہوئے میری ایک مشہور فرانسیسی سائنسدان سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں اس نے نارمے کے وحید العصر ماہر برقیات ہنریک ایرکسن کی مرگ بے ہنگام کا ذکر کیا۔ جو کچھ دنوں پیشتر ظہور میں آئی تھی اور کہا۔

"ایم سیکس۔ ایرکسن کی موت ایک عالمگیر اثر رکھنے والا سانحہ ہے جسے موجودہ نسلیں مدت دراز تک نہ بھولیں گی میرے نزدیک ان کا انتقال اس صدی کے لئے صدمہ جانگداز سے کم نہیں۔ نہ اسکی اہمیت گرینڈ ڈیوک آیئون کی موت سے کم ہے۔ غور کیجئے دونوں نے وسط شباب میں رحلت کی۔ اور دونوں کی موت ایک ہی طرح کے حالات میں واقع ہوئی۔"

گرینڈ ڈیوک کا نام آتے ہی میرے کان کھڑے ہوگئے۔ "سچ ہے" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"میرا اپنا خیال تو یہ ہے۔" اس نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کہ قدرت انسان کو ترقی کی انتہا پر پہنچنے سے باز رکھنا چاہتی ہے۔ اسی لئے وہ لوگ جو کسی فن خاص میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ قبل از وقت مرجاتے ہیں۔ گرینڈ ڈیوک آیئون فن سپہ گری میں وحید الدہر تھے۔ مگر عین عالم شباب میں ایک دن ناگہانی طور پر مرگئے۔ اس کے تین ماہ بعد امریکہ کے نامی امیر البحر سیکنے نے سمندر میں سفر کرتے ہوئے انتقال کیا۔ اب ایرکسن اور وان رمبولڈ جیسی موتیں ویسی ہی حسرت ناک اور پراسرار ہیں۔ دونوں اپنے اپنے فن کے ماہر کامل تھے۔ ایرکسن نے تار بے تار کے میدان میں کامیابی حاصل کی تھی۔ وان رمبولڈ نے کان کنی کے فن میں صدی کے پہلے آدمی تھے جس نے بڑی مقدار میں ریڈیم دریافت کی۔ چند

سال اور زندہ رہتے تو نہ جانے سائنس کی دنیا میں کتنا انقلاب پیدا کر دیتے۔ مگر ایک دوست کے مکان پر بیٹھے بیٹھے دفعتاً بیمار ہوئے۔ اور ڈاکٹر کی امداد حاصل ہونے سے پہلے مر گئے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے؟"

"بڑا پر اسرار معاملہ ہے۔"

"پر اسرار اور خوفناک"

"آپ کیا ایم وان ریمبولڈ سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے؟" میں نے دریافت کیا۔

"وہ میرے گہرے دوست تھے نہایت شریف اور خوش خصال۔ مجھے ان کی موت کا صدمہ کبھی نہ بھولے گا۔ کیونکہ مرنے سے ایک گھنٹہ پہلے سر بازار ملے تو بھلے اچھے تھے۔ اور وہ گفتگو جو اس موقعہ پر ہمارے درمیان ہوئی۔۔۔ میں کیا اسے بھول سکتا ہوں؟"

"کیوں۔ کیا گفتگو ہوئی تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"میرے خیال میں وان ریمبولڈ نے جو سوال اس وقت پوچھا وہ محض اس لئے ہو گا کہ انہیں معلوم تھا۔ میں اس قسم کی تحقیق کا بہت شائق ہوں۔ مگر ان کا سوال ایسا تھا۔ جو میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہتے تھے "کیا آپ افریقہ یا ایشیا کے کسی ایسے مذہب یا فرقہ سے واقف ہیں جو بچھوؤں کی پرستش کرتا ہو؟"

"بچھوؤں کی!" میں نے چونک کر کہا۔ "پھر کہنا موسیو۔ کیا بچھوؤں کی؟"

وہ میری حیرت سے بہت متعجب ہوا۔ اور کہنے لگا "کیوں۔ آپ کو اتنی حیرت کیوں ہے؟"

"اس لئے کہ سوال ہی ایسا ہے۔ کیا آپ کو نہ ہوئی تھی؟"

"مجھے کم از کم اس بات کا سخت تعجب تھا کہ انہوں نے یہ سوال کیوں پوچھا۔ خیر میں نے اس بارہ میں اپنی لاعلمی ظاہر کی جس کے بعد انہوں نے گفتگو کا مضمون بدل دیا۔ اور میں کچھ معلوم نہ کر سکا۔ کہ یہ عجیب سوال انہوں نے کیوں پوچھا تھا۔"

اس رات میں آپیرا دیکھ کر نکلا تو خیالات خوش ادا ایکٹروں اور خوش گلو ایکٹرسوں سے زیادہ اس گفتگو پر لگے ہوئے تھے۔ جو وقفہ کے دوران میں ہوئی تھی۔ قدرت کو انسانی کوششوں کی تکمیل منظور رہو یا نہ ہو۔ چند ماہ کے عرصہ قلیل میں کئی نامی شخصوں کا پُراسرار حالات میں جان دینا واقعی عجیب تھا۔ اور اگر مان لیا جائے کہ ان لوگوں کی ہلاکت میں کسی مجرم کا ہاتھ تھا۔ تو شکل تر سوال یہ پیدا ہوتا تھا۔ کہ ایسی مختلف اور متضاد شخصیتوں کی ہلاکت سے جیسے ایک گرینڈ ڈیوک۔ ایک امیر البحر۔ ایک ماہر برقیات اور ایک ناموراً کی ہو سکتی ہیں۔ کسی کو حاصل کیا ہوگا؟ اس سے بھی زیادہ میرے خیالات اس عجیب سوا پر لگے ہوئے تھے۔ جو وان رمبولڈ نے مرنے سے ایک گھنٹہ پہلے اپنے دوست سے بچھوؤں کے متعلق پوچھا تھا۔

یہ سوال ممکن تھا سرسری ہوتا۔ مگر بچھو کا لفظ چونکہ ان ملکوں کے سوا جہاں ان ناپاک جانوروں کی کثرت ہے۔ دوسرے مقامات میں بہت کم مستعمل ہوتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ ضرور اس سوال کی تہ میں کوئی بات ہوگی۔ ادھر کچھ عرصہ پہلے میں لفظ بچھو کا استعمال اس گفتگو کے دوران میں سن چکا تھا۔ جو زہرۃ انحلا کے ہندوستانی خادم چندو لال کی کسی شخص نامعلوم سے ٹیلی فون پر ہوئی تھی۔ اور یہ پراسرار زہرہ ہی تھی۔ جس کی بدولت گرینڈ ڈیوک آیئون پیرس آئے۔ اور یہاں آکر ہلاک ہوئے تھے۔ پس رہ کر سوچتا تھا کیا اس بچھو کا وان رمبولڈ کے بچھو سے کوئی تعلق ممکن ہے؟

جیسا آپ دیکھ سکتے ہیں سراغ بہت کمزور تھا۔ مگر ہم لوگ جنہوں نے خفیہ پولیس میں رہ کر عمریں گذار دی ہیں۔ خوب جانتے ہیں کہ بسا اوقات اس سے بھی خفیف سراغ نے مارسیہ الشان کامیابی کا ذریعہ ثابت ہوئے ہیں۔

ممکن تھا اس ذہنی کشمکش میں میں یہ سوچتا ہوا گھنٹیوں گذار دیتا۔ کہ ان ظاہرا توں کی تہ میں کوئی خوفناک زبریں تعلق ہے یا نہیں۔ مگر اتنے میں دفعۃً ایک ایسا

واقعہ پیش آیا جس نے میرے قوائے معطل کو پھر تازہ دم کر دیا۔ خبر آئی کہ انگلستان کے نامی جراح سر فرنیک نارکوم لندن کے ایک تھیٹر میں بیٹھے بیٹھے بیہوش ہو گئے۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد ان کا انتقال ہوا۔ اس واقعہ نے سب بھولی ہوئی باتوں کی یاد تازہ کر دی۔ ایک اور نامی آدمی کے غیر متوقع حالات میں اچانک مرنے سے گرینڈ ڈیوک آیٹون۔ ہنریک ایرکسن امیر البحر سیکنے اور وان رمبولڈ کی پراسرار موتوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ یہ تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ایک عجیب قسم کی نئی وبا نمودار ہوئی ہے۔ جو صرف نامور لوگوں پر حملہ کر کے ان کے علاج تک کا موقعہ نہیں دیتی۔ کیونکہ اب تک جس قدر آدمیوں کا ان پراسرار حالات میں انتقال ہوا وہ سائنس کی کسی نہ کسی شاخ میں مہارت رکھتے تھے۔ جیسے گرینڈ ڈیوک آیٹون فن سپہ گری میں امیر البحر سیکنے جنگ آبدوزی میں۔ ہنریک ایرکسن برقیات میں۔ وان رمبولڈ معدنیات کی انجنیری میں اور سر فرنیک نارکوم فن جراحی میں۔ کیا سچ مچ خدا کی فلکی بادشاہت میں ایسے عالیشان دماغوں کی کوئی خاص ضرورت پیش آ گئی تھی؟

اور اس کے ساتھ "بچھو" کا پراسرار لفظ ہر وقت میرے ذہن میں تازہ تھا۔ سوتے جاگتے۔ اٹھتے بیٹھتے میں اس عجیب سوال پر ہر پہلو سے غور کرتا حتے کہ میں نے یہ معلوم کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ کیا سر فرنیک نارکوم نے بھی مرنے سے پہلے کسی سے بچھو کے متعلق کوئی سوال پوچھا یا اس بارہ میں کسی طرح کا ذکر کیا تھا؟

اس کے علاوہ خیال آیا۔ زہرۃ الخلا فرانس سے رخصت ہو کر انگلستان گئی تھی۔ کیا سچ مچ اس معشوقہ صحرائی نے یورپ کے باقی ملکوں سے فارغ ہو کر اب انگلستان پر نظر عنایت مبذول کی ہے؟

بات قابل تحقیق تھی۔

باب ۔۴

قہوہ خانہ کا معرکہ

یہی وہ دن تھے جب میری تحریک پر سر دس ڈاشور ڈی کی طرف سے نیو سکاٹ لینڈ یارڈ کو اطلاع دی گئی کہ بچھو کے متعلق کوئی ذکر کہیں سنا یا دیکھا جائے۔ تو اس سراغ کی سعی و استقلال سے پیروی کر کے حالات معلومہ کی اطلاع دی جائے۔ مگر افسوس ہے انگلستان کی خفیہ پولیس کو اس کوشش میں کامیابی نہ ہوئی۔ اور شاید ہو بھی نہ سکتی۔ کیونکہ میں نے جو قلیل حالات اب تک معلوم کئے۔ وہ محض اتفاقی تھے۔ بہر حال میں نے ایک بار لندن جا کر خود کیفیات کرنے کا ارادہ مصمم کر لیا۔

اس اثنا میں میرا ایک آدمی ہر وقت میگل کی نگرانی پر لگا رہتا تھا۔ کیونکہ یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ اس کے زیر اہتمام قہوہ خانہ میں ہر قسم کے جرائم پیشہ لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ ہندوستانی چند ولال سے اس کے اندرونی تعلقات کیا تھے۔ اس کا حال مجھے قطعاً معلوم نہ تھا۔ میں اتنا ہی جانتا تھا۔ کہ اس شخص نے ایک سے زیادہ موقعوں پر اس قہوہ خانہ سے ٹیلی فون کے پیغامات بھیجے اور وصول کئے۔ مگر زہرۃ الخلاکی روانگی کے بعد کبھی کسی نے اس ٹیلیفون پر گفتگو کرتے ہوئے "بچھو" کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اس کے باوجود میں نے فیصلہ کر لیا کہ عازم لندن ہونے سے پہلے ایک بار خود اس آدمی سے ملنا چاہیئے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میرے اس فیصلہ میں ضرور کوئی غیبی تحریک شامل تھی۔ کیونکہ جیسا آپ دیکھیں گے۔ میرا وہاں جانا کئی پہلوؤں سے مفید ثابت ہوا۔

اس قسم کے کپڑے پہن کر جن سے قہوہ خانہ میں میری موجودگی کسی کے دل میں شک و شبہ پیدا نہ کر سکتی تھی۔ میں اس جگہ داخل ہوا اور بڑے اطمینان سے بیٹھ کر کاگنیک کا بہترین پیگ طلب کیا۔ میگل خود گلاس لیکر حاضر ہوا۔ اسے سامنے رکھ کر میں نے سگرٹ جلایا اور

آس پاس بیٹھے ہوئے آدمیوں کا جائزہ لینے لگا۔

قہوہ خانہ میں اس وقت آٹھ یا نو مرد اور صرف دو عورتیں تھیں۔ چار آدمی ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تاش کھیل رہے تھے۔ اور باقی ادھر ادھر شراب یا تمبا کو پینے میں مشغول تھے۔ عورتیں جنہوں نے ادنے قیمت کے بھڑکیلے لباس پہنے ہوئے تھے۔ اور جن کی بے حجابی بے تکلفی اور رنگیں مزاجی ان کے پیشہ حسن فروشی پر دلالت کرتی تھی۔ ایک زرد لیدہ کے سجیلے الجیرین مسلمان کو گھیرے ہوئے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھیں۔ اس قہوہ خانہ میں میری پہچان کا فقط ایک آدمی تھا... جین سارح ایک خطرناک مجرم جو امریکہ میں تختہ برقی سے بال بال بچا اور اب ایک مدت سے مقامی خفیہ پولیس کی نظروں میں تھا۔ یہ شخص تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ان عورتوں میں سے ایک کو دیکھ کر... وہ جس سے الجیرین حبشی کی زیادہ بے تکلفی تھی۔ مسکرانے لگتا۔ اور کچھ کچھ اشارے کرتا تھا۔

ایک آدمی تاش کھیلنے والوں کی چوکڑی میں بھی ایسا تھا جس پہ ایک تجربہ کار قیافہ شناس کی حیثیت میں میری نظر خاص طور پر جمی۔ اس کے ریشائل چہرہ پر بدنما سرخ داغ تھا۔ پیشانی سے دہانہ کے بائیں کنارہ تک لمبا اور کسی پرانے خوفناک زخم کی یادگار جس کے اندمال نے بالائی ہونٹ کے کنارہ کو اس طرح اونچا اٹھا دیا۔ کہ اب اس کی صورت کسی بپھرے ہوئے وحشی حیوان سے ملتی تھی۔ ناک کی کوٹھی دب جانے سے چہرہ اور بھی مکروہ اور ڈراونا ہو گیا تھا۔ مجھے اس کا نام تو معلوم نہ تھا۔ مگر بیٹھی ہوئی ناک اور بھیانک چہرہ کی وجہ سے میں نے اپنے ذہن میں نکٹا شیطان اس کا نام رکھا۔

قریباً ۱۵ منٹ میں اس قہوہ خانہ میں بیٹھا اور آخر شراب کا گلاس ختم کر کے اٹھا چاہتا تھا۔ کہ مجرم جین سارح اپنی جگہ سے چلکر اس مقام پر گیا۔ جہاں دونو عورتیں اور سیاہ فام مغربی بیٹھا ہوا تھا۔ جس عورت سے آخر الذکر کی باتیں ہو رہی تھیں۔ اس کے

---

[1] امریکہ کی ریاست ہائے متحدہ میں خونی مجرموں کو پھانسی کی بجائے تختہ برقی پر بٹھا کر ہلاک کرتے ہیں۔

اور افریقی حبشی نے درمیان بیٹھ کر اس نے مرد کی طرف پیٹھ پھیر لی اور عورت سے کچھ کھلا ہوا مذاق کر کے ہنسنے لگا۔

اس طبقہ کی عورتوں کا مزاج فہم انسانی سے بعید ہے۔ وہ فاحشہ جو ایک کالے کلوٹے مغربی سے اتنی بے تکلف تھی۔ ساچ کے چھیڑنے سے اس قدر برافروختہ ہوئی کہ بے خبر تھا ہیں اس کے منہ پر زور کا تھپیڑ رسید کیا جس سے وہ لڑکھڑا کر گرا۔ اور فرش زمین پر آرہا۔ عورت کو حمایت پر دیکھ کر الجیرین کو بھی جرات ہوئی۔ چاقو ہاتھ میں لے کر جین پر حملہ آور ہوا۔ وہ لڑ ہک کر پرے ہٹ گیا۔ اور اسی حالت میں اپنی جیب سے چاقو نکالنے کی کوشش کی۔

مگر اس سے قبل کہ وہ ایسا کرتا میگل یعنی قہوہ خانہ کے مالک نے دخل انداز ہو کر اسے باہر دھکیل دینے کی کوشش کی۔ جین ساچ ہر چند پستہ قامت تھا۔ تاہم اپنے اکہرے بدن میں غیر معمولی طاقت اور پھرتی رکھتا تھا۔ مالک قہوہ خانہ کی مضبوط گرفت سے چھوٹ کر اس نے چاقو نکالا۔ اور دانتوں سے کھول لیا۔ عین اس وقت حبشی نے میگل کی امداد کی۔ اور پیر کی ٹھوکر سے چاقو گرا۔ ساچ کو میگل کے سامنے نہتا چھوڑ دیا۔ اس نے زور کا چیخ ماری اور میگل پر ٹوٹ پڑا۔ دونو گتھم گتھا ہو کر فرش زمین پر آرہے۔

جین ساچ نحیف تھا۔ اور میگل دیو ہیکل۔ دونو کی نہتی جدوجہد کا انجام جو کچھ ہو سکتا تھا اسے جان کر مغربی نے اپنا چاقو جیب میں رکھ لیا۔ اور جگہ پر بیٹھ گیا۔ دونو مردوں میں تھوڑی دیر زور کا مقابلہ ہوا۔ اس کے بعد میگل نے ساچ کو اس طرح اٹھایا۔ گویا وہ اس کے نزدیک طفل خورد سال تھا۔ دشمن کے تڑپنے بل کھانے اور خوفناک گالیاں دینے کی پروا نہ کر کے وہ اسے مگدر کی مانند سر سے اونچا لے گیا۔ پھر کھلے دروازہ میں کھڑے ہو کر زور سے وسط بازار میں پھینک دیا!

اس وقت میری نظر سیاہ فام مسلمان کی کرسی کے پاس فرش زمین پر کسی چیز پر

پر جا پڑی۔ میں نے پاس جا کر اسے اٹھایا۔ اور اس کو دیکھتے ہی میرا دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ کیونکہ یہ ...

ایک چھوٹا سنہری بچھو تھا!

اپنی محویت میں نواحی نظروں سے لاپروا میں وہیں کھڑا اس عجیب و پراسرار پارہ زر کو حیرت و شوق کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کہ دفعتاً کسی نے جھپٹا مار کر اسے چھین لیا۔ دیکھا تو وہی الجیرین قہر آلود صورت بنائے میری طرف گھور رہا تھا۔

"یہ تعویذ میرا ہے۔" اس نے کہا۔ "تم نے کہاں سے لیا؟"

"اتفاقاً پڑا ہوا مل گیا تھا۔" میں نے نرمی سے جواب دیا۔ "تمہارا ہے تو لے لو۔"

مگر اس کا جوش پھر بھی کم نہ ہوا۔ اور میں نے دیکھا۔ وہ کسی آدمی کو جو غالباً میرے پیچھے کھڑا تھا۔ کچھ اشارے کر رہا ہے۔ مڑ کر دیکھا تو دیو قامت میگل جین ساچ کی طرف سے فارغ ہو کر میری طرف آتش ریز نظروں سے گھور رہا تھا۔

"یہ چیز کیا فرش پر پڑی ہوئی تھی؟" اس نے میری طرف تیکی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں فرش پر"

وہ مغربی کی طرف مڑا۔

معلوم ہوتا ہے اس سور کا چاقو گرانے وقت گر گیا۔" اس نے کہا۔ "تم کو محتاط رہنا چاہیئے۔"

ان کی آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے ہوئے جس کے بعد مسلمان اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ اور میگل کونٹر کے پیچھے چلا گیا۔ بہرحال میں جب قہوہ خانہ سے رخصت ہوا۔ تو دل میں اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ قہر آلود سیاہ نظریں میرا پیچھا کر رہی ہیں۔

رات اندھیری تھی۔ آسمان پہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ بازار

سے میرے بازو کو چھوا۔ میں جھٹ پیچھے مڑا۔

"ڈرو نہیں میں ہوں۔" صین ساچ کی آواز سنائی دی۔ "وہ کیا چیز تھی جو تم کو فرش پر ملی؟"

"سنہری بچھو۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ۔ میرا اپنا اندازہ یہی کہتا تھا۔" اس نے ہلکی آواز سے کہا۔ "خیر جو سلوک ان دو نابکاروں نے آج مجھ سے کیا ہے۔ انہیں اس کے لیے بہت جلد پشیمان ہونا پڑے گا۔ آؤ چلیں۔ یہ جگہ ٹھیرنے کی نہیں ہے۔"

قبل اس کے کہ میں کوئی سوال پوچھتا یا کچھ کہتا۔ وہ دوڑتا ہوا ایک تنگ گلی میں داخل ہوگیا۔ جو تھوڑی دور آگے چلکر بازار سے داہنے ہاتھ کو جاتی تھی۔

میں ایک لمحہ حیران و سراسیمہ اسی جگہ کھڑا اس کی غائب ہوتی ہوئی صورت تکتا رہا۔ خوش قسمتی سے میں نے دس منٹ کے عرصہ میں اتنے حالات معلوم کر لیے تھے۔ جنہیں سر ڈس وانٹ رئیلی کا محکمہ اپنے سرکاری وسائل سے شاید دس ماہ میں بھی دریافت نہ کر سکتا وہی شومیٔ تقدیر جو مجرموں کا پیچھا کرتی ہے۔ میری مددگار ہو رہی تھی۔

اس کے بعد صین ساچ کے مشورہ پر عمل کر کے اس ویران اور اندھیرے بازار میں جو خفیہ پولیس کے نقشہ پرس میں سرخ لکیروں سے محدود اور مجرم علاقہ میں شامل ہے۔ تیز چلنے لگا۔ بازار کی نکڑ پر لیمپ تھا۔ اس کی روشنی میں کھڑے ہو کر پیچھے کی طرف گھپ اندھیرے میں نظر ڈالی۔ وہاں تک کوئی متنفس نظر نہ آتا تھا۔ اس کے باوجود کسی نامعلوم مقام پر پاؤں کی ہلکی چاپ برابر کانوں میں آ رہی تھی۔

میرے لئے اس قدر شبہ ہی کافی تھا۔ خطرناک حصہ شہر سے نکل کر آبادی تک پہنچنے کی طرف دوڑنے لگا۔ اور شکر ہے صحیح سلامت پہنچ گیا۔ اس کے باوجود میں فاصلہ دینا چاہتا تھا جس کے تعاقب کا شبہ پاؤں کی دبی آواز سے،

پیدا ہو چکا تھا۔ اس لئے کئی بازاروں کا چکر کاٹ کر آدھی رات کے قریب اپنے مکان پہ پہنچا۔

عزم لندن کی سب تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ مکان ہی سے ایک نائب کو ٹیلی فون پہ ہدایت کی کہ قہوہ خانہ کے مالک میگل اور اس کے مغربی دوست کے خلاف فلاں کارروائی کی جائے۔ اور جین سلیج کی نسبت یہ تحقیقات ہو کہ کہاں رہتا ہے۔ بہر حال اس قسم کی جزوی باتوں کے لئے سفر لندن ملتوی کرنا نامناسب تھا۔

مگر بولون کی بندرگاہ میں پہنچ کر رود بار عبور کرنے والے جہاز پہ سوار ہو رہا تھا تو کیا دیکھتا ہوں سٹیمر کے صحن پر ایک آدمی آہنی باڑ کے سہارے جھکا ہوا آنے والے مسافروں میں سے ہر ایک کو نظر غور سے دیکھ رہا ہے۔ گٹھیلے بدن کا بھاری بھر کم آدمی جس کا داڑھی میں چھپا ہوا چہرہ پہلو سے دیکھ کر ہی شک ہو گیا۔ کہ میں نے اسے پہلے کبھی دیکھا ہے۔

جہاز پر چڑھ کر سگرٹ جلانے کے بہانہ سے میں نے پیچھے کی طرف دیکھا تو اس کی صورت اچھی طرح نظر آ گئی۔ اب اسکی بیٹھی ہوئی ناک اور لمبا سرخ داغ میرے سامنے تھا۔ معلوم ہو گیا وہی نکٹا شیطان ہے جسے کل رات میگل کے قہوہ خانہ میں تاش کھیلتے ہوئے دیکھا تھا!

ایک بات جس پر میرا اپنے انگریز ہمجلیسوں سے بار ہا اختلاف رائے ہوا ہے اور جس کے متعلق وہ شاید کبھی مجھے اپنا ہم خیال نہ بنا سکیں گے یہ ہے کہ لباس کی تبدیلی آدمی کی صورت کو کس حد تک بدل سکتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ تیز متجسس نظریں ہر قسم کے ملتبس لباس میں اصلیت تاڑ جاتی ہیں۔ میں کہتا ہوں بے شک تاڑ جاتی ہیں۔ مگر ایسی متجسس نظریں خدا نے کتنے آدمیوں کو دی ہیں؟ کچھ بھی ہو میری دو عظیم الشان کامیابیاں۔ ایک وہ جو میں نے میگل کے قہوہ خانہ میں اس دریافت کے ذریعہ حاصل کی کہ سنہری بچھو کسی

مجرم فرقہ یا جماعت کا نشان ہے۔ دوسری یہ کہ میں اس دیو میگل ایجنٹ کی آنکھوں میں خاک جھونک کر جو میری تلاش میں ہر ایک مسافر کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ سٹیمر پر سوار ہوا۔ تبدیل لباس پر میرے پختہ اعتقاد ہی کا نتیجہ تھیں۔

میں نہیں جانتا اس خفیہ دشمن نے جو میگل کے قہوہ خانہ سے رخصت ہونے کے بعد اندھیرے میں میرا پیچھا کر رہا تھا۔ میری صحیح شخصیت اور جائے سکونت دریافت کر لی یا نہیں۔ بہرحال اب کی بار خود میں اس کا پیچھا کروں گا۔ اس خیال سے میں نے رود بار عبور کر کے یہ جاننے کی کوشش شروع کی کہ میرا ایلچی دوست کہاں جاتا ہے۔ فوکسٹن پہنچ کر وہ لندن جانے والی ٹرین کے تیسرے درجہ میں سوار ہوا۔ میں بھی پاس والے ڈبہ میں بیٹھ گیا۔

ٹرین چیرنگ کراس سٹیشن پر پہنچی تو اس نے ٹکٹ گھر کے پاس کھڑے ہو کر گھڑی دیکھی اس کے بعد اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر اطمینان سے چلتا سٹیشن سے باہر نکلا۔

میں اس کے ساتھ تھا۔

وہ ایک کرایہ کی گاڑی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ میں نے چند قدم فاصلہ دے کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ مگر کان اس گفتگو کی طرف لگا لئے۔ جو دونوں میں ہو رہی تھی۔

"بورو ڈسٹیشن ایسٹ" وہ گاڑیبان سے کہہ رہا تھا۔ "فاصلہ بہت زیادہ نہیں ہے۔"

میں نے چھپی نظروں سے دیکھا۔ وہ ایک نوٹ... شاید ایک پونڈ کا نوٹ ہاتھ میں لئے گاڑیبان کو دکھا رہا تھا۔ گاڑیبان نے سر کے اشارہ سے حامی بھری۔ ادہر وہ اسکی گاڑی پر سوار ہوا۔ ادھر میں ایک اور گاڑی کی طرف دوڑا جو تھوڑے فاصلہ پر کھڑی تھی۔

"بورو ڈسٹیشن ایسٹ" میں نے اپنے گاڑیبان سے کہا۔ "جلدی چلو تو دوگنا کرایہ دوں گا۔"

انعام کے لالچ نے گاڑیبان کے چابک سے گذرکر گھوڑوں پر اثر ڈالا۔ اور وہ ہوا
سے باتیں کرنے لگے۔ بازار سٹریٹ تک دونوں گاڑیاں آگے پیچھے چلتی رہیں۔ اس کے بعد میری
آگے نکل گئی۔ اسباب کی مجھے پروا نہ تھی۔ اسکو میں نے سٹیشن کے لگیج آفس میں ہی چھوڑ دیا
فی الحال سب سے بڑی ضرورت مجھے شیطان کی سکونت دریافت کرنے کی تھی۔

بورو ڈسٹیشن پر پہنچکر میں نے گاڑیبان کو رخصت کیا۔ اور خود ایک ٹیلیفون
بکس میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ میں اپنے دوست کی نظروں سے پوشیدہ رہنا چاہتا تھا۔
غالباً اس کا مجھ سے پہلے یہاں پہنچنا غیر ممکن ہو گا۔

دس منٹ۔ پندرہ منٹ۔ آدھا اور اس کے بعد ایک گھنٹہ گذر گیا۔ مگر نٹ کھٹ
شیطان کہیں نظر نہ آتا تھا۔ میرا دل خوف سے گھبرانے لگا۔ ایسا تو نہ ہو وہ مجھ پہ شک
کر کے کسی اور طرف کو چلا جائے۔ مگر نہیں۔ ایک گھنٹے کے بعد دیکھا تو میرے دوست
کی گاڑی خراماں خراماں سٹیشن کی طرف آ رہی تھی۔ مجھ سے ۱۰ گز کے فاصلہ پر پہنچکر اس نے
گاڑیبان کو رخصت کیا۔ اور سٹیشن کے دروازہ پر کھڑا ہو کر بڑے اطمینان سے سگار جلانے
لگا۔ اسکی صورت یا انداز سے کسی طرح کی پریشانی ظاہر نہ ہوتی تھی۔ یقین ہو گیا کہ اس نے
مجھے نہیں دیکھا۔

اپنا بیگ فرش زمین پر رکھ کر سگار ہاتھ میں لئے وہ دائیں بائیں ٹہلنے لگا۔ کوئی
پانچ منٹ بعد ایک بہت بڑی زرد رنگ کی بند موٹر پاس آ کر ٹھہر گئی۔ ایک گندمی رنگ
ڈرائیور آگے بیٹھا ہوا تھا۔ جس کی قومیت کا صحیح اندازہ میں اس لئے نہیں کر سکا۔ کہ اسکی
آنکھیں بڑے بڑے چشموں میں بند تھیں۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ کہ
نٹ کھٹ نے بیگ اٹھایا۔ اور موٹر کے پاس جا کر اس میں سوار ہو گیا۔ موٹر چل دی۔ ایک
بہت بڑی آہنی بس گاڑی سمت مقابل سے آ رہی تھی۔ اس کی اوجھل میں میں اس کا نمبر
بھی نہ دیکھ سکا۔

مگر میری کدوکاوش کا ایک فائدہ ضرور ہوا۔ کم از کم ایک بات ایسی دیکھ لی جس نے ساری محنت کا صلہ دے دیا۔ موٹر پر سوار ہونے سے پہلے نکٹے شیطان نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چیز نکالی اور ڈرائیور کو دکھائی۔ میں نے بھی دیکھا۔ اس کی ہتھیلی پہ رکھی ہوئی، وہ چیز سونے کی مانند چمکتی تھی!

جلد دوم کا پہلا نصف حصہ ختم ہوا

ناول تنہا دل حبیب ہے کہ چھوڑنے کو
دل نہیں چاہتا ہے
اگر دل نہیں چاہتا کہ چھوڑ دے تو دل [illegible]
[illegible]

ایم گیسٹن ہیکبس کا بیان

آخری نصف حصہ

نکٹا شیطان

باب - ۱

چارلس میلٹ

میں نے لندن کے حصہ ہیڑسی میں ایک مکان کرایہ پر لے لیا - اور تبدیل ہیئت کے لئے ڈاڑھی رکھنی شروع کی - معلوم ہو گیا کہ "بچھو" کا راز خوفناک جرموں کی تاریخ میں سب سے زیادہ پر اسرار ہے - یوں تو خفیہ پولیس کی روئداد ہر قسم کے ہوشربا عجائبات سے پر ہے - مگر ایسے پرپیچ واقعات جیسا یہ تھا شاذونادر دیکھے جاتے ہیں - یہی وجہ تھی کہ اگر اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے مجھے ایک سال کوشش کرنی پڑے - تو بھی میں اس کے لئے تیار تھا - قیام لندن کا مستقل ارادہ کرنے کے بعد میں نے پیرس سے بعض ضروری کاغذات اور لیسنس منگا لئے - میرے ماتحتوں کی طرف سے خبروں کی ایک چھٹی ہر روز میرے پاس آتی تھی - ان میں سے ایک کا مضمون سنسنی پیدا کرنے والا ثابت ہوا -

لکھا تھا - جین سلج کی لاش دریائے سین سے برآمد ہوئی - کسی نے سینہ میں خنجر گھونپ کر مار دیا تھا - قہوہ خانہ کے مالک ایم میگل اور اس کے ساتھیوں کی نگرانی

بدستور جاری تھی۔ مگر میں نے حکم دے دیا کہ میری اجازت کے بغیر نہ اس مکان پر دھاوا کیا جائے۔ نہ کوئی آدمی گرفتار ہو۔

میں نے چارلس سلیٹ اپنا نام رکھا۔ ایک فرانسیسی موٹر لیسنس اور پیرس کے ٹیکسی ڈرائیور کی سند میرے پاس تھی۔ چند دن کے عرصہ میں جب داڑھی نے صورت بدل دی تو میں لباس تبدیل کر کے نیو سکاٹلینڈ یارڈ میں گیا۔ اور موٹر لیسنس کی درخواست پیش کی متفرق امتحانی سوالات کا تسلی بخش جواب دینے اور لندن کے مختلف حصوں اور بازاروں کی واقفیت کا ثبوت مہیا کرنے کے بعد مجھے پاس کر دیا گیا۔ گویا اب میں خفیہ پولیس کا کیسٹن میکس نہیں۔ کرایہ کی موٹر چلانے والا چارلس سلیٹ تھا۔

ایک شخص سے جو پرانی موٹر بیچکر نئی خریدنا چاہتا تھا۔ میں نے اسکی پرانی اور شکستہ مگر قابل استعمال موٹر خرید لی۔ اور اسے رکھنے کو مکان کے پاس ہی ایک اصطبل کا حصہ کرایہ پر لے لیا۔

ان تیاریوں کے بعد میں اس قابل ہو گیا کہ لندن کے جس حصہ میں جب چاہتا چلا جاتا۔ اور کسی کو میری نقل و حرکت پر شبہ تک نہ ہوتا تھا۔ موٹر کی بدولت حریفوں کے تعاقب میں سہولت بھی ہو گئی۔ اور ان کی نظروں سے محفوظ رہنے کا سامان بھی پیدا ہو گیا میں نے اس طریقہ سے بارہا کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ اور یہی وہ ذریعہ تھا جس سے میں نے فرانس کے نامی بدمعاش مسٹر کیبو کو نیو یارک میں پکڑا تھا۔

سر فرنیک نارکوم کی پراسرار موت کے مفصل حالات میں نے پیرس سے منگا لئے تھے۔ اور ان کی تفصیل گرینڈ ڈیوک آیون۔ وان رمبولڈ و باقی مشاہیر کی پراسرار موتوں سے اسقدر ملتی تھی کہ اس مشابہت کو ہرگز اتفاقی نہ سمجھا جا سکتا تھا۔ میرے ایما پر پیرس کی خفیہ پولیس نے سکاٹ لینڈ یارڈ کو صلاح دی کہ سر فرنیک نارکوم کی لاش کو دفن کرنے سے پہلے اس کے امتحان بعد الموت پر زور دیا جائے۔ مگر سر فرنیک کے رشتہ داروں

نے اسے اپنے خاندان کی بدنامی خیال کیا۔ اور ان کے دباؤ سے بات ٹل گئی۔

اب میں دن بھر موٹر لیے ان لوگوں کے مکانوں۔ کلبوں یا دفتروں کے گرد چکر لگاتا جن کا سرڑنیک آنجہانی سے تعلق تھا۔ اگر کوئی سواری ملتی تو جہاں اسے جانا ہوتا اس جگہ کو اچھی طرح نوٹ کر لیتا اور بعد ازاں خفیہ طور پر اس کے رہنے والوں کا حال دریافت کرتا۔ اس تگ و دو سے میں نے جو حالات معلوم کیے وہ اگر کسی عدالت انصاف میں پیش کیے جاتے تو کم از کم تین گھروں میں طلاقوں کی نوبت آجاتی۔ مگر وہ چیز جس کی مجھکو تلاش تھی۔ نہ ملنی تھی۔ نہ ملی یعنی "بچھو" کا سراغ بدستور محفوظ رہا۔

بڑی زرد موٹر۔ اس کے گندم رنگ ڈرائیور اور اپنے دوست نکٹے شیطان کی تلاش میں میں نے لندن کا کونا کونا چھان مارا۔ ایسٹ اینڈ کی تنگ و تاریک گلیاں وہ گندے اور غلیظ بازار جہاں ہر طرف فلاکت و نکبت برستی ہے۔ تنگ احاطے جہاں فحش و بدکاری۔ جرم وافلاس۔ اور گناہ و معصیت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ کھونڈ ڈالے۔ ان ڈھابوں۔ لوتمنظوں اور شراب خانوں میں بھی گیا۔ جہاں ایشیائی خلاصی اور غیر ملکی ملاح خاص طور پر آمد و رفت رکھتے ہیں۔ دن رات کرایہ کی جھنڈسی کو نیچا کرکے کہ دیکھنے والے موٹر کو رکا ہوا سمجھیں ہر قسم کے بازاروں کا گشت کیا۔ مگر۔۔۔ بے سود تینوں خدا معلوم کدھر گم ہو گئے۔

آخر ایک ماہ کی سعی لاحاصل کے بعد۔ ایک رات جب میں کسی بحری افسر کو ایسٹ انڈیا گھاٹ کے پاس اتار کر لائم ہوس کی راہ سے آہستہ آہستہ موٹر چلاتا چاروں طرف غور سے دیکھتا ہوا جا رہا تھا۔ ایک بڑی موٹر تھوڑی دور آگے اندھیرے میں کھڑی ہوئی نظر آئی۔ ایک آدمی اترا اور موٹر ایک طرف کو چلی گئی۔

میرے لیے عمل کی دو صورتیں تھیں۔ موٹر ہر چند اس موٹر کا سے ملتی تھی جس پر میرا نکٹا دوست بورو ڈ ایسٹ کے سٹیشن پر سوار ہوا تھا۔ تاہم مجھے ذاتی یقین

نہ تھا۔ سوچ آئی۔ موٹر کا پیچھا کروں یا آدمی کا؟ فوری فیصلہ کی ضرورت تھی۔ آخر آدمی ہی کے پیچھے ہو لیا۔

یہ بات کہ میں نے موٹر کی شناخت میں غلطی نہیں کی۔ جلدی ہی ثابت ہو گئی۔ ٹاؤن ہال کے پاس کھڑے ہو کر اس آدمی نے جیب سے ایک سگار نکالا۔ اور اسے سلگانے کو دیا سلائی روشن کی۔ دیا سلائی کے زرد شعلہ کی روشنی میں جسے محفوظ رکھنے کو اس نے بائیں ہاتھ سے آڑ کر لی تھی۔ میں نے اس کی بیٹھی ہوئی ناک اور چہرہ کا سرخ داغ دیکھ لیا واہ دوست خوب ملے!

سگار جلا کر وہ سڑک کے دوسری جانب ایک شرابخانہ میں داخل ہو گیا۔ میں نے بھی موٹر وہیں چھوڑی۔ اور اندر چلا گیا۔ کڑوی بیر کا ایک گلاس طلب کر کے میں نے ادہر ادہر دیکھا تو بھائی نکٹا برانڈی کا گلاس ہاتھ میں لئے منہ بنا بنا کر پی رہا تھا میں ہنسا۔

"کیوں مسٹر اس شراب میں کیا زہر ملا ہوا ہے؟"

"ہاں کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے" اس نے جواب دیا۔

"بوتل کھلواؤ تو ٹھیک ہو" میں نے رائے دی۔ "مارٹل کی تین سٹار برانڈی۔"

وہ میری طرف گھور کر دیکھنے لگا۔

"میں سمجھا نہیں" اس نے آخر کار کہا "میری انگریزی بہت ناقص ہے۔"

"آہ۔ معلوم ہوا" میں نے قصداً بگڑی ہوئی فرانسیسی میں کہا۔ "شاید تم فرانسیسی بولتے ہو!"

"ہاں۔ ہاں" اس نے پرشوق لہجہ میں جواب دیا۔ "ان لوگوں کو سمجھانا بہت مشکل ہے۔ میں نہیں جانتا کون پاجی اسے برانڈی کہے گا۔ یہ تو کسی طرح کا پٹرول معلوم ہوتا ہے" میں بیر پی کر اٹھا۔ کلارک سے دو گلاس عمدہ برانڈی کے لئے اور ایک لینے

یار شاطر کے آگے رکھ دیا۔

"اسے دیکھو" میں نے بدستور فرانسیسی میں گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ "غالباً پسند کروگے۔"

اس نے دو گھونٹ پی کر میرے خیال کی تائید کی۔ قریباً دس منٹ ہم بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہے۔ ایک ایک گلاس اور لیا۔ اس کے بعد میرا خطرناک دوست شب بخیر کہہ کر رخصت ہوا۔ موٹر جس سے وہ اترا مغرب کی طرف سے آئی تھی۔ یہ آدمی یا نواح نواحات میں رہتا یا کسی سے ملنے آیا تھا۔ اپنی موٹر کو وہیں چھوڑ کر میں اس کے تعاقب میں ہولیا۔

ٹھری کولٹ سٹریٹ سے ہوتا ہوا وہ روپ بیکر سٹریٹ کی طرف چلا۔ اور وہاں ایک تنگ گلی میں داخل ہو گیا۔ جو دریا کی طرف جاتی تھی۔ گلی سیدھی اور ویران تھی میں اس کے موڑ پر پہنچنے تک پیچھے جانے کی جرأت نہ کر سکا۔ گلی کے سرے تک اس کے پاؤں کی آواز سنائی دی۔ پھر مدھم ہو گئی میں دوڑ کر نکڑ پر پہنچا۔ سامنے اونچی دیوار کا پچھواڑا اور اس کے ایک طرف چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں لکڑی کی بنی ہوئی۔ نظر آتی تھیں۔ مگر نکٹے دوست کا نام ونشان تک نہ تھا!

مجبوراً واپس ہوا۔ موٹر وہیں تھی۔ مگر ایک کانسٹبل شکی نظروں سے دیکھتا ہوا اس کے گرد پھر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا "کیوں جی۔ اس طرح موٹر کو سر بازار چھوڑ کر آوارہ پھرنے کا کیا مطلب ہے؟"

"عجیب دھوکے باز لوگوں سے واسطہ پڑ جاتا ہے"۔ میں نے جواب دیا۔ "چار گھنٹے سواری کو لیے لیے پھرا۔ اس کی شرافت دیکھیے کہ کھوٹا نصف کراؤن دے کر چلا گیا۔ اسی کے پیچھے دوڑا تھا۔"

یہ بہانہ خوب تھا۔ چل گیا۔

معلوم ہے وہ آدمی کدھر گیا؟ اس نے پوچھا۔

میں نے سب بیان کیا۔ اور نکٹے کا حلیہ بیان کر دیا۔

"کوئی غیر ملکی ملاح معلوم ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔ "مگر میں نہیں جانتا ادھر کیا لینے گیا ہوگا۔ اس طرف سب چینی لوگ بستے ہیں۔"

میرے کان کھڑے ہو گئے۔ کانسٹبل کے آخری فقرہ نے آنکھوں کے آگے سے پردہ سا ہٹا دیا۔ یاد آیا کہ سنہری بچھو جو میں نے میگل کے قہوہ خانہ میں دیکھا۔ وہ بھی چینی ساخت کا تھا۔ موٹر پر چڑھ کر پھر اس گلی کو چل دیا۔ جدھر نکٹا گیا تھا۔ موٹر گلی کے سرے پر کھڑی کی۔ اور پہیہ پر ہاتھ رکھے سوچنے لگا۔ اب کیا کرنا چاہیئے۔

آسمان ابر آلود تھا۔ مغرب میں بجلی آتشی کنکھجورے کی مانند چمک جاتی تھی۔

یکایک بوندیں پڑنے لگیں۔ اور دو منٹ بعد زور کا پانی برسنے لگا۔ میں بے تک چپ چاپ موٹر پر بیٹھا ہوا تھا۔

میں نہیں جانتا اس تیز بارش میں کب تک انتظار کرتا۔ وہیں ٹھہرتا یا چلا آتا مگر ناگاہ ایک آدمی پانی میں شور بور ویران بازار میں آتا ہوا نظر آیا۔ موٹر کے لمپ روشن تھے۔ وہ انہیں دیکھ کر ٹھہر گیا۔ اور میری طرف دیکھنے لگا۔ یہ معلوم کر کے کہ موٹر ٹیکسی نہیں کرایہ کی ہے۔ اس نے پوچھا۔

"کیا موٹر کرایہ کے لئے خالی ہے؟"

شاید اس لئے کہ مجھے اسکی حالت دیکھ کر رحم آ گیا۔ کیونکہ اس کے پاس چھتری یا باران کوٹ کی قسم سے کوئی چیز نہ تھی۔ یا ممکن ہے میرے اس فیصلہ میں بھی پر اسرار قسمت ہی کا ہاتھ تھا۔ بہرحال اس کے سوال پر میں نے انتظار ترک کرنے کا ارادہ کر لیا اور کہا۔

"جی ہاں خالی ہی سمجھیئے۔ فرمایئے آپ کہاں جائیں گے؟"

جس جگہ اس کو جانا تھا وہ میرے مکان سے قریب تھی۔ میں نے اپنا ارادہ

پختہ کرلیا اور کہا۔

"بیٹھ جائیے۔"

رستہ بھر "چین" اور "پچھ" کے سوال پر غور کرتا رہا۔ رات زیادہ جا چکی تھی۔ ناخوشگوار موسم میں تمام رستے ویران تھے۔ کوئی اکا دکا شرابی لمپ کے کھمبے سے لگا ہوا۔ کوئی بے زر شوقین ٹانک دیکھ کر پیدل چلتا۔ گناہ کی بیٹیاں اپنی سیاہ کاریوں کو رات کی سیاہی میں چھپانے کی کوشش کرتی ہوئی ۔۔۔ ان کے سوا بہت کم آدمی بازاروں میں دکھائی دیتے تھے کوئی آدھ گھنٹہ کے عرصہ میں میں نے اس آدمی کو جس کا نام بعد از آں ڈاکٹر کیپل سٹوارٹ معلوم ہوا اس کے مکان پر پہنچا دیا۔

وہ میری بروقت امداد سے اتنا خوش تھا کہ جانے سے پہلے گرم شراب کا ایک گلاس پیش کیا۔ انکار معیوب تھا۔ میں دو منٹ کے لیے ٹھیر گیا۔ رخصت ہونے لگا۔ تو بارش تھم گئی تھی۔ موٹر کا ہنڈل گھما رہا تھا۔ تو ایسا معلوم ہوا کہ ایک دھندلی صورت اندھیرے سے نکل کر اس گلی کی طرف گئی۔ جو ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان کے پچھواڑے واقع تھی۔

ایک فوری شبہ۔ پُراسرار اور خوفناک۔ میرے دل میں پیدا ہو گیا۔

موٹر کو بیس بائیس گز چلا کر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو ایک دیوہیکل آدمی سیاہ واٹر پروف کوٹ پہنے کھڑا ہوا میری طرف دیکھ رہا تھا!

جس پھرتی سے پیرس میں ہیگل کے قہوہ خانہ سے میرے مکان کا سراغ لگا لیا گیا تھا (کیونکہ اب اس بات کا ذرا شک و شبہ نہ تھا۔ کہ اس بات ضرور کسی نے میرا پیچھا کیا) اسکو مدنظر رکھتے ہوئے خیال آیا کہ آج پھر وہی نظر عنایت ہو رہی ہے۔ خیر تحقیق میں ہرج نہ تھا۔ دوسری سڑک پر پہنچ کر میں نے موٹر کو سر راہ کھڑا کیا۔ اور خود دو ڈکر ان جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ جو سڑک کے ایک جانب خالی مکان کے سامنے اُگی ہوئی تھیں۔

مجھے بہت دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ایک بڑی سی بند موٹر۔ جیپ چاپ چلتی پاس

سے گذر گئی - اور میں نے دیکھا اسکی کھڑکی میں باہر کو جھکا ہوا . . . وہی نکٹا شیطان بیٹھا تھا!
"بچھو" کا مسکن دریافت کرنے کا یہ موقعہ خوب تھا - موٹر پر اس کا پیچھا کر کے معلوم
کر لوں گا - کہ وہ کہاں جاتا ہے -
مگر افسوس - میں نے دشمن کی طاقت جاننے میں غلطی کی - نکٹا میری موٹر کو خالی
دیکھتے ہی ہوا ہو گیا - قبل اس کے کہ میں جھاڑیوں سے نکلکر اپنی موٹر تک پہنچتا - اس کی
گاڑی بہت دور آگے نکل گئی - اور ایک لمحہ بعد اس کی آواز آنی بند ہو گئی -
مگر دو باتیں معلوم ہو گئی تھیں - ایک یہ کہ اب کی بار بڑے عیار لوگوں سے پالا
پڑا ہے - دوسری یہ کہ میں خود ان کی نظروں میں آ چکا ہوں!

باب ۲۰

دامِ فریب

اس سے اگلی صبح کو میں نے بیٹرسی والے مکان میں بیٹھکر اپنی حالت پر غور کرنا شروع
کیا - واقعات کی تیزی رفتار کو دیکھتے ہوئے میرے لیئے اپنی تجویزوں کی درستی ضروری
لازم تھی - میں نے لندن آکر موٹر والے کا بھیس اختیار کرنے کے بعد کیا حاصل کیا؟
کچھ نہیں - البتہ "بچھو" کو میری موجودگی اور تحقیق کا شک ہو گیا - ورنہ نکٹے شیطان
کا تعاقب کیا معنی رکھتا تھا - حیرت اس بات کی تھی کہ اسکو میرے خلاف شبہ کیونکر
ہوا؟ کیا عجب وہ اس وقت کسی جھونپڑی کی آڑ یا کھڑکی سے دیکھ رہا ہو جب میں
نے حماقت سے ساحل دریا کی تنگ گلی تک اس کا پیچھا کیا - ہاں اس کے سوا اور کوئی
وجہ اس کے شک کی نظر نہ آتی تھی -
یا ممکن ہے . . . میرے لندن آنے کی خبر کسی طرح پیرس سے نکل گئی ہو - یا پیرس

طریق خط و کتابت ہی میں کوئی نقص ہو۔ کیا عجب ہم دونوں ایک دوسرے کو تلاش کر رہے ہوں۔ میں اسکو۔ وہ مجھے۔ آخر کوئی وجہ ضرور تھی کہ وہ رود بار کے جہاز پر کھڑا ہوا مسافروں کے چہروں کو اس غور و تجسس سے دیکھ رہا تھا۔

کچھ ہو۔ رات کے واقعہ نے ثابت کر دیا کہ میرے نکٹے دوست کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ چارلس سیلٹ موٹر ڈرائیور اسی کا پیچھا کر رہا ہے۔ لیکن اہم سوال یہ تھا کیا اس کو معلوم ہے کہ چارلس سیلٹ کے بھیس میں گیسٹن بلیکس چھپا ہوا ہے؟ کیا اس کو میرے مقام سکونت کا علم ہو چکا ہے؟ کیا وہ سمجھتا ہے کہ لایم ہوس کازوے میں ڈاکٹر سٹوارٹ سے میری ملاقات اتفاقی نہیں ارادی تھی؟ اس کا بیٹرسی تک ہمارے پیچھے آنا ثابت کرتا تھا۔ کہ اس نے ڈاکٹر سٹوارٹ کو میری موٹر پر سوار ہوتے دیکھ لیا۔

تھوڑی دیر ان فکروں میں رہنے کے بعد ایک نئی تجویز میرے ذہن میں پیدا ہوئی۔ کام بے شک خطرناک تھا۔ مگر جو آدمی پہلے ہی صد ہا خطروں میں گھرا ہوا ہو۔ اس کے لئے ایک اور کیا اہمیت رکھتا ہے؟ جین ساچ کا انجام مجھے یاد تھا۔ جن لوگوں نے اس کو ہلاک کیا۔ وہ مجھ پر وار کرنے سے کب دریغ کریں گے؟

اس رات اپنی جان ہتھیلی پر لیکر میں پھر موٹر پر سوار ہو لائم ہوس ٹون ہال کی طرف روانہ ہوا۔ اور موٹر کو باہر چھوڑ اسی شراب خانہ میں داخل ہو گیا جہاں کل رات نکٹے شیطان سے ملا تھا۔ اپنی حرکات کی نگرانی کے بارہ میں اگر کوئی شبہ اب تک میرے دل میں باقی تھا۔ تو اب رفع ہو گیا۔ کیونکہ میرے جانے کے دو منٹ بعد میرا نکٹا دوست داخل ہوا۔ اور بڑے اخلاق سے پیش آیا۔

انداز سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ نہیں جانتا میں تب اسکو پہچان گیا تھا۔ جب کل رات وہ میرے پیچھے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان تک گیا۔

خیر اس نے بے تکلفی سے شغل مے نوشی کی دعوت دی۔ جو میں نے اسی بے تکلفی

سے منظور کی۔

شطرنج کی اس بازی میں حریف کا ہر داؤ میری نظروں میں تھا۔ پہلا مہرہ اس وقت اٹھا جب ہم اپنے اپنے گلاس ہاتھوں میں لیے بیٹھے تھے۔

شکی نظروں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے میں نے پوچھا۔

"کیا آپ کسی کام کے لئے یہاں آتے ہیں؟"

"ہاں" اس نے جواب دیا "بعض کاروباری مصروفیتیں مجھے اکثر ان اطراف میں لے آتی ہیں۔"

"اور اس حصہ شہر کا حال آپ کو معلوم ہے؟"

"بڑی حد تک۔ گو در اصل میں لندن کا رہنے والا نہیں ہوں۔"

میں نے اپنی گھبراہٹ کو انداز رفاقت میں آہستہ آہستہ چھپایا اور کہا۔

"اگر ایک دوست کی صلاح ماننے میں عذر نہ ہو تو جہاں تک ممکن ہے۔ ادھر مت آیا کرو۔"

"کیوں کس لئے؟"

"خطرناک جگہ ہے۔ کل اور آج آپ سے جو باتیں ہوئی ہیں۔ ان سے اندازہ کرتا ہوں آپ بھولی طبیعت رکھتے ہیں۔ مگر میں اس شہر کے سب رنگ دیکھ چکا ہوں۔ اس لئے خبردار رہنا۔ کل رات کا واقعہ ہے۔ میں یہاں سے چلکر ایک ڈاکٹر کے مکان پر گیا۔ تو ایک آدمی میرے پیچھے لگا ہوا تھا۔"

وہ میری طرف گھور کر دیکھنے لگا۔ اٹھے ہوئے بالائی ہونٹ کے نیچے بڑے بڑے سپید دانت خوفناک انداز سے چمک رہے تھے۔

"عجیب طرح کے موٹر ڈرائیور معلوم ہوتے ہو۔" اس نے کہا۔

"خیر جی ہیں آئے۔ وہ سمجھو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "مگر یاد رکھو میں یہ مشورہ صرف

تمہاری بہتری کے لئے دیتا ہوں میں نے وہ وہ حالات دیکھے ہیں کہ جب ان کا ذکر اخباروں میں چھپا تو دنیا دنگ رہ جائے گی۔ سرِ دست میں نے وہ باتیں محفوظ رکھی ہوئی ہیں۔ مگر عنقریب ان کو ظاہر کیا جائے گا۔" یہ کہتے ہوئے میں نے کوٹ کی اندرونی جیب کو آہستہ سے تھپتھپایا۔ "سچ پوچھو تو میری عمر بھر کی روٹیاں اس سودے میں پنہاں ہیں۔"

گلاس ختم کرکے میں نے دو اور طلب کئے۔ ایک اپنے اور دوسرا اپنے دوست کے لئے۔ وہ صورتِ تصویر بیٹھا میری طرف عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مگر میں نے اسکی پرواہ کرتے ہوئے دوسرا گلاس بھی ختم کر دیا۔ پھر تیسرا منگایا۔

اس اثنا میں کہ ویٹر شراب لاتا۔ میں نے بے تکلفی سے آگے جھک کر اپنا ہاتھ نکیٹ کے شانہ پر رکھ دیا۔ اور شرابیوں کے کیف لہجہ میں کہا۔ "پانچ ہزار پونڈ اس واقفیت کا انعام ہے۔ جو میں نے اس جیب میں سنبھال کر رکھی ہوئی ہے۔ ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ ہوتی تو خفیہ پولیس کے دفتر میں پہنچ جاتی۔ مگر اس خیال سے کہ شاید وہ لوگ جن کے حالات میں نے دریافت کئے ہیں تکمیل سے پہلے مجھکو ہلاک کر دیں۔۔۔ جانتے ہو میں نے کیا تجویز سوچی ہے؟"

یہ کہتے ہوئے میں نے پھر ایک بار جیب کو تھپتھپایا۔ نکٹ انتہائی حیرت سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں نہیں جانتا۔ تم کیا کہہ رہے ہو۔" آخر کار اس نے کہا۔

"خیر تو میں جانتا ہوں۔" میں نے اپنے آپ کو بدمست ظاہر کرنے کے لئے اور زیادہ گلوگیر لہجہ میں جواب دیا۔ اور اس کے بعد اپنا منہ اس کے کان کے پاس لے جاکر پُر راز طریقہ پر دبی آواز سے کہا۔ "میں ان کاغذات کو اس ڈاکٹر کے پاس لے جا رہا ہوں۔ جو میرا دوست ہے۔ اسی طرح بند کا بند پیکٹ اس کے پاس رکھوا دوں گا۔ اور کہوں گا۔ میں اگر سات دن کے اندر اندر اسے واپس لینے کے لئے نہ آیا۔ تو اسے خفیہ پولیس

کے دفتر میں بھیج دینا۔ تم پوچھو گے ملا کیا؟ . . . مجھے کچھ نہیں۔ پر دشمنوں کو تو مل جائے گی۔"
"کیا؟"
"پھانسی کی رسی"
نکٹے کی حیرت لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہی تھی۔ میں نے تیسرا گلاس ختم کر کے چوتھا طلب کیا۔ اور ایک اس خبیث کے لیے بھی منگایا۔
"نہیں بس" اس نے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے روکتے ہوئے کہا۔ "شب بخیر میں چلتا ہوں۔"
"شب بخیر۔ میرے دوست شب بخیر" میں نے شرابیوں کی طرح ہنکار کے کہا "دیکھو میری نصیحت نہ بھولنا۔"
اس کے جانے پر کلال خانہ کا نوکر چوتھا گلاس لایا۔ اور اس کو پیش کرتے ہوئے میری طرف مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ نکٹے سے میری گفتگو فرانسیسی میں ہوئی تھی مگر ہماری آوازیں اس کے کانوں تک پہنچ گئی ہوں گی۔
"آج تم نے ان دنوں کی کسر پوری کر دی۔" اس نے کہا۔ "وہ دوسرا آدمی شاید ہر گیا"
"بس میں بھی ختم کرتا ہوں۔" میں نے انگریزی میں جواب دیا۔ "آج ایک جگہ سے مال ہاتھ آیا تھا۔ خوشی کی چاہ کس کو نہیں ہوتی؟"
شراب خانہ سے نکلکر بڑی احتیاط سے چاروں طرف دیکھا۔ میرا ارادہ واقعی ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر جانے کا تھا مگر امید نہ تھی کہ میرے دوست بے روک وہاں پہنچ جانے دیں گے۔ نکٹا شیطان ظاہر میں کتنا گر بہ مسکین ہو۔ باطن میں پورا عیار تھا۔ میری صحیح شخصیت اس کو معلوم ہوتی یا نہ ہوتی۔ نا ممکن تھا کہ میری باتوں کو شرابی کی بڑ سمجھ کر نظر انداز کر دیتا۔ احتیاط میری طبیعت کا جوہر ہے۔ اور میں کسی حال میں دشمن کی طاقت کو ہیچ سمجھنے کی غلطی کا مرتکب نہیں ہوتا۔ میری نسبت نکٹے کے شبہات چاہے کچھ ہوں۔ وہ

مجھے شرابی سمجھے یا ہوشمند۔ گیسٹن میکس خیال کرے یا کوئی اور۔ میں نے جو باتیں اس سے کہی تھیں۔ ان کے بعد اس کا طرز عمل ہر حال میں وہی ہو سکتا تھا۔ یعنی اس بات کا یقین ہو جانے کے بعد کہ میں واقعی اپنی یادداشتوں کو ڈاکٹر سٹوارٹ کے پاس رکھنے جاتا ہوں وہ مجھے اس سے روکنے کی امکان بھر کوشش کرے گا۔

میں نے احتیاط سے چاروں طرف دیکھا۔ مگر کوئی آدمی نظر نہ آیا جس کی نسبت شبہ ہوتا کہ میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ ناچار موٹر چلائی اور بیٹرسی کی طرف ہو لیا۔ کمرشل روڈ سے گذرتے ہوئے میں نے پھر ایک بار موٹر کھڑی کر کے پیچھے کی طرف دیکھا۔ حد نگاہ تک کوئی آدمی دکھائی نہ دیتا تھا۔ واپسی کا رستہ زیادہ تر شہر کے آباد حصوں میں تھا۔ اور یہ بات میرے لئے باعث اطمینان بھی تھی۔ مگر ٹیمز سٹریٹ کے پاس جا کر میرا دل واقعی بے قرار ہونے لگا۔

یہ تنگ بازار رات کو بالکل ویران ہوتا ہے۔ بہرحال میں نے اپنی گرتی ہوئی ہمت کو سنبھال کر موٹر اس راہ پر ڈال دی۔ یہ بازار بھی قریباً طے ہو گیا۔ اور کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا۔ تیسری بار موٹر روک کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ لیکن مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ دور تک کوئی متنفس نظر نہ آتا تھا۔ خیال آیا ضرور میرے اندازوں میں غلطی ہوئی۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ دشمن اس آسانی سے بچ کر نکل جانے دیتے۔ مجبوراً موٹر کو وہیں چھوڑ کر بازار کے پچھلے سرے تک پیدل جانے اور ایک نظر دیکھنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر یہ ارادہ جیسا آپ دیکھیں گے پورا نہیں ہوا۔

موٹر کو وسط بازار میں روک کر اترا چاہتا تھا۔ کہ ایک ہلکی . . . بہت ہلکی آواز سن کر کان کھڑے ہو گئے۔ بجلی کی طرح جھکا۔ اور ایک لمبے چاقو کا تیز پھل اندھیرے میں بجلی کی طرح چمکتا ہوا ٹوپی کو چیر کر نکل گیا۔

اس فوری حرکت نے میری جان بچا دی۔ ورنہ لاریب وہ چاقو میرے کندھے

بزدل میں پہنچ جاتا!

اب معلوم ہوا کوئی آدمی میری موٹر میں چھپا ہوا تھا!

وہ غالباً کسی اچھے موقعہ کے انتظار میں تھا۔ جس وقت موٹر اس ویران بازار میں ٹھیری تو اس نے پورے زور سے وار کیا۔ مگر ناکامی نے اپنی جان کے لالے ڈال دیئے موٹر سے کود کر آندھی کی رفتار سے ایک سمت میں دوڑا۔ اور میں اسکے چہرہ کی جھلک تک نہ دیکھ سکا۔

گرم چپچپی بوندیں سر سے بہ کر منہ کی طرف آ رہی تھیں۔ انہیں ایک ہاتھ سے پونچھتے ہوئے میں نے بڑبڑا کر کہا۔

"بخدا۔ تجویز کامیاب ہوتی جا رہی ہے!"

سر میں جو زخم آیا تھا۔ اسپر اپنا رومال کس کر باندھ لیا۔ اور اوپر ٹوپی اوڑھ لی۔ زخم سطحی تھا۔ خون بہنے کے سوا اس سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ مگر اب مجھے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر جانے کا بہانہ خوب مل گیا تھا۔ سٹرسی کی طرف جاتے ہوئے میں نے اپنی تجویزوں کو جدید حالات کے مطابق ڈھالنا شروع کیا۔

جس وقت ڈاکٹر کے مکان پر پہنچا۔ تو ان کے مطب کا وقت ہو چکا تھا۔ ان کی خادمہ نے مجھے مریضوں کے کمرہ میں بٹھا دیا۔ اور کہنے لگی وہ ذرا مصروف ہیں۔ ابھی آئیں گے۔ اس کے باہر جاتے ہی میں نے جیب سے وہ لفافہ نکالا جسے ڈاکٹر سٹوارٹ کے پاس رکھوانے کو تیار کر کے لے گیا تھا۔ مگر اس پر خون کے داغ لگے ہوئے تھے۔ میں نے جو عذر اُسے پیش کرنے کے متعلق سوچا تھا۔ اب کیسے کام دیتا؟

آپ لوگ پوچھیں گے کہ ڈاکٹر سٹوارٹ کے پاس لفافہ رکھوانے کی ضرورت کیا تھی؟ محض یہ جتلانے سے کہ میں نے ایسا کیا ہے کام چل جاتا۔ ٹھیک ہے۔ چل جاتا اگر میرا واسطہ ان عیار لوگوں سے نہ ہوتا جو فنِ جرم میں طاق اور صاحب کمال تھے

ان کے متعلق بھی اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ ماہر جاسوس ہیں۔ ان کے سامنے دکھاوے سے
کام نہ چلیگا۔

میں نے خون آلود لفافہ کو پھر اپنی جیب میں رکھا۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ شائد
کوئی چیز مل جائے جسے دوسرے لفافہ میں بند کرکے یہاں چھوڑ جاؤں۔ کمرہ کے سرے
پر پردہ کے پیچھے بوتلوں کی قطار۔ روئی کا ڈبہ اور متفرق طبی سامان کی چیزیں رکھی ہوئی
تھیں معلوم ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا دواخانہ ہے۔ خیال آیا اس جگہ کوئی خالی لفافہ مل جائیگا۔
یہ سوچ کر اٹھا۔ اور پاس جاکر دیکھنے لگا۔ ایک کونے میں لفافوں کا پیکٹ
اور مہر لگانے کی لاکھ پڑی تھی۔ اب ضرورت محض ایک موٹے تختہ کاغذ کی تھی۔
جسے لفافہ میں بند کرکے اوپر مہریں لگا دیتا۔ مگر کاغذ کا پرزہ تک نظر نہ آتا تھا بے شک
میری جیب میں وہی خون آلود لفافہ موجود تھا۔ چاہتا۔ تو اسی کو تہ کرکے دوسرے لفافہ
میں بند کر دیتا۔ مگر مجھے اس سے ایک طرح کی نفرت ہوگئی تھی۔ جیبوں میں ہاتھ ڈالا۔
کوئی اخبار بھی موجود نہ تھا۔ سوچا تین چار لفافے موڑ کر ایک لفافہ میں بند کردوں مگر
کل سات لفافے۔ چار کم ہوجاتے تو بات چھپانی مشکل ہوتی۔

ایک طرف بانات کا پردہ لٹک رہا تھا۔ اس کو ہٹا کر دیکھا تو اندر کئی ایک گتے
کے بنے ہوئے پرانے ڈبے رکھے ہوئے تھے۔ دیکھ کر جی خوش ہوگیا۔ دواخانہ کی قینچی
اٹھا کر ایک کے ڈھکنے سے چوکور ٹکڑا کاٹا۔ اور لفافہ میں رکھ کر بند کر دیا دواسازی
کی میز پر گیس جلانے کی نالی تھی۔ اس پر لاکھ گرم کرکے ایک چینی سکہ سے جو کاک پر لگا
ہوا پاس ہی رکھا تھا۔ مہر لگا دی۔ سب سے آخر میں لفافہ کو پر اسرار اہمیت دینے کے
خیال سے سرخ روشنائی سے ۳۰ کا ہندسہ لکھ دیا۔ کیونکہ اس روز مہینہ کی تیسویں ہی
تاریخ تھی۔

اس کام سے فارغ ہوا ہی تھا۔ کہ ڈاکٹر صاحب آگئے۔ اور مجھے مشورہ کے کمرہ میں

چلنے کو کہا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کی دیوار میں چوڑی کھڑکی بنی ہوئی تھی۔ کھڑکی کے عین پاس مریضوں کو دیکھنے کی میز تھی۔ ڈاکٹر سٹوارٹ نے مجھے اس پر لٹا کر سر کے زخم کا معائنہ کیا۔ اور اس کے بعد روئی اور پٹی لینے دوا خانہ میں چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی میں نے کھڑکی کے پاس لگا ہوا بجلی کا بٹن دبا کر لیمپ گل کر دیا اور بڑی احتیاط سے باہر نظر ڈالی۔ تنگ گلی کے دوسری جانب دیوار کے سایہ میں ایک آدمی نظر جمائے دیکھ رہا تھا۔ میں نے پھر لیمپ روشن کر دیا۔ کہ دیکھنے والے کو آسانی ہو۔

ڈاکٹر صاحب نے زخم صاف کر کے پٹی باندھ دی۔ جس کے بعد میں نے خط کا ذکر چھیڑا۔ جو در اصل میرے وہاں جانے کا اصلی مدعا تھا۔

جیب سے تازہ بند کیا ہوا لفافہ نکال کر میں نے کہا۔ "ڈاکٹر صاحب یہ لفافہ مجھے اپنی موٹر میں پڑا ہوا ملا تھا۔ شاید وہی صاحب غلطی سے چھوڑ گئے۔ جو حادثہ کے وقت سوار تھے۔ اب ان کا سراغ لگنا مشکل ہے۔ وہ شاید کسی ذریعہ سے میرا پتہ معلوم کریں۔ یا اس لفافہ کے لئے اشتہار دیں۔ میرا خیال ہے اس میں کوئی قیمتی چیز ہوگی۔ اگر آپ میری خاطر اسے ہفتہ عشرہ اپنی امانت میں رکھ سکیں تو خاص عنایت ہے۔"

انہوں نے اعتراض کیا۔ "کیوں اسے سکاٹ لینڈ یارڈ نہیں بھجوا دیتے؟"

"اس لئے کہ اگر مالک نے اس کو براہ راست پولیس والوں سے لیا تو میرا انعام رہ جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"بہرحال اس لفافہ کو میرے پاس چھوڑنے سے کیا فائدہ؟"

اس پر میں نے سمجھایا۔ کہ اگر میں نے لفافہ کو اپنے پاس رکھا۔ تو شاید چوری کا شک ہوگا۔ لیکن آپ کے پاس رہنے سے میری ایمانداری کی تصدیق آپ کر سکیں گے۔ بارے ان کا اطمینان ہو گیا۔ اور انہوں نے مجھے اپنے ساتھ بیٹھک میں آنے کے لئے کہا۔ میرا [illegible] ہے۔ باہر گلی میں کھڑے ہوئے آدمی کا بھی اطمینان ہو گیا ہوگا۔ کیونکہ ڈاکٹر سٹوارٹ

سے گفتگو کرتے ہوئے میں قصداً کھڑکی کے پاس کھڑا ہو کر لفافہ کو بار بار ہلا کر دکھاتا تھا۔ کہ میرے خفیہ دوست کی نظروں سے چھپا نہ رہ جائے۔

بیٹھک میں گئے تو دیکھا کہ وہ کھڑکیاں جو باغ کی طرف واقع تھیں کھلی ہیں ہیں ایک کے پاس کھڑا ہو گیا۔

ڈاکٹر سٹوارٹ میرے ارادوں سے بے خبر لفافہ ہاتھ میں لئے ہوئے کہہ رہے تھے "دیکھو تمہارے سامنے اسکو بڑے لفافہ میں بند کرکے رکھ لیتا ہوں"۔

"جی ہاں ایسا ہی کیجیے" میں نے خاصی اونچی آواز سے کہا۔ ان سے دور کھڑا ہونے کی وجہ سے میرے لئے اونچی آواز سے بولنے کا بہانہ خوب تھا "مہربانی سے باہر والے لفافہ پر دفتر مال گم گشتہ کا پتہ لکھ دیجیے"۔

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر کہنے لگے "اگر آٹھ دن تک کوئی اس لفافہ کا دعویدار پیدا نہ ہوا۔ تو مجبوراً اسے سکاٹ لینڈ یارڈ بھیجنا پڑے گا"۔

میں اور زیادہ کھڑکی کے پاس ہو گیا۔

"جی ہاں اگر آٹھ دن تک کوئی اس لفافہ کا وارث پیدا نہ ہو۔ تو آپ بے تامل سکاٹ لینڈ یارڈ کو بھیج دیں"۔

"اس اثنا میں اسے اپنے میز کی دراز میں بند کر دیتا ہوں"۔

"بس ٹھیک ہے۔ میز کے دراز میں بند کر دیجیے۔ وہاں ہر طرح محفوظ رہیگا"۔

باب ۳

آخری سلام

میں چونکہ جانتا تھا "نجمہ" کے کارکن میری تمام نقل و حرکت بغور دیکھ رہے ہیں۔ اور میں

سونے جاگتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت ان کی نظروں کے سامنے رہتا ہوں۔ اس لئے یہ کہنا خود ستائی میں داخل ہوگا۔ کہ میں جب موٹر کو اصطبل میں چھوڑ دے گیا۔ تو دل کو اطمینان یا بے فکری حاصل تھی۔ میں اپنے آپ کو ہر طرف دشمنوں میں گھرا ہوا دیکھتا تھا۔ بہرحال میری تحقیقات ایک منزل خاص تک کامیاب ہو چکی تھی۔ اور اب وقت آگیا تھا کہ چارلس میلیٹ مقدمہ کے سٹیج سے پیچھے ہٹ جائے کیونکہ اگر اس نے ایک لمحہ بھی غفلت یا سہل انکاری سے کام لیا۔ تو پھر دنیا کے سٹیج سے ہی ہٹ جانا پڑیگا۔

اصطبل کے رستہ میں دونو طرف اونچی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ اور صحن کے پتھریلے فرش کی درزوں سے گھاس نمودار تھی۔ کوئی اس مکان کا نگراں نہ تھا۔ اس لئے خود رو گھاس درزوں سے نکل آتی۔ اور پیٹرول گرنے سے وہیں خشک ہو جاتی تھی۔ موٹر کو اصطبل کے صحن میں لے جاکر نیچے اترا۔ اور ویرانہ کے چاروں طرف بغور دیکھنا شروع کیا۔ یہ جگہ چاند کی روشنی میں پراسرار اور ہیبت ناک نظر آتی تھی۔ کاش اس وقت کوئی میرے ساتھ ہوتا۔ مگر اپنی موجودہ حیثیت میں میری واقفیت بہت کم تھی۔ فقط ایک کانسٹبل سے دوستانہ تھا۔ جو ایک دو بار رات کو آکر دیر تک مجھ سے باتیں کرتا رہا۔ اس کے سوا کسی کی میرے یہاں آمد و رفت نہ تھی۔

میں نے موٹر کو اصطبل میں داخل کرکے پھاٹک بند کرنے اور یہاں سے چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔ کیونکہ موجودہ حالات میں میرے لئے اس جگہ بہت عرصہ تک ٹھیرنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ یہ سوچ کر لیمپ بجھا دیے۔ اصطبل کا دروازہ کھولا۔ اور ایک بار پھر متجسس نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ موٹر کو پھاٹک کے اندر آخری دس گز کے فاصلہ تک لے جانا بڑا خطرناک تھا۔ کیونکہ ایسا کرتے ہوئے میری صحن مکان کی طرف پیٹھ ہوگی۔ بعین ممکن تھا کوئی آدمی پیچھے سے وار کر دے۔

مگر کچھ ہو۔ کام آخر کرنا تھا۔ دوبارہ موٹر پر بیٹھ کر۔ میں اس کو چلاتا ہوا اتنا گ

مکان کے اندر لے گیا۔ پھر اسے کھڑا کر کے کھلے دروازہ کی راہ سے پیچھے نظر ڈالی۔ کوئی غیر معمولی چیز دکھائی نہ دیتی تھی۔ کسی طرح کا متحرک سایہ نظر نہ آتا تھا۔

پستول ہاتھ میں لے کر قدم بقدم چلتا دیوار کے ساتھ ساتھ پھاٹک کے پاس پہنچا۔ مگر اس جگہ ٹھٹک گیا!.... باہر سے کسی کے سانس لینے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا۔ کوئی میرے انتظار میں چھپا کھڑا ہے!

میں جھٹ فرش زمین پر لیٹ گیا۔ اور اسی حالت میں دیوار کی اوجھل سے باہر کی طرف نظر ڈالی۔ میں جانتا تھا کہ جو آدمی باہر کھڑا انتظار کر رہا ہے۔ اس کی نگاہ فرش زمین پر نہیں۔ سر کی اونچائی پر ہوگی۔

کیا دیکھتا ہوں نکٹا شیطان بائیں ہاتھ میں پستول داہنے میں ریت کی بھری ہوئی تھیلی لئے کھڑا ہے۔ چاندنی کی روشنی میں اس کی آنکھیں وحشیانہ طریق پر چمکتی تھیں۔ اور اٹھے ہوئے بالائی ہونٹ کے نیچے سپید، چوڑے دانت بھیڑیے ہوئے درندہ کے دانتوں کی طرح نظر آتے تھے۔ شکر ہے میری احتیاط کی وجہ سے اس نے مجھے نہیں دیکھا۔

میں نے بڑی آہستگی سے ایک ایک انچ کر کے پستول کو اونچا کیا۔ پھر یکایک نالی پھیر کر فیر کر دیا! میرے پاس نشانہ جمانے کا نہ وقت تھا نہ موقعہ۔ لیکن عمل کرنا ضروری تھا۔ آخر اس فیر کا نتیجہ کچھ تو ہوگا۔

میں نے اس کی داہنی کلائی کو نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ مگر گولی بازو کے گوشت میں پیوست ہو گئی۔ نکٹے نے زور سے چیخ ماری۔ گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹا اور اسی گھبراہٹ میں پستول ہاتھ سے گر پڑا۔ میں اتنے میں سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے ریت کی بھری ہوئی تھیلی زور سے سر پر دے ماری۔ میں نے یہ وار بائیں ہاتھ پر لیا۔ اور سر کو بچائے رکھا۔ بہر حال چوٹ سخت تھی۔ میں لڑکھڑا کر ہٹا۔ اور پستول ہاتھ سے چھٹ گیا۔ میرا بایاں بازو سن ہو گیا تھا۔ اور نکٹے کا دایاں۔ خیر نوبت مجھی کو

حاصل تھی۔

وہ دفعتاً زور سے حملہ آور رہا۔ بائیں ہاتھ سے میرا گلا پکڑ کر اس نے مجھے دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ ظالم کے ہاتھوں میں زنبور کی گرفت تھی۔ میری گردن مضبوط پکڑے۔ اور غصے سے دانت نکالے وہ میرے سر کو زور زور سے دیوار کے ساتھ ٹکرانے لگا۔ اس طرح کے حملہ کا میرے پاس ایک ہی جواب تھا۔ میں نے زور زور سے بوٹ کی ٹھوکریں مارنی شروع کیں۔ میرا خیال ہے اس کی ٹانگوں کی نلیوں کو سخت ضرب آئی ہوگی۔ اسی لئے گرفت ڈھیلی ہوگئی۔ میں زور سے تڑپا اور کئی بل کھا کر نکل گیا چھٹتے ہی میں نے اس پر وار کیا اور جبڑے پر اس زور کا مکا لگایا کہ تیورا گیا۔ اس موقعہ کو غنیمت جان کر میں نے اس کے دل پہ زور زور سے مکے لگانے شروع کئے وہ گرا۔ اور میں اس کے گرتے ہی فتح کا نعرہ مار کر چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ جب وہ میری جان لینا چاہتا تھا۔ تو مجھے کیوں رحم آتا؟

اس کے باوجود امید نہ تھی۔ کہ ایسا طاقتور آدمی اس آسانی سے ہلاک ہو جائیگا۔ میں تھوڑی دیر جھک کر بغور اس کی طرف دیکھتا رہا۔ شک تھا۔ شاید بہانہ کر رہا ہے مگر نہیں اس کا کام اتنے ہی میں تمام ہو گیا تھا!

میں دم لینے کو کھڑا ہوا۔ میری اس وقت کی حالت ناقابل رشک تھی۔ اس ویران مکان میں ایک بے جان لاش کے پاس تنہا تھا اور لاش کو نپٹانے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ کچھ فاصلہ پر درختوں میں اُلّو بول رہا تھا۔ سرد ہوا پتوں کو سرسراتی ہوئی چل رہی تھی۔ اس کے سوا ہر طرف خاموشی اور سناٹا تھا۔ غنیمت ہے کسی نے میرے پستول کی آواز نہیں سنی۔ میں نے جھک کر اس کے کپڑوں کی تلاشی لینی شروع کی۔

کوٹ کی جیب میں اسی تاریخ کا پیرس جانے کا ٹکٹ تھا۔ یا چند متفرق کاغذات

ان کے سوا کوئی خاص چیز برآمد نہیں ہوئی۔ مگر ہاں ایک اندرونی جیب میں میرا ہاتھ کسی ٹھوس اور بے ڈھنگی سی چیز کو لگا۔ میں نے اسے نکال کر دیکھا، تو سنہری بچھو تھا!

اس کی دم ندارد تھی۔ میرا خیال ہے آپس کی جدوجہد میں ٹوٹ گئی ہوگی۔ ایک دوبار تلاش کی۔ مگر نہ ملی۔ چونکہ وقت قیمتی تھا۔ اس لئے زیادہ تلاش جاری رکھنا نامناسب معلوم ہوا۔

دفعتاً میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا۔ غالباً چاند کی پراسرار روشنی اور وہ سفری ملکٹ جو نکٹے شیطان کی جیب سے برآمد ہوا۔ یہ دونو باتیں اس خیال کی محرک تھیں۔ اس بار میں اطمینان کرنے کے بعد کہ اس کے کپڑوں پر کسی طرح کا نشان موجود نہیں جس سے اسکو پہچانا جاسکے۔ میں نے اپنا سنہری قرص نکال کر اسکی واسکٹ سے باندھ دیا۔

میرا خیال ہے "بچھو" کی جماعت نے اس آدمی کو میری ہلاکت پر مامور کیا تھا۔ اس کام کے بعد وہ فوراً پیرس چلا جاتا۔ اب میں ایسا انتظام کرونگا جس سے معلوم ہو کہ اسے اپنے منصوبہ میں کامیابی ہوئی۔

اس کے دس منٹ بعد میں نکٹے کی لاش موٹر پر رکھے آہستہ آہستہ دریائے ٹیمز کو جا رہا تھا۔ دریا کے ساحل پر ایک جگہ یاد تھی۔ جہاں رات کو سنسانی ہوتی ہے۔ کوئی آدمی قتل کی واردات کرکے لاش کو آسانی سے پانی میں بہا سکتا تھا۔ میں اپنی کامیابی پر خوش موٹر لئے جا رہا تھا۔ کہ ناگاہ ایک کانسٹیبل نے روک دیا۔

اُف! پوچھئے نہیں اسے دیکھ کر میرا دل کس زور سے دھڑکنے لگا۔

"ٹھیرو۔ میں تمہارا نام اور پتہ معلوم کرنا چاہتا ہوں" اس نے نوٹ بک نکالتے ہوئے کہا۔

"کیوں کس لئے؟" میں نے جہاں تک ممکن تھا ضبط سے کام لینے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

اس لئے کہ تمہاری موٹر کے لیمپ بجھے ہوئے ہیں۔"

"اوہ۔ بے شک غلطی ہوئی" میں نے موٹر سے اتر کر اپنا لیسنس پیش کرتے ہوئے کہا "مجھے اس بھول کا افسوس ہے۔"

مگر دل ہی دل میں اپنے آپ کو صدہا گالیاں دیں کہ ذرا سی بے احتیاطی سے کتنی جوکھم کا سامنا ہوا۔

سپاہی نے لیسنس نوٹ کر کے دے دیا اور بولا "آخر ایسی لاپروائی کیوں ہوئی؟"

"ارے صاحب غروب آفتاب کے بعد پہلا پھیرا ہے۔" میں نے بتی جلاتے ہوئے کہا "بس خیال ہی نہیں آیا۔"

"اور سواری بھی چپ ہے؟"

میں نے دیا سلائی کا بکس جیب میں ڈال کر دوبارہ اگلی سیٹ کی طرف جاتے گلا [illegible] کی طرف [illegible] اشارہ کیا۔ اور بتایا کہ شراب سے بدمست ہے۔ اس لئے نہیں بولتا۔

"اوہ۔ یہ بات [illegible]" کانسٹبل نے لاپروائی سے کہا اور ایک طرف کو چلا گیا۔

خدا شاہد ہے [illegible] عمر میں کبھی اتنی خوشی نہ ہوئی ہوگی جیسی اس مشکل سے نجات حاصل کر کے ہوئی۔

کانسٹبل کے [illegible] پر میں نے پھر موٹر کو چلانا شروع کیا۔ ساحل دریا کا وہ مقام کوئی ۴۰۰ گز آگے [illegible] پہنچ کر موٹر روک لی اور کان لگا کر سننے لگا۔

[illegible] کی لہر کی مانند نظر آتا تھا۔ گھاٹ پر آب دریا کے لپلپانے کے سوا کوئی آواز [illegible]۔

[illegible] دروازہ کھول کر کمّے کی لاش کو باہر نکالا۔ اور نالے کے ایکسڑ کی [illegible] دیکھتے ہوئے لاش کو گھسیٹتا ہوا لب آب تک لے گیا

دور منجدھار میں دریائی پولیس کی کشتی گشت کرتی ہوئی جارہی تھی۔ میں اس وقت تک کھڑا رہا جب تک چپوؤں کی آواز فاصلہ پر مدھم ہوگئی۔ اس کے بعد لاش کو پانی میں دھکیل دیا۔

سکوت شب میں ایک ہلکی مدھم آواز پیدا ہوئی۔ لہریں لڑکھڑا کر اٹھیں اور دائرے بناتی ہوئی پھیل گئیں۔ اس کے بعد پھر وہی خاموشی چھاگئی۔

گیسٹن میکس عرف چارلس میلٹ مرگیا۔ اور پانی میں دفن ہوچکا ہے۔

خالی موٹر لئے میں دوبارہ اصطبل کو روانہ ہوا۔ مگر دل میں رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ یہ شخص جس کا صحیح نام مجھے آجتک معلوم نہ تھا۔ مگر جس کو میں ہمیشہ نکٹا شیطان کہہ کر یاد کرتا رہا ہوں کون تھا؟ کیا اسی کا نام "مجھو" ہے؟ خدا ہی بہتر جانتا ہے وہ کون تھا۔ بہر حال میں بہت جلد اس معاملہ کی اصلیت معلوم کرنے کی امید رکھتا تھا۔

جس گھر میں میری سکونت تھی اسکی مالکن کا حساب اسی دن سے باق کیا گیا تھا اور میں اپنا مختصر سامان بھی وہاں سے اٹھوا لایا تھا۔ کپڑوں کا عمدہ سوٹ اور باقی ضروریں پہلے سے اصطبل کے ایک کونے میں موجود تھیں۔ میں ٹیلی فون پر وسٹ اینڈ کے ایک ہوٹل میں کمرہ بھی کرایہ پر لے چکا تھا۔

موٹر کو اصطبل میں داخل کرکے اندرونی دروازہ بند کیا۔ اور اسی کے لیمپ کی روشنی میں داڑھی موچھیں صاف کر ڈالیں۔ موٹر ڈرائیور کی وردی اور ٹوپی اتار کر دیوار کے ساتھ لٹکادی۔ اور ان کے عوض وہ سوٹ پہنا جو پہلے سے اس ضرورت کے لئے موجود تھا۔ اپنی سابقہ شخصیت کے سارے نشانات مٹا کر میں بالکل نئی حیثیت سے باہر نکلا۔ لمپ گل کردیے۔ اصطبل کا پھاٹک بند کیا۔ اور ایک چرمی بیگ بائیں اور بید کی چھڑی داہنے ہاتھ میں لیکر ہوٹل کی طرف ہولیا۔

میری چارلس میلٹ کی ہستی کا خاتمہ ہوچکا تھا!

باب ۴

پرانے دوست

ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان کے سامنے ایک خالی مکان "برائے کرایہ یا فروخت کے لئے خالی ہے" کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ میں نے مالک مکان سے کنجیاں لیں اور انہیں دکھا کر صدر دروازہ کی مثنیٰ کنجی لوہار سے تیار کرا لی۔ کام معمولی تھا۔ لوہار نے ایک گھنٹہ کے اندر اندر کر دیا۔ نئی کنجی پاس رکھ کر میں نے مالک مکان کی کنجیاں واپس کر دیں۔ عذر یہ تھا۔ کہ مکان حسب منشا نہیں ہے۔

اس طرح کسی قسم کا شبہ پیدا کئے بغیر مجھے اس مکان میں داخل ہونے کا موقعہ مل گیا دن بھر باہر کا دروازہ بند کر کے بالا خانہ کی کھڑکی میں بیٹھا درختوں کی اوجھل سے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان کی طرف دیکھتا رہا۔ میں جاننا چاہتا تھا۔ کہ "بچھو" کے آدمیوں سے کوئی میرے رکھوائے ہوئے لفافہ کی تلاش میں وہاں آتا ہے۔ یا نہیں؟ ناٹک دیکھنے کی عمدہ دوربین میرے پاس تھی۔ اسکی مدد سے میں ہر ایک مریض کو جو ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر آتا بغور دیکھ سکتا تھا۔ اسی طرح شام ہو گئی اور میں وہیں جما ہوا بیٹھا رہا۔ آخر جب شام کا دھندلکا رات کی سیاہی میں چھپ گیا۔ اور اتنے فاصلہ سے اندھیرے میں کسی کو پہچاننا مشکل ہو گیا۔ تو میں اپنی کمین سے نکلا۔ اور مکان کا دروازہ بدستور مقفل کر کے سڑک کے کنارے اُگے ہوئے چھتنارے درخت پر چڑھ گیا۔ اور اسکی نچلی ٹہنیوں سے مکان کی نگرانی کرنے لگا۔

تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد جب درخت پر بیٹھا بیٹھا تھک جاتا۔ تو اتر کر اس گلی کا چکر لگاتا۔ جدھر ڈاکٹر سٹوارٹ کے سٹور نما کمرہ کی کھڑکی کھلتی تھی۔ یا اس رستہ پر گھومتے گھماتے جدھر سے دوکانداروں کے شاگرد سودا سلف دینے آتے تھے۔ اور جہاں سے

بیٹھک کی کھڑکیاں دکھائی دیتی تھیں۔ اس طرح گشت کرتے میں ایک جھاڑی کے پیچھے کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا کہ ڈاکٹر کے مکان میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔

اس گفتگو سے جو فون پر ہوئی، معلوم ہوا کہ ان کی خدمات پاس ہی کسی انسٹی ٹیوشن میں درکار ہیں۔ میرے دیکھتے دیکھتے وہ چھڑی۔ ٹوپی اور بیگ لیکر نکلے اور رخصت ہو گئے۔ میں بھی خالی مکان کے باغیچہ میں واپس آ گیا۔

تھوڑی دیر سکوت رہا۔ اتنے میں ایک کانسٹبل آہستہ چلتا ہوا سڑک سے گذرا اور اپنی لالٹین کا منہ اس مکان کی طرف گھمایا۔ جسے میں نے اپنی ضرورتوں کے لئے بلا صرفہ حاصل کر لیا تھا۔ بظاہر اسکو کوئی شکی چیز نظر نہیں آئی۔ کیونکہ اسی طرح اطمینان کے ساتھ چلتا آگے نکل گیا۔ اور اس کے پاؤں کی چاپ تھوڑی دور جا کر دب گئی۔ اس کے بعد یکایک کسی طاقتور موٹر کے جھرجھرانے کی آواز سنائی دی۔ میں دم روک کر سننے لگا۔ دائیں طرف سڑک پر ایک موڑ تھا۔ موٹر اسی طرف سے آئی اور ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان کے سامنے آکر ٹھیر گئی۔

میں نے دوربین کی مدد سے ڈرائیور کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ کوئی سانولے رنگ کا آدمی تھا۔۔۔ اور۔۔۔ ہائیں! ایک جوان عورت بھی موٹر سے اتری۔ جو سمور و نقاب میں اس طرح لپٹی ہوئی تھی۔ کہ اس کا چہرہ نظر نہ آتا تھا۔ خرام وقار سے چلتی وہ صدر دروازہ پر گئی اور۔۔۔ داخل ہو گئی۔

ڈرائیور موٹر کو پیچھے ہٹا کر بازو کی گلی میں لے گیا۔

میرا دل زور سے دھک دھک کر رہا تھا۔ بڑی احتیاط سے دبے پاؤں چلتا سڑک کو عبور کر کے اس دروازہ پر پہنچا۔ جو شاگرد پیشہ سے ملتا تھا۔ یہاں ہر طرف تاریکی تھی۔ اس کی آڑ میں اس مقام پر جا پہنچا۔ جہاں سے مکان کا اندرونی حصہ دکھائی دے سکتا تھا۔

میرے خیال کے مطابق نووارد مریضہ کو جو بظاہر کوئی امیر عورت تھی۔ مریضوں کے عام کمرہ میں نہیں بلکہ ڈاکٹر صاحب کی بیٹھک میں بٹھایا گیا۔ جدھر میں کھڑا تھا۔ ادھر کھڑکی کی جانب اسکی پیٹھ تھی۔ اور وہ ایک سن رسیدہ عورت سے جو غالباً ڈاکٹر سٹوارٹ کی داروغہ ہے باتیں کر رہی تھی۔ بڑی بے صبری سے میں اس بوڑھی عورت کی رخصت کا انتظار کرنے لگا۔ آخر وہ چلی گئی تو نووارد وہ اٹھکر کھڑی ہوئی۔ اب اس نے کھلی کھڑکی سے پیچھے کی طرف دیکھا۔ اررر! ... یہ تو میری دیرینہ کرمفرما زہرہ انخلا تھی!

مسرت کامیابی کی چیخ میرے لبوں تک آئی تھی۔ مگر میں نے بڑی دقت سے اسکو ضبط کیا۔ بوڑھی عورت کے جاتے ہی زہرہ نے اپنے ہینڈ بیگ سے کنجیوں کا گچھا نکالا اور ایک ایک کی مدد سے ڈاکٹر سٹوارٹ کی میز کے درازوں کو کھولنے میں مشغول ہو گئی۔

"آہ!" میں نے دل سے کہا "معلوم ہوتا ہے ان کو خبر نہیں لفافہ کس دراز میں ہے؟"

وہ کچھ سوچکر رک گئی اور متوحش نظروں سے کھلی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد آگے بڑھ کر پردہ ڈال دیا۔ اب میرے لئے اس جگہ کھڑے رہنا بیکار تھا۔ پھر سڑک سے گذر کر خالی مکان کی طرف ہولیا۔ میرا موٹر سائیکل جھاڑیوں میں چھپا ہوا رکھا تھا میں اسے عین سڑک کے سرے تک لے گیا اور انتظار کرنے لگا۔

ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان کا دروازہ میرے سامنے تھا۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ وہ سڑک پر واپس چلے آرہے ہیں۔ عین اس وقت کسی نامعلوم مقام سے ایک عجیب طرح کی مدھم دردناک آواز۔ فاصلہ پر کسی عورت کے بین کرنے کی آواز سے مشابہ۔ میرے کانوں میں پہنچی۔ یہ کچھ اس طرح کی آواز تھی۔ جسے سن کر میرا دل سرد ہونے لگا۔

آواز کی گونج ابھی ہوا میں مرتعش تھی۔ اور ڈاکٹر سٹوارٹ مکان کے دروازہ

تک نہ پہنچنے پائے تھے کہ میں سمجھ گیا۔ اس آواز کا مطلب کیا ہے۔ ضرور کوئی شخص باہر چھپا ہوا ڈاکٹر کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ سٹوارٹ کو دیکھتے ہی اس نے زہرۃ النحلا کو اس کی واپسی سے خبردار کر دیا۔۔۔ مگر ٹھہریئے۔ یہ خفیہ آدمی سانولی رنگت کا موٹر ڈرائیور ہی تو نہ تھا؟

میری بڑی خوش نصیبی تھی کہ سیدھی راہ چھوڑ کر چکردار رستہ سے مکان کی نگرانی کرنے گیا۔ ورنہ یہ شخص جو صدر دروازہ کے قریب کسی مقام پر چھپا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ لیتا۔ تو کئے کرائے پر پانی پھر جاتا۔

اس کے ذرا دیر بعد زہرہ مکان سے باہر آئی تو بڈھی داروغہ اس کے ساتھ تھی۔ موٹر بھی گلی سے نکل آئی۔ اور وہ نازنین اس پر بیٹھ کر رخصت ہو گئی۔ جہاں تک میں دیکھ سکا موٹر میں کوئی تیسرا آدمی موجود نہ تھا۔ ادھر موٹر روانہ ہوئی۔ ادھر میں نے اپنا صبا رفتار "انڈین" اس کے پیچھے ڈال دیا۔

جیسا امید تھی۔ موٹر جانب مشرق روانہ ہوئی۔ اور انہی رستوں پر ہو لی جو میرے دیکھے ہوئے تھے۔ وہ جنوب مغرب سے مشرق کی سمت میں چلنے لگی۔ میں بھی سایہ کی طرح ساتھ تھا۔ پر ہجوم بازاروں میں کبھی ذرا دیر کے لئے وہ آگے نکل جاتی۔ مگر میں جلد ہی پھر اس کے پاس جا پہنچتا۔ حتےٰ کہ جب ہم کرشل روڈ میں پہنچے۔ تو دونو کا فاصلہ ۰ ۵ گز سے زیادہ نہ تھا۔

نہر کے پل کے پاس ایک شرابی ملاح لڑکھڑاتا ہوا میرے موٹر بائیسکل کے سامنے آگیا۔ اور یقیناً دب جاتا اگر میں عین موقعہ پر غیر معمولی پھرتی سے بائیسکل کو ایک تین فٹ تنگ گلی میں نہ موڑ لیتا۔

بدقسمتی سے گلی اتنی فراخ نہ تھی۔ کہ موٹر بائیسکل کو اسی طرح گھما کر دوبارہ سڑک پر لے آتا۔ نیچے اتر کر پیدل موڑ تک لانا پڑا۔ اور اس کے بعد جب سوار ہوا تو موٹر غائب

ہو سکتی تھی ۔ خدا میرے حال پر رحم کرے ۔ کونسی گالی تھی جو اس وقت غصہ میں میرے منہ سے
اس بدمست شرابی کے حق میں نہیں نکلی جس نے اپنی بے جا مداخلت سے آن واحد میں
بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا ۔ اسی طرح بڑبڑاتا اس امید پر کہ موٹر بھی اسی سڑک پر گئی ہوگی سامنے
کی طرف ہو لیا اور بائیسکل کو اتنا تیز کیا گویا اس وقت حصول مدعا کے لئے مجھے کسی کی جان
کی پرواہ نہ تھی ۔ راہرو گھبرا کر ادھر ادھر ہٹتے اور بڑبڑاتے ۔ مگر میں ان کی درشت کلامی سے
لاپرواہ بائیسکل کو اندھا دھند ویسٹ انڈیا ڈاک روڈ کی طرف لئے جاتا تھا ۔

گھاٹ پر پہنچا تو موٹر کہیں نظر نہ آتی تھی ۔ جہازوں کے مستولوں یا ٹوٹی ہوئی جھونپڑیوں
کے سوا ہر طرف ویرانی اور سناٹا تھا ۔ اس وقت جو صدمہ میرے دل کو ہوا ۔ اس کا حال
محتاج بیان نہیں ۔ نہ وہ کم بخت شرابی راہ میں آتا ۔ نہ یہ نادر موقعہ ہاتھ سے جاتا ۔ یہی
جی میں آتی تھی کہ کسی ٹوٹی ہوئی دیوار سے اپنا سر پھوڑ لوں یا فرش زمین پر بیٹھ کر خوب
جی بھر کے روؤں اگر زہرہ داخلا ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان سے میرا دیا ہوا لفافہ اڑا لائی
تو بس میرے لئے کامیابی کی کوئی صورت باقی نہ تھی ۔

لیکن جیسا میں نے پیشتر لکھا ہے ۔ محکمہ سراغرسانی کی روایات مایوس ہونے کی
اجازت نہیں دیتیں ۔ ہر قسم کے یاس و اضمحلال میں بھی جاسوس کو استقلال ہی کی نمائش
کرنی پڑتی ہے ۔ گہری فکر کی حالت میں مکان پر واپس گیا ۔ تو فقط یہ خیال موجب تسکین
تھا کہ اگر زہرہ پہلی کوشش میں لفافہ نہیں لے جا سکی ۔ تو یقین ہے ۔ دوسری بار پھر
آئے گی ۔ کیونکہ ڈاکٹر سٹوارٹ کے داخلہ سے پہلے ہی وہ مکان سے رخصت ہو گئی تھی
پھر بھی ہو کل کے واقعات کا انتظار کرنا لازم تھا ۔

اگلا دن اسی طرح بسر ہوا کہ کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا ۔ البتہ رات کو اسی
وقت پھر وہی زرد موٹر نمودار ہوئی ۔ اور اب کی بار میں نے دوربین کا شیشہ سیاہ فام
موٹر ڈرائیور کے چہرہ پر جما دیا ۔

زہرہ کے اُترنے پر اس شخص نے وہ بڑا سا چشمہ جسے موٹر ڈرائیور عموماً لگاتے ہیں۔ اور جو موٹر گاگلز کہلاتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے ہٹایا۔ غالباً اس کو گرد و غبار سے صاف کرنا چاہتا تھا۔ میرا کل رات کا اندازہ صحیح ثابت ہوا۔ واقعی یہ شخص جنید لال تھا! زہرہ اسے کچھ کہہ کر سٹوارٹ کے مکان کی طرف ہولی۔ اور اس نے پھر موٹر کو گلی میں گھمایا۔ اس کے بعد خدا معلوم وہ کہیں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ انتہائی تحقیق کے باوجود میں اس کی جائے کمین دریافت نہ کر سکا۔

اس موقعہ پر جیسا مجھے معلوم تھا۔ ڈاکٹر سٹوارٹ گھر پر ہی تھے۔ اس کے باوجود زہرہ قریباً آدھا گھنٹہ اندر رہی۔ میں سخت حیران تھا کہ وہ ڈاکٹر کی موجودگی میں کیا کر رہی ہوگی۔ آخر اس وقت جب میری بے قراری حد انتہا کو پہنچ گئی۔ اور میں یہ سوچ رہا تھا۔ کہ شاید کوئی نئی تجویز عمل میں لائی جا رہی ہے۔ دروازہ کھلا اور وہ باہر نکلی۔

اب کی بار میں نے اسکی موٹر کا پوری تندہی سے تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی میں اپنے موٹر بائیسکل کے پاس آیا۔ اور راستے درختوں کے پیچھے پیچھے سڑک کے کنارے ہو کر کھڑا ہو گیا۔ زہرہ اگلا موٹر پر بیٹھ گئی۔ اور موٹر چل دی۔ مگر میرے حق میں قسمت نامہربان تھی۔ موٹر بائیسکل کو چلانے کی لاکھ کوشش کی۔ نہ چلا۔ اور آخر جب پاؤ گھنٹہ کی مسلسل کوشش کے بعد اسے متحرک کرنے میں کامیابی ہوئی۔ تو موٹر خدا جانے کتنی دور آگے چلی گئی تھی۔ اب اس کا تعاقب سراسر بے سود ہوتا۔

چونکہ میں یہ بیان ان لوگوں کی رہبری کے لئے قلمبند کر رہا ہوں۔ جو میرے ساتھ ملکر یا میرے بعد تحقیقات کا کام جاری رکھیں گے۔ اس لئے ناکامیوں کی تفصیل ناحاصل معلوم ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ کئی ایک مایوسیوں کے بعد آخر ایک روز مجھے کامیابی حاصل ہوئی۔ اس رات میں نے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان سے لائم ہوس کا زوے تک

زرد موٹر کا پیچھا کیا۔ اور اسے ایک لمحہ کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔

ایک مقام پر لاریوں کی قطار ٹریکشن انجن کی مدد سے چلتی ساحل دریا کی طرف سے آ رہی تھی۔ ان کی اوجھل میں زرد موٹر تھوڑی دیر کے لئے نظروں سے غائب ہوئی۔ وہ آگے نکل گئی تھی۔ میں ان لاریوں کی وجہ سے رک گیا تھا۔ مگر فوراً موٹر بائیسکل کو سرپٹ ڈال کر پھر اسے ڈاک سٹیشن کے پاس جا لیا۔ اس سے آگے وہ کئی ایک پر پیچ گلیوں میں چلتی کیننگ ٹاؤن کی طرف ہولی۔ اور آخر ایک جگہ جہاں موٹریں رکھنے کے گودام تھے ٹھہری۔ میں بھی پٹرول خریدنے کے بہانہ سے اتر کر پاس گیا۔

چندو لال وہیں موٹر پر بیٹھا ہوا دوکان دار کے آدمی سے باتیں کر رہا تھا۔ مگر ... موٹر خالی تھی!

میں حیران و ششدر رہ گیا۔ یوں سمجھئے کہ اس نئے راز نے پاؤں تلے سے مٹی نکال دی۔ مگر پھر جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں نے ایک بالکل ہی نئی بات دریافت کی ہے۔ وہ گلی جس میں ایک بار پہلے نکلے شیطان کا پیچھا کیا تھا۔ لایم ہوس کا زوے اور ردیپ میکر سٹریٹ کے درمیان واقع تھی۔ اور اس مقام کے قریب ہی لاریوں کی قطار نے زرد موٹر کو آن واحد کے لئے میری نظروں سے چھپایا تھا۔ معلوم ہوا اس گلی میں ہی۔ جو میرے دوست کانسٹبل کے بیان کے مطابق چینیوں کی بستی تھی۔ زہرہ اتھما موٹر سے اتری ہو گی۔ یہیں بچھو کے رہنے کا مقام تھا!

باب ۔ ۵

رخصتی الفاظ

اب میں اس بیان کو ختم کرتا ہوا۔ ان حالات کا ذکر کرتا ہوں جن کی وجہ سے مجھے اپنی

شخصیت کا اظہار کرنا پڑا۔ میں نے یہ بیان محض اس خیال سے قلمبند کرنا شروع کیا تھا۔ کہ نامعلوم کب اور کس وقت دشمنوں کے ہاتھوں ہلاک کر دیا جاؤں۔ مگر یہ خوف اس وقت کے بعد دور ہو گیا۔ جب میں نے اپنی چارلس ہیلٹ کی شخصیت زائل کر دی۔ کچھ شک نہیں کہ نکٹے شیطان کے نامعلوم الاسم مالک نے یہی سمجھا ہوگا۔ وہ چارلس ہیلٹ عرف کیپٹن میکس کو ہلاک کر کے پیرس چلا گیا ہے۔ اسکی اپنی ہلاکت کا اس کو گمان تک نہ تھا ان حالات میں میں نے بھی اطمینان کی سانس لینی شروع کی۔ اور آخر جب میرے شیطان دوست کی لاش دریا سے برآمد ہوئی۔ تو مجھے ہر طرح بے فکری ہو گئی۔ کیونکہ میری عمل میں لائی ہوئی احتیاطوں کی وجہ سے ہر شخص نے اسکی لاش کو میری ہی لاش سمجھا۔

جس دن لاش ہینوڈر ہول سے برآمد ہوئی۔ اس کے اگلے روز صبح کے اخبارات میں ایک چھوٹی سی خبر میری ہلاکت کی درج تھی۔ میں نے اس خبر کو اپنی آنکھوں سے پڑھا اور اس کے بعد یقین ہو گیا کہ آج سے میں سرکاری طور پر مردہ تصور ہو چکا۔ اس قسم کا اعلان جلد یا بدیر شائع ضرور ہونا تھا۔ میری خوش قسمتی کہ وہ میری زندگی میں شائع ہو گیا۔ اب اس خبر کی اشاعت پر دو باتیں ضرور ہونگی۔ ایک دشمن کیپٹن میکس کی طرف سے بے فکر ہو جائے گا۔ دوسرے صاحب کمشنر نیو سکاٹ لینڈ یارڈ میرے بیان کے اس اول نصف حصہ کو کھول کر مطالعہ کر سکیں گے۔ جس میں میں نے پیرس کی تحقیقات اور بورڈو سٹیشن تک نکٹے شیطان کے تعاقب کے حالات قلمبند کئے۔ اور آخر میں اس کے زرد موٹر کے ڈرائیور کو سنہری بھچھو دکھلانے کا حال لکھا تھا۔

میں خوب جانتا تھا کہ نکٹے کی لاش دریا سے برآمد ہوتے ہی جب میرا نشان اور نمبر اس کی جیب میں پایا گیا تو سمجھا جائے گا۔ کہ لاش کیپٹن میکس کی ہے۔ مزید تصدیق کے لئے میں نے ان رپورٹوں کا سلسلہ بھی منقطع کر دیا۔ جو پیرس بھیجی میری رپورٹیں نہ ملنے پر یقیناً افسروں کو میری سلامتی کی فکر پیدا ہو گی۔ اور جب

کی لاش پر میرا ابھری نشان پایا جائے گا۔ تو سروس ڈاشوورٹی کو یقین ہو جائے گا کہ کیپٹن بیکس دشمنوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ یہ اس لئے ضروری تھا کہ میں اپنی چارلس ہیلٹ کی شخصیت کو ہمیشہ کے لئے تلف کر دینا چاہتا تھا۔ جو باتیں میرے لئے تحقیق طلب تھیں وہ میں نے دریافت کر لیں۔ میں نے معلوم کر لیا کہ ہمارا سابقہ مجرموں کی ایک نہایت وسیع جماعت سے ہے۔ مگر یہ معلوم نہ کر سکا کہ اس کی سازشانہ شاخیں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں یہ معلوم کرنا مجھ اکیلے کے لئے ممکن بھی نہ تھا۔ اس لئے میں زیادہ خطروں کا مقابلہ نامناسب جان کر۔۔۔ مر گیا!

اب اس رات کا ذکر کرتا ہوں جب سکاٹ لینڈ یارڈ کا نامی انسپکٹر ڈنبر ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر آیا تھا۔ مجھے اس کی آمد پر بڑی حیرت ہوئی۔ جب وہ آیا تو رات کی تاریکی ہر طرف پھیل چکی تھی۔ اور میں سامنے کے خالی مکان کی جھاڑیوں میں چھپا ہوا سٹوارٹ کے مکان کو بغور دیکھ رہا تھا۔ گذشتہ بارشوں کی وجہ سے رات بہت سرد تھی۔ میں یہ دیکھنے گلی کی طرف گیا۔ کہ ان میں کیا باتیں ہوتی ہیں۔ مگر وائے بدقسمتی۔ کھڑکیاں بند تھیں!

اس روز قسمت خاص طور پر نامہربان تھی۔ سرشام موٹر بائیکل کو دیکھا تو پچھلے ٹائر میں بڑا سا پنکچر تھا۔ اسے مرمت کرانے میں آدھا گھنٹہ لگ گیا۔۔۔ بیش قیمت عرصہ جس کے دوران میں خدا جانے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر کیا سے کیا ہو گیا ہوگا۔

اب سوچ رہا تھا کیا ڈاکٹر سٹوارٹ نے انسپکٹر ڈنبر کو خود بلایا ہے؟ اگر ایسا ہو۔ تو اس کا مطلب یہ سمجھنا چاہئے کہ یا تو میرا رکھوایا ہوا لفافہ غائب ہو چکا یا سٹوارٹ نے زہرۃ الخلا کو لفافہ چرانے کی کوشش کرتے دیکھ لیا۔ اور اس لئے خفیہ پولیس کی مدد طلب کی۔ غیر یقینی حالت جنوں کی وحشت پیدا کر رہی تھی۔ ادھر یہ خیال سوہان روح تھا کہ اکیلا میں ہی اس کے مکان کی نگرانی نہیں کرتا۔ ڈاکٹر کے باہر جاتے ہی بڑی زرد موٹر کا اس کے دروازہ

پہ آکر کھڑا ہو جانا یقیناً امر اتفاقی نہ ہو سکتا تھا۔ سعی بسیار کے باوجود میں اس آدمی کی جائے کمین دریافت نہ کر سکا جو میرے علاوہ ڈاکٹر کے مکان کی جاسوسی کرتا تھا۔ نہ یہی معلوم تھا کہ زرد موٹر ڈاکٹر کے باہر جانے کے انتظار میں کہاں چھپ کر کھڑی رہتی ہے۔ بالفرض زہرہ انحلا اب تک لفافہ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوئی ہو۔ تو انسپکٹر ڈنبر کی موجودگی میں اس کا دوبارہ اس مکان پہ آنا غیر ممکن تھا۔ زہرہ کو سٹوارٹ کے مکان پر لانے کے لیے ڈنبر کو اس جگہ سے رخصت کرنا ضروری معلوم ہوا۔ یہ سوچکر موٹر بائیسکل گھمایا اور اس تنبا کو فروش کی دوکان کو ہو لیا۔ جس سے کبھی کبھی سگرٹ خریدا کرتا تھا۔

اس کی دوکان کے علیحدہ کمرہ میں ٹیلیفون لگی ہوئی تھی۔ جسے خریدار برائے نام فیس ادا کر کے استعمال کر سکتے تھے۔ دوکان بند تھی۔ مگر میں نے ضروری کام کا بہانہ کر کے مالک کو جگایا۔ سراغرسانی کے سلسلہ میں تھوڑی بہت نقالی مجھے یاد تھی۔ جواب کارآمد ثابت ہوئی۔ انسپکٹر ڈنبر اور سارجنٹ ساوربی۔ دونو کو پہلے سے جانتا تھا۔ سارجنٹ کا انداز تکلم بھی یاد تھا۔ اب اس کے لہجہ کی نقل اتارنے کا فیصلہ کر لیا۔

میں نے ٹیلی فون پہ ڈاکٹر سٹوارٹ کو بلایا۔ اور کہا۔ "میرا نام سارجنٹ ساوربی ہے اور سکاٹلینڈ یارڈ سے بول رہا ہوں۔ انسپکٹر ڈنبر سے کچھ کہنا ہے۔"

"ہلو" انسپکٹر نے فون پہ آواز دی۔ "ساوربی کیا تم ہو؟"

"جی ہاں" میں نے ساوربی کی آواز میں جواب دیا۔ "معلوم ہوا تھا۔ آپ یہاں ہیں۔ ہیکس کی لاش کے بارہ میں عرض کرنا تھا۔"

"ہیکس!" ڈنبر نے انداز حیرت سے کہا۔ "کیا کہتے ہو؟ ... ہیکس کی لاش؟"

۔ ۔ معلوم ہو گیا کہ پریس والوں نے ابھی میری ہلاکت کی خبر سکاٹ لینڈ یارڈ کو نہیں بھیجی۔ اس لیے میں نے کہا "ہیکس کے مارے جانے کی خبر ابھی ابھی پریس سے آئی ہے۔ دریا سے جو لاش برآمد ہوئی اس کے پاس ۵۸۰۹۴ نمبر کا نشان نکلا تھا۔ اور یہ نشان کیپٹن ہیکس

کلہے "۔ ڈینبر کو اس خبر سے بہت صدمہ ہوا ۔ اور اس نے اس بارہ میں کچھ کہا کہ میکس کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ اوروں سے الگ رہ کر کام کرتا تھا ۔

"مہربانی سے فوراً دفتر میں تشریف لائیے" میں نے کسی طرح اسکو سٹوارٹ کے مکان سے ہٹانے کی خاطر کہا۔

اس نے کہا "بہت اچھا ۔ ابھی آتا ہوں" میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ کس لیے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر گیا ہے ۔ اور اس ملاقات کا حال کیونکر معلوم کیا جا سکتا ہے ۔ کہ اتنے میں اس نے خود بخود یہ کہکر میرے سوال کا جواب دے دیا ۔

"سنو ساور بی ۔ سنتے ہو؟ معاملہ بچھو ہی سے تعلق رکھتا ہے ۔ وہ سونے کا ٹکڑا جو لاش کی جیب میں پایا گیا تھا ۔ ناگ پھنی کی ڈنڈی نہیں ۔ سنہری بچھو کی دم ہے "!

معلوم ہوا سنہری بچھو کا وہ ٹکڑا جو نکٹے شیطان کی جیب میں کسی جگہ اٹکا رہ گیا تھا ان کو مل گیا ہے ۔ اس گفتگو میں زہرۃ الخلا کا ذکر نہیں آیا تھا ۔ اس لئے میں اپنے موٹر بائیکل پر سوار ہوکر دوبارہ اسی خالی مکان کی طرف جا رہا تھا ۔ تو رستہ میں خیال آیا سو بسوے اب تک اسے لفافہ حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی ۔ میرا یہ خیال صحیح نکلا ۔

مگر معلوم ہوتا ہے دشمن کے ذرایعہ مجھسے بہت وسیع تھے ۔ ڈینبر کے جانے کے بعد میں تو پہنچتے ہی پہنچا ۔ زرد موٹر مجھ سے بھی پہلے سٹوارٹ کے مکان پر پہنچ گئی ۔ میں نے اس بارہ میں احتیاط کو نظر انداز نہ کیا تھا ۔ مکان سے تھوڑا دور سے اپنے "انجن" کو ایک باغ میں چھوڑا اور پیدل چلنے لگا ۔ ڈاکٹر سٹوارٹ اور انسپکٹر ڈینبر اس وقت موٹروں کے اڈہ کی طرف جا رہے تھے ۔

میرے دیکھتے دیکھتے زہرہ ایک ماہ وش حسینہ کے بھیس میں ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان میں داخل ہوئی اور چندو لال موٹر کو گھما کر ایک گلی میں لے گیا ۔ میرے لئے اتنا ہی جاننے کی ضرورت تھی ۔ اس کے بعد میں نے پھر اسی مقام کا رخ کیا ۔ جہاں اپنا موٹر بائیکل چھوڑا تھا

اور نصف گھنٹہ کے عرصہ میں لندن کا بڑا حصہ طے کرکے اس اونچی دیوار کے پاس جا پہنچا جو لائم ہوس کازوے کے پاس گلی کی چوبی جھونپڑیوں کے بالمقابل بنی ہوئی تھی۔

شاید آپ میرے پروگرام کو نہیں سمجھے۔ ٹھیرئیے میں عرض کرتا ہوں۔ زہرہ انکا لفافہ لے کر "بچھو" کے مکان پر ہی واپس جاتی۔ وہ گلی مجھ کو معلوم تھی جس میں "بچھو" کا گھر واقع تھا۔ آج میں اس کے رہنے کا مکان دیکھنا چاہتا تھا۔

مگر سراغرساں کی زندگی صدہا ناکامیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ رات بھر اس دیوار کے پاس کھڑا رہا۔ مگر زہرہ یا اسکی موٹر نہ آنی تھی نہ آئی۔ صبح کاذب کی دھندلی روشنی نمودار ہونے لگی تھی۔ کہ ایک بہت بڈھا چینی ان جھونپڑیوں میں ایک سے باہر نکلا اور آہستہ آہستہ ایک طرف کو چلا گیا۔ باقی مکانات خالی نظر آتے تھے۔ رات بھر کوئی موٹر کسی طرح کی کوئی گاڑی اس راستے نہیں گذری۔

اس دن کے بعد واضح ہو گیا۔ کہ اس مشکل اور پر پیچ معاملہ میں اکیلے کام کرنے کی مشکلیں بے شمار اور فائدے محدود ہیں۔ اس کے علاوہ معاملہ اس منزل تک پہنچ چکا تھا جس میں پولیس کے معمولی طریقوں سے کام لیا جا سکتا ہے۔ "تار میں نے جمع کر دیے۔ اب یہ کام نیو سکاٹ لینڈ یارڈ والوں کا تھا کہ ان تاروں کو دام کی صورت دیں۔ میں اس اثنا میں مزید تفتیش جاری رکھوں گا۔

فیصلہ کر لیا کہ دنیا بدستور مجھے مرا ہوا سمجھے۔ اس سے آزادی فعل حاصل رہے گی ممکن تھا نکٹے شیطان کے عدم پتہ ہونے سے اس کے ساتھیوں کے دل میں کسی طرح کا شک پیدا ہوتا۔ اتنا بھی ممکن تھا کہ وہ خیال کرتے لاش ایم گمیسٹ میکس کی نہیں ہے لیکن جب تک ان لوگوں کی لاش تک رسائی نہ ہو۔ یہ کیونکر معلوم ہو سکتا کہ لاش ان کے نکٹے دوست کی ہے۔

منزلمہر لفافہ سے جو نام ہ حاصل کیا جا سکتا تھا حاصل ہو چکا۔ ہر چند اب تک یہ معلوم

نہ ہوا تھا۔ "بچھو" کا مسکن کہاں ہے۔ بہرحال میں لندن کے نقشہ پر ایک گول نشان کھینچ کر بتا سکتا تھا کہ وہ ان حدود کے اندر واقع ہے۔ گویا ہماری تحقیقات کا دائرہ تنگ ہو چکا تھا۔ زہرا، خدا ادر چند و لال کے قیام لندن کا حال بھی مجھکو معلوم تھا۔ مگر یہ بات کہ وہ لوگ اور ان کا سرغنہ "بچھو" کیا کرنے اور کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اب تک معلوم نہ تھی۔ خیر وقت پر یہ باتیں بھی معلوم ہو جائیں گی۔

اب ضرورت کسی طرح ڈنبر سے ملنے اور یہ تحقیق کرنے کی تھی۔ کہ اس روز جب وہ ڈاکٹر سواسٹ کے مکان پر گیا سو وہاں کیا واقعات ظہور میں آئے تھے۔ یہ سوچکر میں نے انسپکٹر سے اس کے دفتر واقع سکاٹ لینڈ یارڈ میں ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ لائم ہوس والی رات کے دوسرے دن میں یارڈ میں گیا اور پیرس کی خفیہ پولیس کے ایک اور افسر کا اطلاعی کارڈ بھیج کر ملاقات کی آرزو کی۔ اپنا کارڈ اس لئے نہیں بھیجا کہ میں کسی کو اپنے زندہ ہونے کے راز سے آگاہ کرنا نہ چاہتا تھا۔

انسپکٹر ڈنبر سے میری اس سے پہلے کئی بار ملاقات ہو چکی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک کانسٹبل مجھے ان کے معہ کمرہ میں لے گیا۔ میں دروازہ میں کھڑا ہوا یہ سوچکر مسکراتا تھا۔ کہ دیکھوں مجھے اس بھیس میں پہچانتا ہے یا نہیں۔ کانسٹبل چلا گیا تو ڈنبر اٹھا اور میری طرف گھور کر دیکھنے لگا۔

میرا خیال تھا۔ مجھے پہچان کر حیران و ششدر رہ جائے گا۔ مگر کیا مجال اس کے سکون میں ذرا فرق آیا ہو۔

آگے آکر مصافحہ کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہنے لگا "اچھا ہوا آپ آ گئے۔ میں جانتا تھا جلد یا بدیر میں آنا ہی پڑے گا"

میری آنکھیں چمکنے لگیں۔ مگر اس کی باتوں سے دل کو کسی طرح کا رنج نہیں ہوا۔ اُلٹا خوشی تھی۔

"دیکھئے" اس نے جیب سے نوٹ بک نکال کر اس کا ایک ورق دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ اس رقعہ کی نقل ہے۔ جو میں نے کچھ عرصہ پیشتر ڈاکٹر سٹوارٹ کے پاس رکھوایا تھا۔ ملاحظہ کیجئے۔"

میں نے کاپی اس کے ہاتھ سے لے لی۔ لکھا تھا۔

الف :۔ جس آدمی نے چھٹے کے بکس سے کارڈ کا ٹ کر لفافہ میں بند کیا۔ اس کا نام... گیسٹن میکس۔

ب :۔ عدم پتہ موٹر ڈرائیور کا نام... گیسٹن میکس۔

ج :۔ جس آدمی نے مجھے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر بذریعہ فون گیسٹن میکس مرنے کی خبر دی تھی۔ اس کا نام... گیسٹن میکس۔

میں نے کاپی واپس دیتے ہوئے جھک کر سلام کیا اور کہا۔

"انسپکٹر ڈینزر۔ آپ برطانیہ کے جاسوسوں کے سرتاج ہیں۔ ایسے آدمی سے مل کر کام کرنا باعث فخر ہے۔"

میرا بیان اب ختم ہوتا ہے۔ وہ شام انسپکٹر ڈینزر اور صاحب اسسٹنٹ کمشنر سے اس معاملہ پر باتیں کرتے ہوئے گزری۔ اور اس گفتگو کے دوران میں معلوم ہوا کہ میں نے نگرانی کا سلسلہ ترک کرنے میں جلد بازی کی۔ کیونکہ ایک رات نصف شب کے بعد کوئی آدمی جو زہرہ سے مختلف تھا۔ نقاب پہنے ہوئے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر گیا۔ خیر میں نے ڈاکٹر سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔

اتفاق سے مجھے ان کے مکان پر جانے میں دیر ہو گئی۔ آخر جب پہنچا۔ تو بہت رات جا چکی تھی۔ میں اپنے دل میں یہ فیصلہ بھی کر چکا تھا۔ کہ ملاقات کو کل پر ملتوی کر دوں کہ ایک بڑی زرد موٹر دوڑتی ہوئی میری کرایہ کی موٹر سے آگے نکل گئی۔

میں اس موٹر کی نسبت کیونکر شک کر سکتا؟ وہی تو تھی جس میں چندولال زہرہ کو لیکر آیا جایا کرتا تھا۔ میں نے کرایہ کی موٹر وہیں چھوڑی اور ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان کی طرف جو قریبًا سو گز کے فاصلہ پر تھا۔ پیدل چلنے لگا۔ زرد موٹر کے جھرجھرانے کی آواز اب سنائی نہ دیتی تھی۔ جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ بے آواز چل سکتی تھی۔ ڈاکٹر کے مکان کے سامنے اگے ہوئے درختوں کے سایہ میں پہنچا۔ تو دکھائی دی۔ سڑک کے دوسرے پہلو پر کھڑی تھی۔

میں شاگرد پیشے کی طرف ہولیا۔

یکایک بائیں جانب یعنی باغچہ کی طرف سے اس قسم کا دبا ہوا شور جیسا بے شمار لکڑیوں کے جلنے سے پیدا ہوتا ہے۔ سنائی دیا۔ اور ایک نیلے رنگ کی شعاع۔ بجلی کی چمک کی مانند نظر آئی۔ اس کے بعد کئی دھماکوں کی مدھم آواز سنائی دی۔ اندھیرے میں چلتے ہوئے میرا پاؤں زمین پر پڑی ہوئی کسی چیز سے اٹکا جو بجلی کے تار سے مشابہ تھی پاؤں لگتے ہی میرے منہ سے کلمہ حیرت نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی کسی نے زور سے میرے سر پر وار کیا۔ اور میں لڑکھڑا کر گر پڑا۔ میری آنکھوں کے سامنے تارے سے ناچ رہے تھے۔ مگر اس حالت میں بھی میں نے معلوم کیا کہ کوئی شخص۔ غالبًا چندولال اس راہ میں چھپا ہوا کھڑا ہے۔ جدھر میں جا رہا تھا۔ ساتھ ہی بین کی دردناک آواز میرے کانوں میں پہنچی۔

مبہم طور پر ایک دراز قامت صورت جس نے راہبوں کی طرز پر کندھوں سے نیچے تک نقاب پہنی ہوئی تھی۔ دکھائی دی میں نے حواس بجا رکھنے کی بہت کوشش کی پہلے بھگدڑ کی آواز سنائی دی۔ پھر موٹر کے تیار ہونے کی۔ اس آواز نے میرے تن مردہ میں جان ڈال دی۔ اس خیال سے گھبرا کر اٹھا کہ ٹیلیفون تک پہنچ کر زرد موٹر کو رستہ میں رکوا دوں۔

لڑکھڑاتا اور اندھیرے میں رستہ ڈھونڈتا میں باغیچہ کے پھاٹک پر پہنچا۔ وہ بند تھا۔ مگر باڑ کے پاس ایک درخت اگا ہوا دیکھ کر اس پر چڑھ گیا۔ اور شرابیوں کی طرح نیم بے خبری میں جھکی ہوئی شاخوں سے لٹک کر باغیچہ میں کودا۔ کھڑکیاں کھلی تھیں۔ میں دوڑ کر ایک کی راہ سے سٹوارٹ کے مکان میں جا گھسا۔

اُف! کمرہ میں تلخ اور کثیف دھواں پھیلا ہوا تھا۔ میں نے لڑکھڑاتے ہوئے چاروں طرف دیکھا۔ ٹیلیفون جلی ہوئی اور باقی چیزیں سلگ رہی تھیں۔ معلوم ہوا اس کمرہ میں ایک ایسا عجیب و پُراسرار اور ایسا خوفناک و ہوشربا واقعہ ظہور میں آیا ہے جو کبھی انسان کے تجربہ میں نہ آیا ہوگا......

جلد دوم ختم ہوئی

پہلے دنیا جلد بیان کیجیے ... اور مصنف کے
تیرے سنگ دوں ناولوں کا مطالعہ کیا ہے۔ جو ترجمہ
تسکین جو خوبی میں تیرتھ رام فیروزپوری کی ترجمہ ناولوں میں پائی جاتی ہے
کم ہی دوسرے مصنف یا مترجم کی ناولوں میں پائی جاتی ہے
تیرتھ رام نے اس سلاست، فصاحت اور چاشنی دار
زبان میں ترجمہ کر کے انگریزی زبان کی ناولوں میں چار چاند لگا دیے
اور ان ترجمہ ناولوں کا درجہ انگریزی اصل ناولوں سے بلند کر دیا ہے
حالانکہ مترجم کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ نہیں لیکن محض اس کا نام ہی
کامیابی کا ضامن ہے۔ میرے تمام دوستوں کو جو ان ناولوں کی طرف
رغبت ... میری رائے ہے کہ اگر وہ ان ناولوں کا مطالعہ کریں تو ان کو ... فیض اللٰہی

جلد سوم

چنڈو خانہ

باب ۔ ۱

بزمِ شوریٰ

صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے دوسرا سگرٹ جلایا۔

"معلوم ہوتا ہے" انہوں نے دھوئیں کا بادل نکالتے ہوئے کہا "ہر چند بعض سطحی مشکلات حل ہو گئی ہیں۔ مگر اصلی سوال اب بھی حل طلب باقی ہے۔ یعنی "بچھو" کون ہے۔ اور کیا چاہتا ہے؟"

کیپٹن ہیگن نے شانوں کو حرکت دی اور ڈاکٹر سٹوارٹ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"میرے خیال میں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ بچھو کی نسبت ہماری معلومات کیا ہیں" اس نے کہا "وہ مرد ہے یا عورت اور اگر مرد ہے تو ڈاکٹر سٹوارٹ کے عجیب و غریب تجربات سے اسکی نسبت کیا حالات معلوم کئے جا سکتے ہیں؟ چین میں دشمن کے ہاتھوں جو واقعہ پانچ سال پیشتر آپ کو پیش آیا تھا اسے کوئی غیر معمولی اہمیت نہ تھی دی جا سکتی تو سوال یہ ہے کہ کسی آدمی کے لیے "بچھو" کے برابر پراسرار وجاہت حاصل

کرنا اور لوگوں میں دہشت پھیلانا کیا عجیب نہیں ہے؟ ممکن ہے و ومن پل کا برچھاپک ہی ہمارا بچھو ہو۔ یا ممکن ہے نہ ہو۔ اس کے متعلق عنقریب سوچا جائے گا۔

"معاملہ موجودہ سے ہماری دلچسپی زہرہ انخلایا میڈموازل ڈوریاں کی آمد کے وقت سے شروع ہوتی ہے۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پہ اسکی آمد اس گفتگو کے سلسلہ میں تھی۔ جو شراب خانہ میں میرے اور اس مرد خبیث کے درمیان ہوئی۔ جس کا ذکر میں نے جا بجا نکٹے شیطان کے نام سے کیا ہے۔ صاف لفظوں میں زہرہ ان حالات کو جنہیں میں نے اپنے فرضی بیان کے مطابق ایک لفافہ میں بند کر کے ڈاکٹر سٹوارٹ کے پاس رکھوایا تھا۔ اور جن کی نسبت کہا گیا تھا۔ کہ عنقریب سکاٹ لینڈ یارڈ کو بھیج دیے جائیں گے۔ حاصل کرنے کے لئے آئی تھی۔ جس کا مطلب دوسرے الفاظ میں یہی ہو سکتا ہے کہ وہ "بچھو" کی بھیجی ہوئی آئی۔ یعنی "بچھو" کی رازدار تھی۔ نکٹے بدنصیب کا بچھو سے جو تعلق تھا۔ اس کا حال دو باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ (۱) ہیگل سے اس کے تعلقات اور پولیس کے بیانات میں لفظ "بچھو" کا استعمال (۲) اس سنہری بچھو کا جو ہمارے سامنے میز پر رکھا ہوا ہے۔ اس کی جیب میں پایا جانا۔ یہ دو باتیں معلوم کرنے کے بعد اب سوچنا یہ ہے۔ کہ اس بیان سے جو میڈموازل ڈوریاں نے ڈاکٹر سٹوارٹ کے روبرو دیا تھا۔ کیا معلوم کیا جا سکتا ہے۔ یہ سوال قدرے غور طلب ہے۔

"زہرہ کے بیان کو ہمیں ذرا تامل کے ساتھ تسلیم کرنا چاہیئے۔ میرے نزدیک ممکن ہے۔ اسکی داستان فرضیات کا مجموعہ ہو۔ بہرحال وہ دلچسپ ہے۔ کیونکہ یہ عورت اپنے آپ کو ایک خوفناک آقا کی مجبور خادمہ ظاہر کرتی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک مشرقی عورت ہوں اور مجھے وہ آزادی حاصل نہیں جو مغرب میں عورتوں کو ہوتی ہے۔ یہ بات ایک حد تک ممکن بھی ہے۔ مگر دوسری جانب ہم دیکھتے ہیں کہ اسے نہ صرف نقل و حرکت کی عام آزادی حاصل ہے۔ بلکہ اسکی زندگی ہر طرح عیش و عشرت

میں بسر ہوتی ہے ۔ اس لیے مجموعی طور پر اس حصہ بیان کو غلط ہی سمجھنا چاہیئے ۔ اس کی داستان کی کچھ تصدیق اس عجیب طریق زندگی سے البتہ ہوتی ہے ۔ جو وہ پیرس میں بسر کرتی تھی ناٹنگ والوں میں رہتے ہوئے جہاں آزادی کی انتہا ہوتی ہے ۔ وہ اس قسم کی تنہائی میں زندگی بسر کرتی تھی ۔ جیسے ترکی عورتیں حرم سراؤں میں بسر کرتی ہیں ۔ گو یہ حال معلوم نہیں ہوا کہ وہ اپنی مرضی سے ایسا کرتی تھی یا مجبوری سے ۔ زہرہ انحلا کی زندگی سے ایک سبق اور بھی حاصل ہوتا ہے یعنی ہمارا واسطہ اس مقدمہ میں زیادہ تر اہل مشرق سے ہے ۔ وہ خود مشرقی ہونے کا دعوے کرتی ہے ۔ اس کا خادم چندو لال بھی مشرقی ہے ۔ کیا یہ بات کچھ اہمیت نہیں رکھتی ؟

اب میں اس مرد نقاب پوش کا ذکر کرتا ہوں جس کا سایہ ڈاکٹر سٹوارٹ نے دو بار دیکھا تھا ۔ ایک بار کھڑکی کے پردہ پر ۔ دوبارہ اپنے باغ کی گھاس میں ۔ آدمی کو آپ نے کبھی نہیں دیکھا ۔ ممکن تھا یہ شبہ پیدا ہوتا کہ نکٹا شیطان ہی بچھو تھا ۔ مگر یہ اس لئے ممکن نہیں کہ وہ اس مرد نقاب پوش کے بار اول نمودار ہونے سے پیشتر ہلاک ہو چکا تھا ۔ ہاں ممکن ہے مرد نقاب پوش کا نام بچھو ہو ۔"

وہ چپ ہو گیا اور حاضرین کو اس طرح دیکھنے لگا ۔ گویا اپنے الفاظ کی اہمیت واضح کرنا چاہتا ہے ۔ پھر بولا ۔

"اب میں پل ڈومن کے مردہ پاسرار کا ذکر کرتا ہوں ۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کے بیان کے مطابق اس کے چہرہ پر چھوٹی اور جس شخص کا سایہ دو بار آپ نے دیکھا اس کے چہرہ پر بھی نقاب تھی ۔ پل ڈومن کے آدمی کو "بچھو" کہا گیا تھا جس کے معنی بچھو ہی کے ہیں ۔ خیر اس بات کو یاد رکھئے ۔ عنقریب پھر اس کا ذکر آئے گا ۔

" اب دیکھنا یہ ہے کہ ڈاکٹر سٹوارٹ کو جو واقعات پیش آئے ان سے اور کیا باتیں معلوم ہوتی ہیں ؟ ایک یہ کہ "بچھو" نے دفعتاً فیصلہ کر لیا ۔ کہ آپ کا وجود خطرناک

ہے۔ یا اس لئے کہ وہ زہروں کے متعلق خاص تحقیقات کر چکے ہیں۔ یا اس لئے کہ وہ سمجھتا تھا۔ آپ کو سربمہر لفافہ کا راز معلوم ہے۔ دونوں صورتوں میں "بچھو" کے نزدیک ڈاکٹر سٹوارٹ کا زندہ رہنا خطرناک تھا۔ پس دیکھئے وہ فوراً عمل کرتا ہے۔ چند دلال کو ساتھ لیکر۔ جو نگہبان کتے کی مانند زہرۃ النخا کی حفاظت کرتا اور خطرہ کے وقت خبردار بھی کر دیتا ہے وہ دوسری بار ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر جاتا ہے۔

"اور کونسا حربہ ہے۔ جس کے تحت یہ مرد نقاب پوش۔ جو ممکن ہے بچھو ہو یا نہ ہو۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتا ہے؟ ایک بالکل نیا مگر خوفناک آلۂ قتل جس کا حال مغربی سائنس کو ابھی تک معلوم نہیں۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کے بیان کے مطابق جنہوں نے اسکو دیکھا تھا۔ یہ ایک طرح کی شعاع نیلیں ہے۔ ریمابی بخارات کے چراغ کی مدد سے پیدا کی ہوئی جس سے اس قسم کی بو خارج ہوتی ہے۔ جیسے تیز آگ کی بھٹی سے پیدا ہوا کرتی ہے۔ میں نے خود اس بو کو سونگھا ہے۔ اس لئے تصدیق کرتا ہوں ممکن ہے۔ وہ بو الہ ٹیلیغون کے جلنے سے پیدا ہوئی ہو۔ کیونکہ یہ خوفناک شعاع اس قسم کی چیزوں کو اسی آسانی سے مشتعل کر سکتی ہے۔ جیسے آگ کا شعلہ لکڑی یا کاغذ کو۔ شعاع کی طاقت کا کچھ اندازہ آپ لوگ اس بات سے کر سکتے ہیں کہ جہاں اس کا عکس آتشدان پر پڑا۔ وہاں پختہ اینٹوں تک میں گول سوراخ پیدا ہو گیا۔ خیر تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ بچھو کوئی جاہل مطلق مجرم نہیں رصاحب کمال سائنسدان بھی ہے۔ اور اس علمی کمال کی وجہ سے اس کا وجود دنیا کے لئے اس سے بہت زیادہ خطرناک ہے۔ جتنا ایک عام مجرم کا ہو سکتا ہے۔ آپ سمجھے؟"

انسپکٹر ڈنبر نے گہری آہ کھینچی۔ سٹوارٹ نے چپکے سے صاحب اسسٹنٹ کمشنر کا دیا ہوا سگریٹ ہاتھ میں لے لیا۔ اس کے بعد صاحب بہادر آہستہ سے بولے۔

"ایم بیکس میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ میں آپ سے پورا اتفاق رائے ہے۔ اس

شعاعیں ہیں اور بعض اور متفرقات کے بارہ میں میں نے کچھ یادداشتیں قلمبند کی ہیں۔ جن پر آپ کا بیان ختم ہونے پر بحث کی جائے گی۔ "آگے کہئے۔ آپ کی تفصیل بہت واضح اور دلچسپ ہے۔"

گیسٹن میکس نے جھک کر سلام کیا۔ اور کہا۔

"خیر یہ باتیں ہیں جو ہمیں ڈاکٹر سٹوارٹ کے خوفناک تجربوں سے معلوم ہوئی ہیں۔ ان حالات کو اگر ان واقعات سے ملا کر دیکھا جائے۔ جو پیرس اور لندن میں خود مجھے پیش آئے تھے۔ اور جن پر اس سے پہلے مفصل بحث ہو چکی ہے۔ تو ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا واسطہ مجرموں کی ایک خطرناک جماعت سے ہے جس میں مشرق و مغرب دونوں ملکوں کے مرد عورتیں شریک ہیں۔ نکولج جو فرانسیسی تھا۔ میگل اور زہرہ جو دوسلے ہیں (اگر زہرہ کے دو نسلا کہلانے پر سٹوارٹ بڑے زور سے چونکا) ایک الجیرین مسلمان چندر لال ہندو تھا وعلیٰ ہذا القیاس۔ مطلب یہ کہ اس جماعت کی شاخیں مشرق و مغرب دونوں جگہ پھیلی ہوئی ہیں۔ اور پھر اس چیز کے متعلق" اس نے صاحب کمشنر کی میز سے ٹوٹا ہوا سنہری بچھو اور اس کی دم کا ٹکڑا اٹھاتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر سٹوارٹ کا جو مشرقی چیزوں کی نسبت وسیع معلومات رکھتے ہیں۔ یہ بیان کہ وہ چین کی ساخت ہے۔ میرے خیال کی اور بھی تائید کرتا ہے۔"

"ممکن ہے اس کی ساخت تبتی ہو۔" سٹوارٹ نے یکایک کہا۔ "میرا خیال ہے چین اور تبت میں بہت بڑا فرق نہیں۔"

"خیر سر دست ہم اس کی ساخت چینی ہی سمجھیں گے۔" میکس نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "عنقریب ہم لوگ اس مکان کا سراغ لگانے کی امید رکھتے ہیں۔ جو اس علاقہ سرخ میں واقع ہے۔" اس نے شہر لندن کے نقشہ پر جو کھلا ہوا سامنے رکھا تھا۔ انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ "جس کی نسبت ہمیں معلوم ہے کہ اس پراسرار جماعت کے آدمی وہاں اکثر آمد و رفت

رکھتے ہیں۔ آپ لوگوں سے مخفی نہیں کہ چینی بستی اسی حلقہ سرخ کے اندر واقع ہے۔ اب میں تیسری بار پل وومن کے مرد نقاب پوش کا ذکر کرتا ہوں۔ وہ شخص بظاہر چینی تھا فرمائیے کیا آپ لوگ میرا مطلب سمجھے؟"

"اچھی طرح" صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے ایک اور سگرٹ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "مہربانی سے آگے کہیئے۔"

"عرض کرتا ہوں مجھے اپنی عمر میں جن اہم مقدمات کی تفتیش کرتے ہوئے اپنے دوست انسپکٹر ڈونبر سے مل کر کام کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ان میں سب سے قابل ذکر وہ تھا جس کے سلسلہ میں ایک خطرناک جماعت کے بہت سے آدمیوں کی گرفتاری عمل میں آئی تھی۔ اس کا سرغنہ ایک شخص سٹرکنگ تھا۔۔۔"

ڈونبر کی آنکھیں جوش مسرت سے چمک گئیں۔ "آہ!" اس نے کہا "میرا خیال تھا آپ اس واقعہ کا ذکر کریں گے۔"

"میں آپ کے خیالات کی قدر کرتا ہوں۔" ایم میکس نے اپنے دوست کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کا منطق و استدلال میرے دل میں آپ کی عزت دہ چند کر رہا ہے۔ اس عجیب مقدمہ کا حال آپ کو یاد ہوگا؟ کتنی زبردست سازش تھی جس کا دام لندن سے لونا سیریز اور پیکن سے پیٹروگریڈ تک پھیلا ہوا تھا۔ اور کیسا عجیب و حیرت خیز ان لوگوں کا انتظام تھا۔" صاحب اسسٹنٹ کمشنر کی طرف منہ کر کے "یہ لوگ ناجائز افیون کی تجارت کرتے تھے۔"

"واقعہ مجھے یاد ہے۔" صاحب کمشنر نے تسلیم کیا۔ "گو اس زمانہ میں میں اس عہدہ پر نہیں تھا۔ میرا خیال ہے تفتیش میں کچھ خامیاں رہ گئی تھیں۔"

"جی ہاں رہ گئی تھیں" میکس نے جواب دیا۔ "ایک یہ کہ ہم لوگ نام نہاد مسٹر "م" کی شخصیت کا راز دم آخر تک حل نہ کر سکے۔ اور گو ہم نے اس جماعت کو منتشر کر

تاہم میں نے کئی بار محسوس کیا ہے کہ پولیس نے غیر معمولی جلد بازی سے کام لیا۔"
"سچ ہے" ڈنبر نے جلدی سے کہا "مگر یاد ہوگا ہمیں کسی طرح اس بھولی لڑکی کو ان لوگوں کے چنگل سے بچانا تھا۔ زیادہ وقت کیسے ضائع کرتے؟"
"مجبوری تھی۔ مگر میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جو کچھ ہوا وہ اور زیادہ سوچ بچار کے بعد ہونا چاہیئے تھا۔ آپ پوچھیں گے کیوں؟ ... میں عرض کرتا ہوں۔ کیا آپ کو یاد ہے۔ انہی ایام میں ہیلی تارپیڈو کی ایجاد پُراسرار طریق پر گم ہوئی تھی؟"
"ہاں یاد ہے" صاحب کمشنر نے جواب دیا۔ اور ڈنبر نے بھی صورت اثبات میں سر کو حرکت دی۔
"اچھا تو اسی قسم کا عظیم قومی نقصان کم وبیش انہی ایام میں گورنمنٹ فرانس کو برداشت کرنا پڑا تھا۔ افسوس میں اس راز کو آشکارا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بدنامی سے بچنے کے خیال سے اس نقصان کو بڑی احتیاط کے ساتھ چھپایا گیا تھا۔ بہرحال جس طرح ہیلی تارپیڈو کا نقشہ گم ہونے کے دنوں میں سر برائین مالیاس آنجہانی وزارت برطانیہ کے اراکین میں شامل تھے۔ اسی طرح جس دستاویز کا میں ذکر کرتا ہوں۔ اس کا حال فرانسیسی وزارت کے صرف ایک شخص کو معلوم تھا جس کا نام افسوس میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ لیکن ہم فرض کر لیں گے۔ کہ اس کا نام ایم۔ بلانک تھا۔"
صاحب اسسٹنٹ کمشنر خفیہ پولیس کے چہرہ پر حیرت کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔
بولے "لیکن سر برائین کی دیانت و ایمانداری پر کبھی شک نہیں ہوا۔"
"نہیں ہوا" میکس نے تسلیم کیا۔ "اور نہ ایم۔ بلانک پر ہوا ہے۔ بہرحال جو بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ دونوں صاحب ایم۔ بلانک اور سر برائین اس افیون پرست جماعت کے ممبر تھے!"
نیز سر کو اثباتی حرکت دی۔

"یقین فرمائیے مجھے ایم۔ بلانک کا معاملہ دبانے میں بڑی جانکاہی کرنی پڑی تھی۔ ورنہ اس راز کا انکشاف ان کی سیاسی زندگی کا خاتمہ کر دیتا۔"

صاحب اسسٹنٹ کمشنر کی حیرت اب بھی رفع نہ ہوئی تھی۔

بولے۔ "یہ بات عام طور پر مشہور رہتی۔ کہ سر برائن مالپاس افیون اور اس کے متعلقہ نشوں کے عادی ہیں۔ اور اس حالت میں ان کا مسٹر کنگ کی جماعت کا سرپرست ہونا بھی تعجب انگیز نہیں۔ مگر..." وہ چپ ہو گئے۔ اور ان کے چہرہ پر وہی شیطانی تبسم نمودار ہوا۔ پھر کچھ سوچ کر کہنے لگے۔ "آہ! میں سمجھا۔ سمجھا۔"

"اب آپ سمجھے؟" میکس نے کہا۔ "اب آپ کو معلوم ہوا کہ مجھے اس تفتیش کی جلد بازی کا کیوں افسوس ہے؟ واقعہ میں وہ جماعت محض اہل مغرب میں جنڈو نوشی کا پرچار کرنے کے لئے قائم نہ ہوئی تھی۔ افیون کی مدد سے اس نے ان بزرگان قوم کو اپنے چنگل میں لے لیا تھا۔ جو قومی اسرار کے محافظ سمجھے جاتے تھے۔ جو صاحب دماغ ہونے کے باوجود ایک خوفناک عادت کے غلام تھے۔ غور کیجئے کتنے راز ہوں گے۔ جو اس جماعت نے افیون کے نشہ میں ان لوگوں سے معلوم نہ کئے ہوں گے۔"

حاضرین پر سناٹا چھا گیا تھا۔ صاحب اسسٹنٹ کمشنر اور انسپکٹر ڈنبر صورت تصویر چپ چاپ بیٹھے تھے۔

"سوال یہ ہے ان ایجادات کے مسروقہ نقشے کہاں گئے؟ ایم میکس نے بڑھتے ہوئے جوش سے پوچھا۔" اگر یہ دریافتیں کسی دوسری مغربی طاقت کے ہاتھ فروخت کی گئی ہوتیں تو وہ طاقت حال کی جنگ میں ضرور ان سے کام لیتی۔ مگر نہیں۔ سر برائن مالپاس اور ایم۔ بلانک سے حاصل کئے ہوئے نقشوں سے کسی دوسری گورنمنٹ نے فائدہ نہیں اٹھایا جس کا مطلب یہ ہے؟" اس نے ڈرامیٹک انداز سے انگلی ہلا کر کہا۔ "کہ کوئی شخص ان دریافتوں کو در پردہ جمع کر رہا ہے... مگر کون؟" اس نے باری باری اپنے ہم جلیسوں

کے چہروں کو نظر غور سے دیکھا۔ "کون ہے جو ان بیش قیمت رازوں کو جمع کرتا ہے۔ اور اس کارروائی کا مدعا کیا ہے؟"

تھوڑی دیر پھر وہی خوفناک سناٹا رہا۔ اس کے بعد صاحب اسسٹنٹ کمشنر کی آواز سنائی دی۔

"فرمائیے۔ آپ کی رائے کیا کہتی ہے؟"

"میری رائے کچھ نہیں۔ محض ایک قیاس ہے۔ جو ممکن ہے صحیح ہو یا نہ ہو۔" ایم میکس نے جواب دیا۔ "مسٹر کنگ کی نسبت ہم کو معلوم ہے وہ چینی تھا۔ کیا عجب یہ شخص جو "بھیڑیا" کہلاتا ہے یہ بھی چینی ہو۔ اس صورت میں دونوں کا تعلق واضح ہو جاتا ہے۔ مسٹر کنگ نے جتنی کارروائیاں کیں۔ ذاتی نفع کے لئے نہیں۔ گہرے سیاسی مقاصد کے لئے کی تھیں وہ اہل دماغ سے ان کی دماغی محنت کا ثمرہ چراتا اور اس مال مسروقہ کو جمع کرتا جاتا تھا۔ "بھیڑیا" اہل دماغ کو تلف کرنے پر تلا ہوا ہے۔ کیا ممکن نہیں کہ دو متضاد کارروائیاں ایک ہی سازش کی دو مختلف صورتیں ہوں؟"

باب ۲

سرخ حلقہ

"غالباً آپ کا اشارہ اس بھولے ہوئے فرضی ڈر کی طرف نہیں ہے۔ جو کبھی زرد خطرہ کے نام سے مشہور تھا؟" سٹوارٹ نے مسکرا کر پوچھا۔

"جی نہیں۔" میکس نے جواب دیا۔ "معلوم ہوتا ہے آپ بھی میرا مطلب نہیں سمجھے جن لوگوں سے ہمارا سابقہ ہے۔ وہ کسی ایک قوم سے تعلق نہیں رکھتے۔ انہیں بین الاقوامی اہمیت حاصل ہے۔ یہی بات مسٹر کنگ کی جماعت پر صادق آتی تھی۔ دونو تحریکوں کے

سرغنہ بھی میرے خیال میں چینی ہیں۔ اس کے باوجود میں جس خطرہ کا ذکر کرتا ہوں۔ وہ کوئی فرضی زرد خطرہ نہیں۔ بلکہ" اس نے دفعتاً آواز دبا کر پر اسرار طریقہ پہ کہنا شروع کیا۔ "ایک خوفناک مشرقی سوسائٹی ہے عظیم۔ پر اسرار اور مہیب۔ اس اژدر خونخوار سے مشابہ جو مشرق کے کسی گنجان جنگل میں چھپا ہوا ہو۔ آجکل جب ہر حصہ عالم میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔ قوموں کو اپنے لیڈروں کی حقیقت سے آگاہ ہونا لازم ہے۔ ورنہ کیا عجب کوئی عظیم خطرہ توپ وتفنگ کا نہیں۔ دماغ اور سرمایہ کا۔ دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کردے۔"

"توکیا آپ کی رائے میں کچھو" ان لوگوں کو راہ سے ہٹا رہا ہے۔ جو ممکن تھا۔ اس حملہ یا انقلاب میں اس کے مزاحم ہوتے؟" ڈبنر نے آہستہ سے پوچھا۔

مسٹر کننگ نے اس تحریک کے لیے سامان جمع کیا تھا۔ کچھو فریق ثانی کا سامان اس سے چھین رہا ہے۔۔۔ کیا یہی آپ کا مطلب ہے؟" صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے دریافت کیا۔ اور پھر خود ہی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہنے لگے۔ "یہ بیکس نظریہ عظیم ہے۔ اور اگر آپ کا اندازہ صحیح ہو تو یہ معاملہ معمولی جرموں کے دائرہ سے نکل کر بین الاقوامی اہمیت حاصل کر لیتا ہے۔"

تھوڑی دیر سکوت رہا۔ سٹوارٹ۔ ڈبنر اور صاحب کمشنر بہادر فرانس کے اس نامی جاسوس کو نظر حیرت سے دیکھ رہے تھے جس نے جدید ترین لندنی فیشن کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے باوجود اپنے ہر اشارہ اور انداز گفتگو سے پیرس نژاد ثابت ہوتا تھا۔ اس کی انگریزی فصیح اور سلیس تھی۔ اور اس کے خفیف امریکن لہجہ کو چھوڑ کر کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے سامع کو شبہ ہو کہ متکلم فرانسیسی ہے۔ پھر بھی دفعتاً کوئی اشارہ۔ کوئی کلمہ یہ اس حقیقت کو فاش کر دیتا تھا۔

اس کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ ایسی کمزوریاں ان اوقات میں ہرگز ظاہر ہوتی نہیں۔ جب وہ تحقیقات جرائم کے سلسلہ میں ادنے طبقہ کے لوگوں کا بھیس بدل کر

وائٹ چیپل کے نواحات یا لائم ہوس کے مراکز خرافات میں جاتا۔ ایسے موقعوں پر اسکی صورت اور لہجہ کسی مشہور لنڈنی گنڈے سے اتنا ہی مشابہ ہوتا تھا۔ جتنا پیرس کے طبقہ اسفل سے میل جول کے دنوں میں وہاں کے نامی بدمعاشوں سے۔ وہ پرلے سرے کا نقال تھا۔ اور اس خوبی نے ہی اسکو زمانہ حال کا سب سے کامیاب سراغرساں بننے میں مدد دی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اگر اسے چھ ماہ تک چین کے تمدنی حالات کا مشاہدہ کرنے کا موقعہ دیا جاتا۔ تو وہ کسی چینی رئیس کا بھیس اس خوبی سے بدلتا۔ کہ اس کے منہ لگے نوکر بھی یہ معلوم نہ کر سکتے۔ وہ کوئی غیر ملکی وحشی ہے۔ جیسا کہ چینی تمام غیر چینی لوگوں کو سمجھتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو اس میں اور ڈنبر میں یہی فرق تھا کہ گیسٹن میکس کو اس طرح کی خوبیاں قدرت نے عطا کی تھیں۔ اور ڈنبر نے انہیں اپنی محنت سے حاصل کیا تھا۔ اسی لئے ڈنبر جس کی گیسٹن میکس نے ایک بار انگلستان کے جاسوسوں کا سرتاج کہہ کر عزت افزائی کی تھی۔ تہ دل سے اسکے اوصاف کا معترف اور مداح تھا۔

اپنے حلقہ میں ڈنبر بھی کچھ کم تجربہ کار جاسوس نہ تھا۔ اس کے زبردست قوت استدلال کی ایک ادنٰے مثال ناظرین نے اس واقعہ کی صورت میں دیکھ لی ہے جس میں اس نے محض اپنے ادراک سے معلوم کیا تھا۔ کہ گیسٹن میکس ہی موٹربان کی حیثیت میں ڈاکٹر سٹوارٹ کے پاس گیا۔ اور اسی نے وہ پراسرار لفافہ جسے حاصل کرنے کو زہرۃ الحلا نے اپنی آزادی خطرہ میں ڈالی۔ اس کے پاس رکھوایا تھا۔ اتفاق کی بات ہے۔ کہ نکٹے فلاسفی کی لاش پانی میں رہ کر اس قدر بگڑ گئی کہ اس کا چہرہ بالکل پہچانا نہ جاتا تھا۔ اس حالت میں جب گیسٹن میکس کا نمبری نشان اس کے پاس برآمد ہوا تو ہر شخص کو میکس کی لاش ہونے کا یقین ہو گیا۔ مگر ڈنبر کو پھر بھی نہیں ہوا۔ یہی شبہ اس نے ڈاکٹر سٹوارٹ کے روبرو ظاہر کیا تھا۔ اور اسی لئے اس نے لاش کے محافظ کانسٹبل کو ہدایت کر دی۔ کہ کسی آدمی کو صاحب کمشنر پولیس کی تحریری اجازت کے بغیر لاش دیکھنے

کا موقعہ نہ دینا۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ میکس اس لاش کو دشمنوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے
یہ واقعات تھے۔ جنہوں نے میکس کے دل میں ڈنبر کی عزت کو وہ چند ترقی دی تھی۔ اور
وہ اس سے مل کر کام کرنے کو باعث ناز سمجھنے لگا تھا۔

آخر صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے مہر خموشی کو توڑا۔

"میرے خیال میں کچھ اور واقعات ایسے ہیں" انہوں نے سوچتے ہوئے کہا "جن سے
اس جماعت یا سوسائٹی کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ جس کا ذکر ایم میکس نے کیا ہے۔ غالباً
وہ واقعہ تمہیں یاد ہوگا۔" آپ نے ڈنبر کی طرف دیکھ کر کہا "جس میں اس محکمہ کے انسپکٹر
دے متھ نے حصہ لیا تھا؟"

"جی یاد ہے۔" ڈنبر نے جواب دیا۔ "بڑے معرکہ کا مقدمہ تھا۔ اور اس کامیابی کے صلہ
میں ہی ویمتھ کو قاہرہ کا سپرنٹنڈنٹ پولیس مقرر کیا گیا تھا۔"

"واقعی اسے بعد میں مصر تبدیل کر دیا گیا تھا۔" صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے کہا "یہ
واقعہ بھی میرے موجودہ تقرر سے پہلے کا ہے۔ مگر اس سلسلہ میں بعض خوفناک جرموں کا
ارتکاب ہوا تھا۔ اور یہ بات فیصلہ کن طریق پر ثابت ہو گئی تھی۔ کہ ایک وسیع خفیہ
سوسائٹی مشرق میں دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ جس کا سرغنہ کوئی چینی تھا۔"

"اور چینی ہی اس جماعت کا صدر مقام تھا۔" ڈنبر نے کہا۔

"ہاں چین ہی اس جماعت کا صدر مقام تھا۔" پھر گیسٹن میکس سے مخاطب ہو کر
صاحب کمشنر نے کہا "ایم میکس۔ کیا یہ نیا معاملہ اسی قصہ پارینہ کی کوئی شاخ تو نہیں؟
یہ تمام واردا تیں متفرق اور جداگانہ ہیں یا ایک ہی خوفناک طاقت کے ظہورات جس کا
اثر مدت دراز سے مشرق بعید میں پھیلا ہوا ہے؟"

گیسٹن میکس نے صاحب اسسٹنٹ کمشنر سے چار آنکھیں کیں۔ اور اس کے چہرہ پر
سختی کی علامات پیدا ہو گئیں۔

"میرے خیال میں آخری رائے صحیح ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "دو سال سے جب گرینڈ ڈیوک آیٹون کی پراسرار موت کا واقعہ ظہور میں آیا۔ میرا یہی عقیدہ ہے۔ مگر آپ نے بعض یادداشتوں کا ذکر کرتے ہوئے ان پر عنقریب بحث کرنے کے لئے کہا تھا۔ فرمایئے کیا بات تھی؟"

"ایک معمولی نکتہ جو شاید آپ کی توجہ کے لائق ہو۔" صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے جواب دیا۔ اور پھر سٹوارٹ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "جس خوفناک شعاع نے آپ کی نشست گاہ میں اس قدر نقصان برپا کیا۔ کیا ویسی کوئی چیز زمانہ حال کی دریافتوں میں آپ کی نظروں سے گذری ہے؟"

"اس قسم کی بعض دریافتیں ہنزیک ایرکسن آنجہانی نے کی تو تھیں اور وہ زمانہ مرگ تک ان کی اصلاح و تکمیل میں مشغول بھی تھے۔ بہرحال ان کو مکمل نہ کر سکے۔ غالباً انہی دریافتوں کی ترمیم شدہ صورت یہ شعاع نیلیں ہے۔"

"صحیح ہے"۔ صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے لبوں پر وہی شیطانی تبسم پیدا کرتے ہوئے کہا: "ہنزیک ایرکسن کی دریافتوں کی مکمل صورت ہی شعاع نیلیں ہے۔"

وہ تھوڑی دیر چپ رہ کر باری باری حاضرین کے چہروں کو دیکھتے اور سگرٹ پیتے رہے پھر کہنے لگے۔

"یہی میری یادداشت کا مضمون خاص تھا۔ باقی تفصیل ضمنی ہے۔"

"آہ۔ میں سمجھا"۔ گیسٹن میکس نے جلدی سے کہا۔ "آپ کا مطلب یہ ہے کہ ایرکسن نے موت سے پہلے اپنے تجربوں کو مکمل کر لیا تھا۔ مگر انہیں مہذب دنیا کو پیش نہ کر سکے۔"

صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے داہنے ہاتھ کو اس انداز سے حرکت دی جس سے پہلی دو انگلیوں میں تمباکو کے دھوئیں کا داغ صاف دکھائی دیتا تھا۔ پھر بولے۔

"ایم میکس۔ ان باتوں کی تحقیق کرنا آپ لوگوں کا کام ہے۔ میں فقط ان پر توجہ دلانا چاہتا تھا۔ مگر اب اس میں شک نہیں رہا کہ یورپ بھر کے حکام پولیس کی نظروں کے

سامنے مشاہیر عہد کے قتل کی وارداتیں عجیب دیدہ دلیری کے ساتھ ہوئی ہیں۔ ذریعہ ہلاکت غالباً کوئی زہر ہے... یا زہر جس کا راز شاید مغربی دنیا کو معلوم نہیں۔ بہرحال سب سے زیادہ حیرت مجھے سرفریک۔ ناگوم کی ہلاکت پر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا ان کی ذات اس مشرقی تحریک میں کیونکر مزاحم ہوتی جس کا ہم نے تصور قائم کیا ہے؟ اور وہ کیا راز ہوگا۔ جو اس مجرم جماعت نے ان سے حاصل کر لیا۔ اگر زرد خطرہ واقعی کوئی چیز ہے تو ایک موجد۔ ایک مدبر۔ ایک سپہ سالار کی ہلاکت کا راز سمجھ میں آسکتا ہے۔ مگر ایک جراح کی موت کا راز نہیں... خیر میں نے ان کی لاش اکھڑوانے کی اجازت حاصل کی ہے۔ دیکھئے اس کے امتحان سے کیا معلوم ہو۔"

گیسٹن ہیکس نے شانوں کو حرکت دی۔ اور اس کے منہ پر آثار تبسم پیدا ہوتے ہوئے نظر آنے لگا۔

"ہم نے متعدد قیاسات سے بعض معلومات حاصل کی ہیں ممکن ہے زیادہ کوشش سے کچھ اور حالات معلوم ہو جائیں۔"

"اجازت ہو تو سادربی کو حاضر کروں۔ اسکی رپورٹ ضرور سننی چاہیئے۔" ڈنبر نے یکا یک کہا۔

"ہاں بے شک" صاحب کمشنر نے جواب دیا۔ "کانسٹیبل کو حکم دو۔ سارجنٹ سادربی کو بلائے۔"

لمحہ بھر بعد سادربی داخل ہوا۔ اس کا چہرہ معمول سے بہت سرخ اور بال بہت زیادہ الجھے ہوئے تھے۔

"کیوں سادربی کیا خبر لائے ہو؟" ڈنبر نے پوچھا۔

"جناب عالی کئی باتیں معلوم ہوئی ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ پھر صاحب کمشنر کی طرف منہ کرکے "حکم ہو تو عرض کروں۔"

اس نے صاحب بہادر کا اشارہ پاکر جیب سے اس قسم کی نوٹ بک نکالی۔ جو ڈنبر کی نوٹ بک سے بالکل مشابہ تھی۔ اس کے بعد بڑی سنجیدگی سے ورق گردانی کرنے لگا۔

"پہلی بات یہ ہے"۔ اس نے بدستور نوٹ بک پر نظر جمائے ہوئے کہا۔ "کہ میں نے اس موٹر کا سراغ لگا لیا۔ جو ایک شخص چارلس میلٹ کے ہاتھ قسطوں پر فروخت ہوئی تھی۔۔۔"

"ہا! ہا! ہا!" میکس نے قہقہہ لگایا "دیکھئے گا آپ کا سارجنٹ میرا نام بگاڑتا ہے۔ بھائی ساوربی یہ لفظ میلٹ نہیں۔ ہبلٹ ہے۔ میلٹ تو موگری کو کہتے ہیں۔"

"اوہ!" ساوربی نے نوٹ بک سے نظر اٹھا کر کہا "معاف کیجئے۔ سہو ہوا۔ اب ہبلٹ ہی کہوں گا۔" پھر بدستور نوٹ بک کی طرف دیکھتے ہوئے۔ "موٹر کا مالک کہتا ہے۔ ابھی میرا کچھ روپیہ چارلس ہبلٹ پر باقی ہے۔۔۔"

یہ سن کر ہر شخص ہنسے کہ ثقاہت مجسم کمشنر پولیس کو بھی ہنسی آگئی۔

"سنئے حضرت" انہوں نے مسکرا کر ایم میکس سے کہا۔ "اپنے قرضوں کا چکوتہ جلد کیجئے۔ ورنہ مسٹر بس ڈاشوری ڈ کی سخت بدنامی ہوگی۔" سارجنٹ سے "آگے چلو۔"

"یہ موٹر۔۔۔"

ڈنبر نے روک دیا۔

"ساوربی اس موٹر کا قصہ جانے دو۔ اس کے حالات ایم میکس کی زبانی معلوم ہو چکے۔ البتہ زرد موٹر کا کچھ حال معلوم ہوا ہو تو بیان کرو۔"

جی ہاں" ساوربی نے بغیر دوسرا ورق الٹتے ہوئے کہا۔ "زرد موٹر کینگ ٹون میں مسز دکرز کے گودام سے ہفتہ وار کرایہ پر لی گئی تھی۔ لینے والی ایک جوان فرانسیسی عورت تھی۔۔۔ مس ڈوریاں۔ ہیڈ کوارٹر میں اس کا پتہ سیوائے ہوٹل درج ہے مس ڈوریاں نے ضمانت کے طور پر موٹر کی ضمانت قیمت جمع کرا دی تھی۔ اور ایک سیاہ فام آدمی جو غالباً

اس لیڈی کا نوکر ہے۔ اس کو چلاتا تھا۔"

"یہ موٹر کیا اب بھی اس کے پاس ہے؟" ڈنبر نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ آج صبح واپس دے کر اس نے زر ضمانت لے لیا۔ سنا ہے۔ لندن سے جانا چاہتی ہے۔"

"اور چیک کا روپیہ؟"

"مالکان موٹر نے آدھ گھنٹہ بعد وصول کر لیا۔"

"کس بنک سے؟"

"لن۔ ن کونٹی اور برمنگھم بنک کیننگ ٹون سے عورت کا حساب بازار سٹرینڈ میں ایک بنک سے تھا۔ کل اسکو بھی بند کر دیا گیا۔ چیک عام طور پر درزیوں۔ جوہریوں اور ہوٹل والوں کے نام جاری ہوئے تھے۔ ان میں کوئی بات قابل ذکر نہیں۔ میں سیوائے ہوٹل بھی گیا تھا۔۔۔"

"پھر؟"

"معلوم ہوا ڈوریاں نام کی ایک عورت قریباً ڈیڑھ ماہ وہاں ٹھیری۔ کبھی کبھی ہوٹل میں کھانا کھاتی۔ مگر عام طور پر باہر ہی کھایا کرتی تھی۔"

"کوئی ملاقاتی اس کے پاس آتا ہو؟"

"کوئی نہیں۔"

"کھانا اکیلی کھاتی تھی؟"

"جی ہاں اکیلی۔"

"ہوٹل کے پبلک کمرہ میں؟"

"نہیں۔ اپنے کمرہ میں۔"

"وہی تھی۔" سیکس نے کہا "میں اسکی عادتیں پہچانتا ہوں۔"

"کب گئی؟"

"ایک ہفتہ گزرا۔"

اس نے نوٹ بک پھر کوٹ کے جیب میں رکھ لی۔

"بس اتنی ہی خبریں لائے تھے؟" صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ بس۔"

"تو جاؤ۔"

سلاوو بھی گیا۔

"آپ کی اجازت سے اب میں انسپکٹر گلیسی کو بلاتا ہوں۔" ڈنبر نے کہا۔ "وہ چینی آبادی کی خاص واقفیت رکھتا ہے۔"

"بلاؤ۔"

تھوڑی دیر بعد ایک موٹا تازہ پستہ قد خوش مذاق اور سمجھدار شخص کمرہ میں داخل ہوا۔ اس نے آتے ہی چاروں طرف متجسس نظروں سے دیکھا۔

"انسپکٹر گلیسی!" صاحب کمشنر نے اسکی طرف متبسم نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "چینی آبادی کے متعلق تمہاری امداد درکار ہے۔ غالباً تم اس حصہ شہر سے خوب واقف ہو؟"

"جی ہاں۔ اچھی طرح۔"

"اس نقشہ پر" صاحب کمشنر نے اپنی داہنی انگلی لنڈن کے نقشہ پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ایک سرخ نشان کا چھوٹا سا حلقہ کیا تم کو نظر آتا ہے؟"

انسپکٹر گلیسی میز پر آگے کو جھکا۔

"جی ہاں۔ آتا ہے۔"

"اس حلقہ سرخ میں جو تم دیکھ رہے ہو۔ ایک شلنگ سے زیادہ قطر نہیں رکھتا۔ ایک مکان ہے جہاں ایک خاص جماعت کے آدمی عموماً جاتے آتے ہیں۔ خیال ہے۔ وہ لوگ

یا چینی ہیں، یا چینیوں سے میل جول رکھتے ہیں۔"

انسپکٹر کیلی کے سرخ چہرے پر ہلکا تبسم نمودار ہوا۔ کہنے لگا "منافقت کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا ہونا باعث حیرت نہیں۔ ان تین بازاروں میں جو اس حلقۂ سرخ کے اندر واقع ہیں ۷۵ یا اسّی فیصدی مکان چینیوں سے آباد ہیں۔"

"تمہاری واقفیت کے لیے اتنا اور بیان کر دیتا ہوں کہ وہ لوگ جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ بین الاقوامی مجرموں کی ایک خطرناک جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمہارے راستے میں کوئی مکان ایسا ہے۔ جہاں اس طرح کے لوگ عام طور پر جمع ہوتے ہوں؟"

انسپکٹر کیلی بار بار سوچتے ہوئے بالوں میں انگلی ڈال کر کھجانے لگا۔

پھر میز سے قلم اٹھا کر اس کی نوک سفری کولٹ سٹریٹ کی نکڑ پر رکھتے ہوئے اس نے کہا "ایک سال گزرا۔ ایک عورت اس مقام پر قتل کی گئی تھی۔ پولیس کو ایک چینی ملاح پر شک ہوا۔ اور اس کا سراغ اس مکان تک لگایا گیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک نقشہ کھینچ کر بتایا "یہاں پر سامنے دھوبی کی دکان اور اس کے ساتھ کئی چھوٹے چھوٹے گودام اور بادبان خانے ہیں۔ ایک تہ خانہ بھی ہے۔ جہاں مد کے وقت دریا کا پانی بھر جاتا ہے تحقیقات سے معلوم ہوا ہے۔ اس جگہ چینی لوگ افیون پیتے اور تاش کھیلتے ہیں۔ تو میرے خیال میں شراب کا چلن بھی ضرور ہوتا ہے۔ لیکن جو ثبوت نہ ہو۔ اس پر کچھ اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔"

"پھر کیوں اس خرافات خانہ کو بند نہیں کر دیا جاتا؟" صاحب سفارت نے اکثر بڑے آدمیوں کی طرح اس قسم کے چھوٹے معاملات میں اپنی ناواقفیت کے اظہار کا موقع ہاتھ سے دینا پسند نہ کرتے ہوئے پوچھا۔

انسپکٹر کیلی کی آنکھیں چمک گئیں۔ بولا "جناب عالی ایسے مقامات کو بند کر دیا جائے۔ تو جن کی ہم کو تلاش ہے۔ انہیں کہاں ڈھونڈیں؟ جیسا میں عرض کر رہا تھا

وہ چینی ملاح جس کی ہمیں جستجو تھی۔ تین حصے نشہ میں ڈوبا ہوا۔ اسی مکان کے ایک کمرہ میں پایا گیا۔"

"یہ گویا ایک طرح سرائے ہے؟"

"ایسا ہی سمجھئے۔ دوکان کے عقب میں ایک خاصہ بڑا کمرہ چنڈو پینے کے لئے مخصوص ہے۔ اور کچھ چھوٹے چھوٹے کمرے لوگوں کے رہنے کو اوپر نیچے واقع ہیں۔ میں نہیں کہتا جس مکان کا آپ نے ذکر کیا تھا یہی ہے۔ بہرحال یہ جگہ چونکہ اسی حلقہ سرخ میں واقع ہے۔ اس لئے ممکن ہے وہی ہو۔"

"اس کا مالک کون ہے؟"

"ایک دقیانوسی چینی جو کبھی ملاحی کیا کرتا تھا۔ آہ فنگ فواس کا نام ہے۔ مگر عام لوگ اسے بچن کہتے ہیں۔ اور یہ جگہ بھی بچن ہوس کے نام سے مشہور ہے۔"

"آہ" صاحب کمشنر نے ایک اور سگرٹ جلاتے ہوئے کہا "تمہاری رائے میں اس قسم کا کوئی اور مکان اس حصہ شہر میں نہیں ہے جس پر شبہ ہو؟"

"جہاں تک میرا خیال ہے۔ نہیں"۔ انسپکٹر کیلی نے سوچ کر جواب دیا "میں اس حصہ شہر سے اچھی واقفیت رکھتا ہوں۔ اور جہاں تک معلوم ہے۔ گذشتہ ایک سال میں اس جگہ کے مکانوں کی ملکیت بھی بہت کم تبدیل ہوئی ہے۔ سچ پوچھئے تو آہ فنگ فواس حصہ شہر کا چودھری ہے۔ اور چینی آبادی کا کوئی واقعہ اس سے پوشیدہ نہیں رہتا۔"

"میں سمجھا تب اس آدمی کی نگرانی کرنی چاہیئے۔"

"جس کا بہترین طریقہ اس کے گاہکوں کی نگرانی کرنا ہوگا۔"

"انسپکٹر کیلی میں ان قیمتی معلومات کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں" صاحب کمشنر بہادر نے جو ماتحتوں تک سے بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آتے تھے۔ کہا "آئندہ

جب ضرورت ہوگی۔ پھر تم سے مشورہ کروں گا بس جاؤ۔ سلام"

"آداب عرض جناب" انسپکٹر نے کہا۔ "تسلیمات صاحبان"

اور چلا گیا۔

کیپٹن میکس اس گفتگو کے دوران میں تدبر کی راہ سے چپ تھا۔ اب کہنے لگا۔

"میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا ہے۔ ہر چند جیسا یقین ہے۔ مجھو یہ سمجھتا ہے۔ کہ چارلس ہیلٹ ہلاک ہو گیا مگر اسے شک ہو کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کی واقفیت کے لئے جو معلومات چارلس ہیلٹ نے لفافہ میں بند کر کے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر رکھوائی تھیں۔ ان کا کچھ حصہ خفیہ پولیس کے کانوں تک پہنچ گیا ہے۔۔ ضرور ایسا ہو گا۔ ورنہ زرد موٹر کی واپسی۔ بنک کا حساب بند کرنے اور رسبوائے ہوٹل سے رخصت ہونے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟"

"اس کارروائی کا مطلب فرار کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔" ڈنبر نے جوش سے اٹھتے ہوئے کہا "عین ممکن ہے"۔ اس نے صاحب اسسٹنٹ کمشنر کی طرف منہ کر کے اعتراض کیا "وہ لوگ انگلستان سے رخصت ہو گئے ہوں"

صاحب کمشنر انداز کسل سے کرسی پر جھک گئے۔

"نہیں" انہوں نے تھوڑے توقف کے بعد کہا "مجھے ایم میکس پر کامل اعتماد ہے۔ کبھی ممکن نہیں کہ وہ اس خطرناک جماعت کے لوگوں کو خود یہ بات جتلانے کے بعد کہ وہ پولیس کی نظروں میں آ چکے ہیں۔ ہاتھ سے نکل جانے کا موقعہ دیں گے۔"

کیپٹن میکس نے جھک کر سلام کیا۔

"آپ بجا فرماتے ہیں"۔ اس نے جیب سے ایک پرزہ کاغذ نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "میں جب ہوٹل سے چلنے لگا تو پیرس سے خفیہ حروف میں اطلاع موصول ہوئی تھی کہ قہوہ خانہ کا مالک ہیگل کل رات پیرس سے روانہ ہو کر آج صبح لندن پہنچ گیا۔۔۔"

"آپ کا کوئی آدمی اس کے پیچھے لگا ہوا تھا؟" ڈنبر نے پوچھا۔

ں نے لائم ہوس تک اس کا تعاقب بھی کیا۔ یہاں پر میگل کو اس مکان میں
دیکھا گیا جس کا حال انسپکٹر کیلی نے بیان کیا ہے۔"

"آہ۔ تب ان کا کوئی آدمی ضرور وہاں ہوگا۔" ڈنبر نے کہا۔

"ضرور ہوگا" میکس نے جواب دیا۔ "گر میرے خیال میں وہ بھی یہاں سے رخصت کی
تیاریاں کر رہے ہے۔ اب یہ فرض آپ کا ہے۔ کہ آج سے اس حلقہ سرخ کی پورے طور پر نگرانی
کرائیں۔ اور ایسا انتظام کریں۔ کہ کوئی متنفس۔ کوئی مخلوق۔ چھوٹی چھیا تک کوئی جاندار
اس کی حدود سے باہر نہ جانے پائے۔ آج رات میرا ارادہ آہ فنگ فو کے مکان پر جانے
کا ہے۔ اور بہتر ہوگا۔ کہ آپ لوگ میرے ساتھ ہوں۔"

باب ۳

مسکہ کی سرگذشت - ۱

سخت بیقراری کی حالت میں سٹوارٹ اپنے مکان کی طرف لوٹا۔ میڈموازل ڈوریاں کو سر بازار
موٹر میں دیکھنے اور اس کا تعاقب کیا ہوا رقعہ پانے کے معاملہ میں آجتک اس نے سکوت کامل
برقرار رکھا ہوا تھا۔ لیکن ضمیر اس فروگذاشت کے لیے ہر وقت ملامت کرتا اور بار بار جتاتا
تھا کہ اس طرح کے راز کا اخفا ایک جرم ہے۔ جس نے میڈموازل ڈوریاں کی وساطت سے
تجھ کو "چوڑی" پراسرار سازش کا شریک بنا دیا۔ تو با لواسطہ اس خوفناک مرد سیاہ پوش کا
آلہ کار بن چکا۔ جو عجیب پراسرار طریقہ پر تیری جان لینا چاہتا تھا۔ مگر ہر قسم کی ملامتوں کے
باوجود اس نے اب تک اس راز کو سینہ میں چھپا رکھا تھا۔ نہ گئے ہوئے رقعہ کا اس
نے خفیہ پولیس سے بالکل ذکر نہیں کیا۔ اور یہ خاموشی اس کے سینہ میں اب بھی ایک
وحشیانہ مسرت پیدا کرتی تھی۔

مکان پہ پہنچا تو ڈاک خانہ کا کاریگر بیٹھک میں نئی ٹیلیفون لگا رہا تھا۔ سٹوارٹ کو دیکھ کر اس نے آلات کے ڈھیر سے نیم سوختہ ٹیلی فون نکالتے ہوئے کہا۔

"تسلیمات جناب۔ گستاخی معاف ہو تو پوچھوں یہ آلہ کیسے جل گیا؟"

سٹوارٹ بے چینی سے ہنسنے لگا۔

"میں دوا سازی کا تجربہ کر رہا تھا" اس نے بات بنانے کے لئے کہا۔ "اتفاقاً آگ لگ گئی۔"

کاریگر نے ٹوٹے ہوئے آلہ کو ہاتھ میں لیا۔ مشتبہ نظروں سے دیکھا۔ پھر کہنے لگا "یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کسی نے اسکو تیز آگ کی بھٹی میں ڈال دیا تھا۔ ایسے تجربے لیبوریٹری سے باہر کئے جائیں تو خطرناک ہوتے ہیں۔"

"سچ ہے" سٹوارٹ نے جھینپ کر کہا۔ "مگر میرے یہاں چونکہ کوئی باقاعدہ لیبوریٹری ہے نہیں۔ اس لئے ... اور ... مجبوراً ایسا کرنا پڑا۔ مگر آئندہ نہ ہوگا۔"

"کرنے کو جیسا جی چاہے کیجئے" کاریگر نے ادھ جلی ٹیلیفون کو بیگ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "مگر ڈاک خانہ کے بل کا خیال رکھئے گا۔"

سٹوارٹ لاجواب ہو کر نکل آیا۔ رستہ میں مسز میگریگر کھڑی تھی ایک سبز لفافہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اسے پیش کرتے ہوئے کہنے لگی "مسٹر کیمبل ابھی ابھی ڈاکیہ یہ چٹھی آپ کے لئے دے گیا ہے ..."

لفافہ لے کر وہ جلدی سے پیچھے مڑا۔ خود اسکو محسوس ہوتا تھا کہ اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی ہے۔ میڈموازل ڈوریاں کی تحریر ایسی نہ تھی جسے وہ پہچاننے سے قاصر رہتا۔

"شکریہ ادا کرتا ہوں" اس نے مسز میگریگر سے مختصر طور پر کہا۔ پھر ایک کمرہ میں چلا گیا۔ مسز میگریگر گھر کے اور کاموں میں لگ گئی۔ آخر جب اس کے پاؤں کی چاپ مدھم

پر مدھم ہوئی۔ تو سٹوارٹ نے بے چینی سے لفافہ کھولا۔ عطر یاسمن کی وہ مدھم خوشبو جس نے ایک بار پہلے دماغ کو معطر کیا تھا۔ خارج ہوئی۔ لفافہ میں دبیز نوٹ پیپر کا فقط ایک تختہ تھا۔ جس کے بالائی حصہ میں شاید کسی کا پتہ چھپا ہوا ہوگا۔ مگر اب اُسے کاٹ دیا گیا تھا۔ حسب ذیل عجیب پیغام اس چھٹی میں درج تھا:۔

رخصت ہونے سے پہلے میں ایک بات آپ سے کہنا چاہتی ہوں۔ آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں۔ اور ایسا ہونا باعث حیرت بھی نہیں ہے۔ مگر میں قسم کھا کے سچ کہتی ہوں کہ آپ کو ایک بھاری خطرہ درپیش ہے۔ جس سے میں آپ کو بچانا چاہتی ہوں۔ اگر آپ وعدہ کرسکیں کہ یہ معاملہ آپ ہی تک رہے گا۔ اور پولیس کو مطلق خبر نہ ہوگی۔ تو مہربانی سے وکٹوریہ سٹیشن کے برائٹن پلیٹ فارم پر بک سٹال کے پاس شام کے چھ بجے ملئے۔ اگر آپ اس ملاقات کو ہر طرح پوشیدہ رکھ کر جائے مقررہ پر آنا منظور کریں تو کوٹ کے بٹن ہول میں کوئی سپید رنگ کی چیز بطور نشان لگا لیجئے۔ کہ شناخت میں آسانی ہو۔ لیکن بالفرض آپ نے پولیس کو رازدار بنانے کی کوشش کی یا کسی دوسرے آدمی کو اپنے ساتھ لائے تو میں نہ ملوں گی۔ نہ آئندہ کبھی آپ ہی مجھ سے مل سکیں گے۔

خط کے نیچے راقم کا نام درج نہ تھا۔ نہ اس کی ضرورت ہی تھی۔ سٹوارٹ جان گیا۔ کہ وہ زہرہ اسخلا کا لکھا ہوا ہے!

خط کو میز پر رکھ کر وہ بے چینی سے کمرہ میں ٹہلنے لگا۔ اس کا دل زور سے دھک دھک کر رہا تھا۔ اور سینہ میں زبردست کشمکش جاری تھی۔ اسے خود اپنے خیالات سے ایک طرح کی نفرت محسوس ہوتی تھی

خط کی نسبت اس کا فرض صاف اور واضح تھا۔ مگر اس کی ادائیگی میں ایک بار پہلے بھی کوتاہی ہو چکی تھی۔ اور اب جس وقت وہ کمرہ میں بے چینی سے ٹہلتا پھر رہا تھا تو محسوس ہوتا تھا کہ ویسی ہی کوتاہی اب پھر ہوگی۔ وہ جانتا تھا۔ کہ صحیح یا غلط طور

اس خط کو حوالہ پولیس کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اور۔۔ کچھ ہو۔ شام کے چھ بجے ضرور وکٹوریہ سٹیشن پر پہنچ جاؤں گا۔

افوہ! عورت کا حسن آدمی کے خیالات میں کتنا انقلاب پیدا کرتا ہے۔ وہ سٹوارٹ جسے خواب میں بھی خیال نہ آسکتا تھا۔ کہ وہ کسی مجرم کا حامی و مددگار ہو۔ اب اس بات کو جانتے ہوئے کہ زہرہ مجرموں کی ایک خوفناک جماعت سے تعلق رکھتی ہے۔ نہ صرف اس کی ہدایت پر عمل کرنے بلکہ اس کا راز چھپانے کی کوشش کر رہا تھا وہ سمجھتا تھا۔ میں نے کوئی کام جذبات کے بس ہو کر نہیں کیا۔ مگر یہی کمزوری اس وقت اس سے ظاہر ہو رہی تھی! دل کو سمجھانے کی خاطر وہ محض اتنا عذر پیش کر سکتا تھا۔ کہ زہرہ نے مجھے دشمن کے وار سے محفوظ رکھا۔ بس ایک بات اس پر اسرار حسینہ کے حق میں تھی۔۔ اور اس کے مقابلہ میں یہ واقعات کہ وہ مجرموں کی ایک خطرناک جماعت سے تعلق رکھتی اور اس ہستی پر خوف کی سرگرم کارکن ہے جس نے۔۔۔ اگر کیپٹن سیکس کا اندازہ صحیح ہو۔ تو چھ شخصوں کو ہلاک کیا۔ سٹوارٹ کی جان لینے کی کوشش کی اور کیپٹن سیکس کو نکٹے کے ہاتھوں مروانے سے دریغ نہ کیا۔ وہ اس نامعلوم الاسم مجرم کی رفیقہ ہی تو تھی۔ جس سے اس نے شام کے چھ بجے سٹیشن پر ملنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور جس کے پیغامات کو پولیس سے چھپا کر وہ اسے انصاف کی گرفت سے بچاتے ہوئے۔ حکام کی مشکلات کو اور پیچیدہ بنا رہا تھا۔

ان خیالات کی الجھن میں ڈاکٹر کیپل سٹوارٹ بڑی دیر تک کمرہ میں بے چینی سے ٹہلتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آتشدان پر رکھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھنے لگا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنے عمل کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہوئے بھی وہ اس کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

ٹھیک پونے چھ بجے تھے۔ کہ وہ گھر سے نکلا۔ باغیچہ میں ایک جگہ سپید

گلاب کے پھول اُگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک کو توڑ کر بٹن ہول میں رکھ لیا۔

چھ بجنے میں چند منٹ باقی تھے کہ وکٹوریہ سٹیشن کی شاندار عمارت میں داخل ہوا اور پلیٹ فارم پر پہنچ کر بک سٹال کے پاس مسافروں کے ہجوم کو نظر غور سے دیکھنے لگا۔ ادھر ادھر ہر طبقے کے لوگ موجود تھے۔ مگر ان میں میڈ موازل ڈوریاں کا نشان کہیں نظر نہ آتا تھا!

وہ اس کی تلاش میں ٹکٹ گھر کو ہو لیا۔ اور اس کے بعد ویٹنگ روم میں بھی گیا مگر میڈ موازل ڈوریاں کہیں نظر نہ آئی۔ ادھر سے فارغ ہو کر اس نے دوبارہ سٹیشن کی گھڑی دیکھی۔ تو پورے چھ بجے تھے۔ ابھی اس کی نگاہ گھڑی پر ہی لگی ہوئی تھی۔ کہ کسی نے آہستہ سے اس کے کندھے کو چھوا۔

مڑ کر دیکھا تو وہ کھڑی تھی!

اس نے پیرسی عورتوں کا سادہ مگر دلکش لباس پہنا ہوا تھا۔ ہیٹ کے ساتھ لگی ہوئی مہین نقاب چہرے کے بڑے حصہ کو چھپائے ہوئے تھی۔ گو خوشنما آنکھیں اور نازک سرخ ہونٹ اس پردہ میں بھی نظر آتے تھے۔ سٹوارٹ نے ٹوپی اٹھا کر سلام کیا۔ مگر ایسا کرتے ہوئے یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اگر اس وقت گیسمٹن بکس پاس ہوتا۔ تو میرا طرز عمل کیا ہی ہو سکتا؟

ایک ہلکا تبسم اس نازنین کے لبوں پر نمودار ہوا۔

"شاید آپ اب تک مجھ سے خفا ہیں۔" اس نے ہلکے تھرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔ اور ڈاکٹر سٹوارٹ کو اس کا یہ لہجہ نہایت دلکش معلوم ہوا۔ "ناراضی کیا اس لئے تو نہیں ہے کہ میں نے آپ کو تکلیف دی؟"

"نہیں میری ناراضی محض اپنی ذات سے ہے۔ کہ میں اتنا کمزور ثابت ہوا۔" ڈاکٹر سٹوارٹ نے جواب دیا۔

"آہ ایسی عورت کا اس کے ظاہری حالات سے اندازہ کرنا اور بیان سننے سے پہلے اس کو مجرم سمجھنا... کیا اس کا نام گمزوری ہے؟" نازنین نے اس کی طرف شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ کمزوری اگر آپ میں ہے۔ تو میں خوش ہوں۔ کیونکہ مرد کو ہمیشہ ایسا ہونا چاہیئے"

ڈاکٹر سٹوارٹ اس کے حسن دلنواز پر پہلے ہی فریفتہ ہو چکا تھا۔ اب انداز گفتگو نے بالکل بے بس کر دیا۔ مقابلہ کی جو جدوجہد جو کچھ باقی تھی اسے بھی ترک کر کے تابع فرمان ہونے کو تیار ہو گیا۔

"میڈ موازل ڈوریاں" اس نے کہا۔ "یہاں کھڑے کھڑے باتیں کرنا ٹھیک نہ ہوگا بہتر ہو کسی ہوٹل میں چل کر بیٹھ جائیں۔ چاہ پیتے ہوئے باتیں کریں گے۔"

"جو آپ پسند کریں" اس نے بھولے پن سے جواب دیا۔ "پر مہربانی سے مجھے اس نام سے مخاطب نہ کیجئے۔ میڈ موازل ڈوریاں میرا اصلی نام نہیں ہے۔"

"تو کیا زہرہ انحلا کہوں؟" یہ الفاظ سٹوارٹ کے لبوں تک آ پہنچے تھے۔ مگر وہ اس خیال سے ضبط کر گیا کہ اگر یہ عورت واقعی "کچھو" کی کارکن ہے۔ تو راز کا انکشاف نہ چاہتی ہوگا۔ اس سے باتیں کرنے میں حرج نہ تھا۔ مگر رازوں کا اظہار مصلحت سے بعید ہوتا۔

"میرا نام مسکہ ہے"۔ اس نے خود ہی کہا۔ "آپ مجھے اسی نام سے مخاطب کریں"۔

"بہت اچھا" سٹوارٹ نے اس کے پہلو میں چلتے ہوئے کہا۔ اور خیال آیا اگر کبھی اتفاق سے اس عورت کو عدالت فوجداری میں کھڑا ہونا پڑا۔ اور میں اس قسم کی گواہی دینے پر مجبور ہوا جس کی بنا پر شاید اسے موت یا حبس دوام کی سزا دی جائے۔ تو... ہائے میرا کیا حال ہوگا۔ اس خیال کے آتے ہی اس کا بدن زور زور سے کانپنے لگا۔

اس نے یہ حالت دیکھی۔ تو سپید دستانہ میں لپٹا ہوا ننھا ہاتھ اس کے بازو پر

سکھ کر کہنے لگی۔ "کیا مجھ سے کوئی بات ایسی ہوگئی جس نے آپ کو ناراض کر دیا ہو۔ ایسا ہے تو میں سو بار معافی چاہتی ہوں . . ."

"نہیں، نہیں" سٹوارٹ نے جلدی سے کہا "میں فقط سوچ رہا تھا . . ."

"کہ میں کتنی چنچل اور شریر ہوں؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں۔ تم کیسی حسین ہو!" اس نے گرمجوشی سے کہا۔ "اور اس خیال سے دل کو کتنا رنج ہوتا ہے کہ ایک مجرم جماعت سے تعلق رکھتی ہو۔"

"آہ!" اس نے آہستہ سے کہا۔ اور اپنا ہاتھ جس کی لغزش کو ڈاکٹر سٹوارٹ نے بھی محسوس کیا تھا۔ پرے کھینچ لیا۔ آخر اس وقت جب دونو ہوٹل میں داخل ہو رہے تھے۔ تو کہنے لگی۔ "مہربانی سے پورے حالات سننے کے بغیر میری نسبت کوئی رائے قائم نہ کیجئے۔"

سٹوارٹ نے فوری جوش سے متاثر ہو کر اس کا ہاتھ کھینچا۔ اور بغل میں دبا لیا پھر کہنے لگا۔

"نہ کروں گا! مسکہ یہ میری بھول تھی کہ تمہاری نسبت برے خیالات کو دل میں جگہ دی . . . یہ نام شاید کستوری کے معنی رکھتا ہے؟"

"مسک کی تصغیر ہے" اس نے جواب دیا۔ "کہیئے آپ کو پسند ہے؟"

"بہت!" اس نے ہنس کر جواب دیا۔

مغربی لباس میں مشرقی حسن کی نازک ادائی اور جلوہ آرائی کا کیا کہنا! ماہ جبینان شرق کی وہ تمام دلفریبی اور دلربائی جوان کے حسن شیریں کو دنیا میں بے مثال اور لاجواب بناتی ہے۔ مغرب کی بے باکی اور اعجوبہ نمائی کے ساتھ ساتھ مسکہ کی ذات میں جمع تھی۔ اس لئے اس وقت جب وہ ڈاکٹر سٹوارٹ کے ساتھ ساتھ ہوٹل کی خالی میز کی طرف جا رہی تھی۔ تو لاتعداد حریص نظریں اس کا پیچھا کر رہی تھیں۔

سٹوارٹ نے ویٹر کو چائے لانے کا حکم دیا۔ پھر مسکہ سے کہنے لگا۔ "اب بتاؤ کس

راز کا اظہار منظور تھا۔ میں سب حال سننے کو بے چین ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ اس گفتگو کا راز تب تک میرے سینہ میں محفوظ رہیگا جب تک کہ اس کی وجہ سے میری یا کسی اور کی زندگی کو خطرہ نہ ہو۔"

"اتنا کافی ہے۔" مسکہ نے جواب دیا۔ "اب میں بیان کرتی ہوں فوہی سے میرے کیا تعلقات ہیں۔"

"مگر فوہی کون ہے؟"

"فوہی!... میں نہیں جانتی..."

"کیا!" سٹوارٹ نے چونک کر کہا۔ "تم نہیں جانتی ہو فوہی کون ہے؟"

"ٹھیرو۔ میں فرانسیسی میں بات کر دوں تو سمجھ لوگے؟"

"ہاں ہاں۔ کیا تم فرانسیسی اچھی بولتی ہو؟"

"ہاں!" مسکہ نے اب فرانسیسی میں گفتگو کرتے ہوئے جواب دیا۔ "میری ماں فرانس کی رہنے والی تھی۔ اور گو میں خاصی اچھی انگریزی بول لیتی ہوں۔ مگر ابھی تک اس زبان میں سوچنے کا مادہ پیدا نہیں ہوا۔ آپ سمجھے؟"

"سمجھ گیا۔ خیر۔ اب بتاؤ کہ فوہی جس کا ابھی تم نے ذکر کیا تھا۔ کون ہے؟"

مسکہ نے ڈرتے ڈرتے چاروں طرف دیکھا۔ پھر میز پر آگے جھک کر دبی آواز سے کہنے لگی۔

"میں سارا حال شروع سے بیان کرتی ہوں۔ اس میں بہت وقت صرف نہ ہوگا۔ اور سارا حال جانے بغیر آپ میرا صحیح اندازہ قائم نہ کر سکیں گے۔ نہ مجھ پر پندرھویں برس میں مصیبت نازل ہوتی نہ آج آپ مجھے اس حالت میں دیکھتے۔

"والیئے حلب آنجہانی میرے والد تھے۔ اور میری ماں۔ ان کی تیسری بی بی فرانس کی رہنے والی کسی ناٹک کمپنی میں ایکٹرس کا کام کرتی تھی۔ جن دنوں وہ کمپنی

قاہرہ میں کھیل کرتی تھی۔ والد نے پہلی بار میری ماں کو دیکھا۔ اور ایک نظر میں ہی اس پر فریفتہ ہو گئے۔ ماں کو بھی ضرور ان سے گہری محبت ہو گئی ہو گی۔ کیونکہ ان کی خاطر اس نے دنیا ترک کر دی۔ اور مسلمان ہو کر حرم میں داخل ہونا منظور کر لیا۔ ممکن ہے اس کشش کا باعث یہ ہو کہ والد کی رگوں میں بھی فرانسیسی خون تھا۔ کیونکہ معلوم ہوا ہے ان کی ماں بھی ایک فرانسیسی عورت تھی۔

"پندرہ سال تک میری زندگی ہر قسم کے غیر معمولی واقعات سے خالی رہی میں حرم میں رہتی اور اپنی ماں سے فرانسیسی اور کسی حد تک انگریزی میں تعلیم حاصل کرتی تھی۔ والد چھوٹی عمر میں ہی میری شادی کر دینا چاہتے تھے۔ مگر ماں نے روکا اور مجھے یورپی عورتوں کے آداب معاشرت کی پوری تعلیم دی۔ پیرس سے کئی اخبار رسالے اور کتابیں باقاعدہ ہمارے پاس آتی تھیں۔ دفعتاً شہر حلب میں ایک خوفناک وبا نمودار ہوئی۔ لوگ سیکڑوں کی تعداد میں مسجدوں اور بازاروں میں مرنے لگے یہ حالت دیکھ کر والد نے ہمیں بچانے کو۔ مجھے۔ میری ماں اور حرم سرائے کی بعض اور عورتوں کو اپنے بھائی کے پاس دمشق بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔

"شاید آپ سمجھیں کہ اس طرح کے عجیب واقعات جو میں آپ سے بیان کرتی ہوں زمانہ حال میں پیش نہیں آ سکتے۔ خصوصاً ایک والی کا قبیلہ اس طرح کے حوادث سے محفوظ سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر خدا گواہ ہے میں سارے حالات بے کم و کاست بیان کرنے کا عہد کر چکی ہوں اس لئے یقین کیجئے۔ کوئی بات ایسی نہ کہوں گی جو غلط ہو سفر کی دوسری رات بدوؤں کی ایک جماعت ہمارے قافلہ پر حملہ آور ہوئی بدرقہ کے سپاہی مغلوب ہو گئے۔ قزاقوں نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ اور ہمارے پاس جتنا قیمتی سامان تھا چھین لے گئے۔ اس پر اکتفا نہ کر کے۔ وہ مجھے اور میری ہم عمر ایک شامی لڑکی کو جو میرے ہمراہ تھی۔ ساتھ لے جانے کو تیار ہوئے۔ اور آہ! اس نے زور سے کانپتے

ہوئے کہا۔ "اب بھی ماں کی جگر دوز چیخیں یاد آتی ہیں۔ تو بدن کانپ اٹھتا ہے۔ کس بیدردی سے ان سنگدلوں نے اس کی چیخیں بند کیں۔۔۔"

سٹوارٹ نے چونک کر دیکھا۔ تو ویٹر چائے کا سامان لئے کھڑا تھا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوا۔ گویا آنکھوں کے سامنے سے پردہ سا ہٹ گیا ہے۔ مسکہ کی ہوشربا داستان سے شام کے لق و دق صحراؤں میں لے گئی تھی۔ مگر غور سے دیکھا۔ تو لندن کے ایک آباد ہوٹل میں بیٹھا تھا۔ اور مسکہ سامنے تھی!۔

نوکر چائے کا سامان رکھ کر چلا گیا۔ تو اس نازنین نے قصہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "شاید آپ سمجھیں ان لوگوں نے ہم سے کسی طرح کی بدسلوکی کی۔ مگر شکر ہے ایسا نہیں ہوا کسی نے ہم پر سختی نہیں کی۔ بلکہ صحرائی زندگی میں جو آسائشیں ممکن ہیں۔ وہ سب ہمارے لئے مہیا کی گئیں۔ نوکر ہر وقت خدمتگاری کے لئے حاضر رہتے۔ اور عمارہ سے عمدہ کھانا کافی مقدار میں مہیا کیا جاتا۔ کئی ہفتوں کے سفر کے بعد ہم لوگ ایک بہت بڑے شہر میں وارد ہوئے۔ جس کے گنبد و مینار چاندنی کی روشنی میں دور سے نظر آتے تھے۔ ہمارا قافلہ ہمیشہ رات کو سفر کرتا تھا۔ اس لئے رات ہی کو ہم اس شہر میں داخل ہوئے اس وقت کچھ معلوم نہ تھا۔ یہ کونسا شہر ہے۔ مگر بعد ازاں سنا۔ کہ ملک عرب کا کوئی ساحلی شہر تھا۔

"قافلہ بازاروں سے گذر رہا تھا۔ تو میں اس شامی لڑکی کے ساتھ شغدف پر سوار یہ سوچ رہی تھی۔ کہ شاید کوئی آدمی ایسا نظر آئے جس سے مدد کی التجا کر سکیں مگر رات کے وقت شہر کے بازاروں میں سناٹا تھا۔ کہیں کہیں کھڑکیوں میں روشنی نمودار تھی۔ لیکن بہت کم آدمی بازاروں میں چل رہے تھے۔ اور جو تھے بھی وہ قصداً ہم سے پرے ہو کر گذر جاتے۔ فی الحقیقت میں نے دیکھا۔ کئی آدمی ہمارے اونٹوں کو دیکھ کر ادھر ادھر گلیوں میں داخل ہو گئے۔

آخر کار ہم لوگ ایک وسیع مکان کے پھاٹک پر ٹھیرے۔ پھاٹک کھلا۔ اور اونٹوں کی قطار صحن مکان میں داخل ہوئی۔ میں جب شغدف سے اتری۔ تو دیکھا کہ صحن مکان کے چاروں طرف بیشمار چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ خیال آیا شاید کوئی قافلہ سرائے ہے۔ اس سرائے میں چند دن ہمارا قیام ہوا۔ اور اب یہ راز کھلا۔ کہ کیوں یہ لوگ رستہ میں ہم سے نرمی کا سلوک کرتے تھے۔ در اصل وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں تقدیر نے مجھے لا ڈالا۔ غلاموں کی تجارت کرتے ہیں۔۔۔"

"اف! اف! سٹوارٹ نے چونک کر کہا۔ اس روشن زمانہ میں غلاموں کی تجارت۔۔۔ کیا ممکن ہے؟"

"مجھے پہلے ہی ڈر تھا۔ کہ آپ کو شاید میرے بیان پر یقین نہ ہو" مسکا نے دردناک لہجہ میں کہنا شروع کیا "مگر میں قسم کھاتی ہوں کہ اس بیان کا ایک ایک حرف صحیح ہے یہ لوگ واقعی لونڈی غلاموں کی تجارت کرتے تھے۔ محمد عبدالوالی ہمارے قافلہ سالار کا نام تھا جس نے قیام کے چھٹے روز مجھے بیچنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں چونکہ کئی زبانیں جانتی اور گانے بجانے کی اچھی مہارت رکھتی تھی۔ اس کے علاوہ یہ لوگ اپنے مشرقی خیالات کے مطابق مجھے خوبصورت بھی تصور کرتے تھے۔۔"

یہ کہتے ہوئے مسکا نے آنکھیں جھکا لیں۔ اور اس کے چہرہ پر شرم کی سرخی پھیل گئی۔ تھوڑی دیر چپ رہ کر اس نے رکتے رکتے اس طرح بیان جاری رکھا۔

"ایک چھوٹے سے کمرہ میں جسے میں عمر بھر نہ بھولوں گی مجھے خریداروں کے پیش کیا گیا۔ اس وقت کے بعد کہ میں اپنی ماں سے جدا ہوئی۔ یہ ایک ذلت تھی۔ جو مجھے ان لوگوں کے ہاتھوں برداشت کرنی پڑی۔"

مسکا کی آنکھوں میں غصہ کی چمک پیدا ہو گئی۔ اور اس کے ہاتھ جو میز پر رکھے ہوئے تھے زور زور سے کانپنے لگے۔ سٹوارٹ نے اس کی تسکین کے لئے اپنا ہاتھ اس کے

ہاتھوں پر رکھ دیا۔ اور ملائم نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

میری طرح بیشمار لڑکیاں اور بھی تھیں " مسکہ نے داستان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کالی ۔ گندمی اور سپید ۔ بعض گاتی اور ناچتی مگر بعض ایک کونے میں بیٹھی ہوئی چپ چاپ رو رہی تھیں ۔ چار آدمیوں نے غور سے مجھے دیکھا جن میں سے دو والئے شہر کے دلال تھے ۔ اور دو مالدار رئیس ۔ مگر عبدالوالی چونکہ میری قیمت بہت گراں مانگتا تھا ۔ اس لئے کسی کو خریدنے کی ہمت نہ ہوئی ۔ بڑی ردوکد کے بعد ایک آدمی قیمت ادا کرنے کو تیار ہو گیا مگر سودا ہو ہی رہا تھا ۔ کہ دفعتاً ایک آدمی داخل ہوا ۔ جس کے آتے ہی گانا ۔ ناچنا ۔ دنا ۔ اور شور وغل مچانا موقوف ہو گیا ۔۔۔ یہ وہی تھا !"

باب ۹

مسکہ کی سرگذشت ۔ ۲

" جیسا آپ سمجھ گئے ہوں گے ۔ اس وقت تک مجھے اس آدمی کا نام معلوم نہ تھا ۔ اتنا ہی دیکھا کہ ایک دراز قامت آدمی کمرہ میں داخل ہوا ہے ۔ جس کا چہرہ سبز نقاب سے چھپا ہوا تھا ۔"

سٹوارٹ چونکا ۔ مگر اس نے مسکہ کی داستان کو نہیں روکا ۔

" نو وارد اس نقاب کی وجہ سے بڑا خوفناک نظر آتا تھا ۔ جب وہ کمرہ کے دروازہ میں کھڑا ہوا نقاب کے اندر میرے چہرہ کو دیکھ رہا تھا ۔ تو ایسا معلوم ہوا ۔ کہ اس کی تیز آنکھیں آگ کے شعلہ کی طرح میرے جسم میں گھسی جا رہی ہیں ۔ ہر چند میں اس کی آنکھیں نہ دیکھ سکتی تھی ۔ مگر احساس یہی تھا ۔ تقریباً ایک لمحہ وہ اسی طرح کھڑا ہوا میری طرف گھورتا رہا ۔ اور میں نے دیکھا کہ میرے علاوہ اس کی موجودگی کا اثر بردہ فروش محمد سعید الوالی

پر بھی بہت سیادہ صورت تصویر کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس پراسرار نقاب پوش نے عربی زبان میں پوچھا۔

"اس کی کیا قیمت ہے؟"

محمد عبدالوالی اور بھی زیادہ زور سے کانپنے لگا پھر اس نے رکتے رکتے کہا

"آقا۔ یہ لونڈی فروخت ہو چکی ہے۔ لیکن . . ."

"میں پوچھتا ہوں اس کی قیمت کیا ہے؟" نقاب پوش نے اسی درشت لہجہ میں پھر پوچھا۔

اس اجنبی میں خدا جانے کیا فوقیت تھی کہ جس دلال نے مجھے خریدا تھا۔ وہ بھی اس قسم کی کانپتی ہوئی آواز میں جس کے الفاظ بمشکل سنائی دیتے تھے۔ سوداگر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"یا محمد۔ میں اس کی خرید سے دست بردار ہوتا ہوں۔ مولائی کا اشارہ میرے لئے فرمان ہے۔" اتنا کہہ کر اس نے جھک کر سلام کیا۔ اور رخصت ہو گیا۔

اس کے جانے پر محمد عبدالوالی جس کی ٹانگیں اس زور سے کانپ رہی تھیں کہ اس کے لیے کھڑے رہنا دشوار تھا۔ پراسرار اجنبی سے مخاطب ہوا۔

"سیدی" اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا "میں اس لونڈی کا تحفہ ناچیز پیش کرتا ہوں قبول فرمایئے۔"

"بتاؤ اس کی قیمت کیا ہے؟" فوجی نے تیسری بار اس ہموار آواز سے کہا۔

محمد نے بدستور کانپتے ہوئے میری قیمت اس سے دگنی بیان کی جو عربی دلال سے طے ہوئی تھی۔ مگر نقاب پوش نے کسی طرح کا اعتراض نہیں کیا۔ اس نے دونو ہاتھوں سے تالی بجائی۔ فوراً ایک سیاہ فام نوکر حاضر ہوا۔

ایک ایسی زبان میں مخاطب ہو کر جو اس وقت مجھے نہ آتی تھی۔ مگر بعد ازاں

معلوم ہوا کہ ہندوستانی تھی۔ فوہی نے کچھ حکم دیا۔ جس کے بعد نوکر نے مطلوبہ رقم نکال کر میز پر رکھ دی۔ فوہی نے مختصر لفظوں میں کچھ ہدایت کی۔ اور چلا گیا۔ اس دن کے بعد چار سال تک حتے کہ میری عمر انیس سال کی ہوگئی۔ میں نے پھر فوہی کو نہیں دیکھا۔

"آپ کو کئی ایک باتوں سے تعجب ہوگا۔ مگر میں ان سب کو رفتہ رفتہ واضح کردوں گی۔ آپ یہ سوچ کر حیران ہوتے ہوں گے۔ کہ ترقی تہذیب کے اس زمانہ میں جب مغربی تمدن کے اثرات سارے عالم میں پھیل چکے ہیں۔ ایسی ناپاک تجارت کیسے جاری رہ سکتی ہے۔ مگر ٹھہریئے میری سرگزشت میں کئی باتیں اس سے بھی حیرت خیز نظر آئیں گی آپ جانتے ہیں کہ جب فوہی کا خادم چندو لال مجھے عبدالوالی سے مول لے چکا۔ تو مجھے اپنے ساتھ کہاں لے گیا؟... مگر نہیں۔ آپ نہیں جان سکتے۔ میں اس کے ہمراہ مصر کے صدر مقام قاہرہ میں جا پہنچی..."

"قاہرہ میں!" سٹوارٹ نے چونک کر کہا۔ اور اس کے بعد یہ دیکھکر کہ میری پر جوش آواز سے بہتوں کی نظریں مجھ پر لگ گئی ہیں۔ اس نے لہجہ دبا کر کہا "کیا یہ کہنا چاہتی ہو۔ کہ وہ لوگ تمہیں لونڈی بنا کر قاہرہ لے گئے؟"

وہ مسکرانے لگی۔ اس کے تبسم میں وہ تو بہ شکن دلفریبی تھی۔ جو حسینان مشرق سے مخصوص ہے۔

"آپ سمجھتے ہوں گے قاہرہ میں غلامی نابود ہے" اس نے آخر کار کہا "یہی خیال آپ کی طرح اور لوگوں کا ہے۔ اور کبھی میرا بھی تھا مگر تجربہ نے اس کی تردید کردی سچ جانیئے۔ قاہرہ کے محلات میں لاتعداد لونڈیاں اب بھی موجود ہیں۔ میں خود چار سال تک قاہرہ میں رہی۔ اور میری طرح کئی اور بدنصیب لونڈیاں وہاں موجود تھیں اس جگہ کے انگریز یا فرانسیسی باشندے اپنے مشرقی ہمسایوں کے خانگی حالات کی بابت کیا جانتے ہیں؟ نہ ان کو حرم سرائے میں جانے کی اجازت ہے۔ نہ بدنصیب لونڈیاں

کو چار دیواری سے باہر آنے کی۔ اگر کبھی ان کو باہر آنا بھی ہو تو محافظ ساتھ رہتے ہیں۔
جیسا میں کہہ رہی تھی ہم لوگ اونٹوں پر سفر کرتے بیشمار نوکروں کے ساتھ جن کا سردار چندو لال تھا۔ قاہرہ پہنچے اور رات کے وقت شمال مشرق میں باب النصر کی راہ سے شہر میں داخل ہوئے یہاں مجھے ایک عالی شان محل میں پہنچایا گیا۔ جس میں مجھے اپنی چار سالہ حراست کا عرصہ پورا کرنا تھا۔ چار سال کی یہ میعاد طویل جن حالات میں بسر ہوئی۔ وہ محتاج تفصیل نہیں مختصر یہ کہ میری زندگی الف لیلہ کی روایتی شہزادیوں کی مانند عشرت و بیکاری میں صرف ہوتی تھی میری سب خواہشیں فوراً پوری کی جاتی تھیں۔ حتےٰ کہ آزادی کے سوا کسی نعمت سے محروم نہ رکھا جاتا تھا۔
"اس کے بعد ایک دن ٹھیک اسی روز جب میں نے انیسویں برس میں قدم رکھا تھا۔ چندو لال میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ سرکار آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اس کا اشارہ فوہی کی طرف تھا۔ جب میں نے یہ الفاظ سنے۔ تو ایسا معلوم ہوا گویا غش کیا چاہتی ہوں۔ اس ناز و نعمت کی حراست میں بھی جب کبھی رات کو مجھے نقاب پوش صورت یاد آتی۔ تو میں بے اختیار کانپ اٹھتی تھی۔
"میں چونکہ چھوٹی عمر سے ہی حرم سرائے کی زندگی کی عادی ہو چکی تھی۔ اس لئے قاہرہ کے محل میں رہتے ہوئے کوئی اس طرح کی دشواری محسوس نہیں ہوئی۔ جو کسی آزاد مغربی عورت کو ہوتی۔ اس کے علاوہ مجھے کوئی تکلیف دی بھی نہیں گئی۔ کئی بار مجھے نقاب اوڑھا کر چندو لال کے ساتھ شہر کے مغربی حصوں کی سیر کرنے بھیجا جاتا تھا بعض اوقات مجھے بازار سے متفرق سامان خریدنے کے لئے بھیجا جاتا۔ مگر تنہا جانے کی کسی حال میں اجازت نہ تھی۔ پہلے اپنی ماں اور اس کے بعد والد کے انتقال کی خبر مجھے چندو لال کی زبانی معلوم ہو چکی تھی۔ مگر یہ صدمے ایسے تھے جن کی شدت کو رفتار زمانہ نے کند کر دیا تھا۔ اب صرف ایک خوف۔ فوہی کی پراسرار شخصیت کا شب و روز لگا

رہتا تھا۔

"اس روز چندو لال مجھے محل کے ایسے حصہ میں لے گیا۔ جو ہر وقت بند رہتا تھا۔ اور جسے میں نے کبھی کھلا ہوا نہیں دیکھا۔ یہاں ایک کمرہ میں وہی مرد نقاب پوش جسے چار سال پیشتر میں نے غلاموں کی منڈی میں دیکھا تھا۔ ایک میز کے پاس جس پر بے شمار کاغذات بکھرے ہوئے تھے۔ بیٹھا تھا۔ میں اس کے سامنے لرزہ براندام چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ پھر اپنے لمبے زرد ہاتھ سے چندو لال کو رخصت ہونے کا اشارہ کر کے بھیج دیا۔۔۔ اس کے جانے پر باہر کا دروازہ بند ہوا۔ تو میری حالت ایسی تھی کہ خوف کی چیخ کو بمشکل ضبط کر سکی۔

"وہ دیر تک چپ چاپ بیٹھا میری طرف گھورتا رہا۔ میں نظریں جھکائے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ کیونکہ ادھر دیکھنے کی جرأت نہ کر سکتی تھی۔ اس حالت میں بھی اس کی نگاہ شعاع تیز کی مانند میرے جسم کے ہر حصہ میں داخل ہو رہی تھی۔ آخر اس نے فرانسیسی زبان میں گفتگو شروع کی۔ اور میں نے دیکھا اس کی تقریر ہر طرح مکمل اور بے عیب تھی۔

"تمہاری بے کاری کی زندگی ختم ہو چکی۔" اس نے مجھ سے کہا۔ "اب تمہیں دنیا کے مختلف حصوں میں جانا اور کام کرنا ہو گا۔" اس کا انداز تکلم بالکل صاف اور سادہ تھا نہ اس کے لفظوں میں جوش اور نہ غصہ پایا جاتا تھا۔ ہر جملہ اتنا مختصر ہوتا۔ کہ ایک بھی غیر ضروری لفظ اس کے منہ سے ادا نہ ہوتا تھا۔ مجھے کئی ایک نصیحتیں کرنے کے بعد اس نے میز کے ایک سرے پر لٹکا ہوا چھوٹا سا گھنٹہ بجایا۔ جس کی آواز سنتے ہی چندو لال حاضر ہوا۔

"تو ہی نے اس سے ہندوستانی میں کچھ کہا۔۔۔ اور وہ چلا گیا۔ مگر اس کے چند منٹ بعد ایک ادھیڑ چینی بڑی آہستگی سے چلتا کمرہ میں داخل ہوا۔"

مسکہ تھوڑی دیر اس طرح چپ ہو گئی۔ گویا اپنے منتشر خیالات کو جمع کرنا چاہتی تھی

پھر کہنے لگی۔

"اس نے زرد رنگ کی سادہ عبا پہنی ہوئی اور سر پکالے رنگ کی ٹوپی تھی۔ چہرہ نہایت مکروہ اور ہر طرح کے بُرے جذبات کا آئینہ تھا۔ میں اس چہرہ خصوصاً اس کی آنکھوں کو جو زمرد کی طرح سبز اور چمکیلی تھیں۔ عمر بھر نہ بھولوں گی۔

"اس نے آتے ہی میری طرف تیز متجسس نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔ آخر جب تھوڑی دیر گھور کر دیکھ چکا۔ تو فوہی نے اس سے کہا۔

یہ مُسکہ ہے۔"

"نو وارد پھر بھی نظر جمائے میری طرف دیکھتا رہا۔ میں ان تیز آنکھوں کی تاب مقابلہ نہ لاکر سہمی جاتی تھی۔ اس نے اتنا ہی کہا۔ "آپ کا انتخاب اچھا ہے"۔ اس کے بعد پیچھے مڑ کر اسی آہستگی سے رخصت ہوگیا۔

اس دن کے بعد اس بڈھے کا خوفناک چہرہ بارہا خواب میں نظر آتا رہا ہے لیکن شکر ہے پھر کبھی اس کی صورت دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر مجھے بتایا گیا ہے کہ فوہی سے دوسرے درجہ پر یہ آدمی دنیا میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس نے کئی طرح کی بھیانک چیزیں سریع التاثیر زہر اور ہولناک آلے تیار کئے ہیں۔ مگر میں ان کا حال اس لئے بیان نہیں کر سکتی کہ مجھے ان چیزوں کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ گو میں ان میں سے بعض کا اثر دیکھ چکی ہوں۔"

وہ چپ ہوگئی۔ معلوم ہوتا تھا۔ ان باتوں کی یاد انتہا درجے پُر خوف ہے۔

"مگر اس دوسرے آدمی کا نام کیا ہے؟" سٹوارٹ نے پوچھا

مسکہ نے اس پر تیز نظر ڈالی۔ پھر التجائیہ لہجہ میں کہنے لگی۔

مہربانی سے اس طرح کے سوالات مجھ سے نہ پوچھئے۔ جو کچھ میں بیان کر سکتی ہوں کر دوں گی۔ مگر کئی باتیں ایسی ہیں جن کی تفصیل میرے اختیار سے باہر ہے۔ اور

یہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ سنتی ہوں یہ شخص چین کا کوئی نامی سائنس داں ہے۔ سچ تو کہ بیان کیا گیا ہے۔ دنیا کے عالموں میں کوئی اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ لیکن بس... سردست میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ سکتی۔"

"اور یہ شخص کیا اب تک زندہ ہے؟"

"یہ بھی معلوم نہیں۔ اگر وہ زندہ ہے تو غالباً چین ہی میں رہتا ہوگا۔ صوبہ ہونان میں ایک خفیہ مقام اس جماعت کا ہے جسے چینی زبان میں طبقہ عالیہ کہتے ہیں۔ مگر خود مجھے وہاں جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ مگر بہت سے یورپین مرد اور عورتیں اور کئی مشرقی قوموں کے آدمی اس جگہ رہتے ہیں۔"

"کیا اان خبیثوں کی ماتحتی ہیں؟"

"آپ بے فائدہ سوالات پوچھتے ہیں۔ میرا اختیار ہوتا۔ تو آپ کے ہر سوال کا تسلی بخش جواب دیتی۔ مگر افسوس میں نہیں دے سکتی۔

"اب پھر اس دن کا ذکر کرتی ہوں۔ جب فوہی نے مجھے قاہرہ والے مکان میں اپنے سامنے بلایا تھا۔ اس نے کہا۔ ہماری جماعت دنیا میں سب سے اعلیٰ اور قدیم ہے۔ اور آخر کار وہی سارے عالم پر فرمانروا ہوگی۔ وہ زمانہ جب ہر جگہ طبقہ عالیہ کی حکومت ہوگی۔ بہشتی کہلائے گا۔ یہ جماعت بعض وجوہ سے اب تک کامیابی حاصل نہیں کر سکی۔ مگر میرے دوست نے" یہ اشارہ اسی بڈھے چینی کی طرف تھا "ب کو ناہیوں کو پورا کر دیا ہے۔ اور اب ہمارا کامیاب ہونا یقینی ہے۔

اس نے یہ بھی کہا۔ کہ سالہا سال سے ہم لوگ یورپ و ایشیا میں حصول مدعا کی خفیہ کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا طریق کار بھی عجیب ہے۔ یعنی انھوں نے دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں چنڈو خانے قائم کر کے ان کے ذریعہ بہت سی قیمتی واقفیت حاصل کی ہے۔ فوہی اور اس کے نائب ان چنڈو خانوں کی نگرانی کرتے ہیں۔ اب تک

فوہی کا وقت زیادہ تر چین میں بسر ہوتا تھا۔ مگر اب وہ گاہ بگاہ یورپ میں بھی آتا ہے لیکن معاملات یورپ کا بیشتر انصرام اسی بڈھے چینی کے سپرد ہے۔ جس نے کالی ٹوپی اوڑھ رکھی تھی۔ اور جس کا حال میں پیشتر بیان کر چکی ہوں..."

مسکہ نے ہر چند کئی بار سٹوارٹ کو سوالات پوچھنے سے روکا تھا۔ مگر وہ نہ رہ سکا اور اب پھر قطع کلام کر کے کہنے لگا "اچھا بتاؤ اس پہلی ملاقات میں یا اس کے بعد کبھی تم کو فوہی کی صورت دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے؟"

"کبھی نہیں۔ ہاں اتنا جانتی ہوں کہ اس کی آنکھیں نہایت زرد اور تیز ہیں۔ مگر ان کے سوا مجھے اس کے چہرہ کا کوئی حصہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اگر وہ کبھی بے نقاب میرے سامنے آئے۔ تو میں یقیناً اس کو پہچاننے سے قاصر رہوں۔ گو اس کے ساتھ یہ ضرور ہے کہ وہ نفرت جو میرا دل اس کے لئے محسوس کرتا ہے۔ ضرور ظاہر ہو جائے ... مگر مجھے اپنی داستان جلد ختم کرنی چاہیئے۔ اگر آپ اسی طرح روکتے رہیں گے۔ تو میں کبھی پورا نہ کر سکونگی۔

"قاہرہ کی اس ملاقات کے بعد... اُف کیسے بیان کروں... خیر اس دن کے بعد میری زندگی ایک آزاد عورت کی طرح بسر ہوئی ہے۔ دنیا کا کون مقام ہے جہاں میں نہیں گئی؟ نیویارک لندن پیرس۔ پیٹرو گریڈ۔ ان سب میں مجھے فوہی کے زیر حکم جانا پڑا۔ اب میرے لئے بیش قیمت لباس اور عمدہ زیورات مہیا کئے جاتے تھے... یہ چیزیں اور وہ تعریف جس کے لئے مغرب کی عورتیں جان دیتی ہیں۔ مجھے ہر وقت حاصل رہی ہے۔ مگر ان کے باوجود میری زندگی بے حد تنہائی اور انتہائی علیحدگی میں بسر ہوئی ہے۔ حتےٰ کہ کسی راہبہ کی زندگی اس حالت میں بسر نہ ہوئی ہوگی...

"آہ۔ آپ کی آنکھیں پھر آپ کے دل کا حال کہہ رہی ہیں۔ غالباً آپ یہ پوچھنا چاہتے تھے۔ کہ میں نے کیوں یہ زندگی اختیار کی؟ کیا وجہ تھی میں لوگوں کو بھگا کر فوہی

کی گرفت میں لانے کا موجب بنی۔ کیونکہ یہی کام تھا جو یہ شخص مجھ سے لیتا رہا ہے۔ اور جب کبھی مجھ سے کوتاہی ہوئی۔ تب مجھے اس کے لئے سزا بھی دی گئی...“

سٹوارٹ خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔

پھر گلو گیر لہجہ میں بولا۔

”تم مانتی ہو کہ جان بوجھ کر لوگوں کی ہلاکت کا ذریعہ نہیں؟“

”آہ نہیں“۔ اس نے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ”میں قسم کھاتی ہوں۔ میں نے کبھی ایسا نہیں کیا...“

”پھر اس بیان کا مطلب کیا ہے؟“ سٹوارٹ نے حیرت سے دیکھا، پوچھا۔

”افسوس میں ان باتوں کو واضح نہیں کر سکتی۔ یہ وقت ایسا کرنے کا نہیں ہے مگر سچ جانو“۔ اس نے بہت نرم التجائی لہجہ میں کہا۔ ”سچ جانو۔ میں بے خطا ہوں۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا۔ میں نے یہ حالات بیان کرنے میں کن خطروں کا مقابلہ کیا ہے تو ضرور مجھ سے رحم کا سلوک کرتے... ہا! اگر کبھی اس کے دل میں شبہ پیدا ہو گیا“۔ اس نے زور سے کانپتے ہوئے کہا۔ ”تب مجھے ان خطروں کا سامنا ہوگا۔ جن کا خیال ہی رونگٹے کھڑے کرنے کو کافی ہے۔ شاید تم سمجھتے ہو۔ یہ جوان ہے۔ اس میں عہد شباب کی ساری دلچسپیاں موجود ہیں۔ دنیا اس کے لئے جنت کی طرح خوشگوار ہوگی۔ مگر آہ! تم نہیں جانتے اصل حقیقت کیا ہے۔ ظاہر بین نظریں جسے زندہ سمجھتی ہیں وہ دراصل ایک بے جان لاش ہے۔ میں شباب میں داخل ہونے سے پہلے ہی مر چکی ہوں۔ میری زندگی یکسر علی مرضی کے تابع ہو کر بسر ہوتی ہے۔ کبھی میں پیرس کے تھیٹر میں رقاصہ بنتی ہوں۔ کبھی لندن میں پھول والی کا بھیس اختیار کرتی ہوں۔ کہیں میرے لئے آپیرا ہاؤس ریزرو کیا جاتا ہے۔ کہیں اپنے ہاتھوں چند ٹوبازوں کی چلمیں بھرنی پڑتی ہیں۔ اس کے باوجود میں اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتی ہوں کہ اس تمام عرصہ میں کبھی

ایک مرتبہ بھی میں کسی کو ورغلا کر اس کی ہلاکت کا ذریعہ نہیں بنی۔ نہ کبھی میری چادر عصمت داغدار ہوئی ہے۔ خدا شاہد ہے کبھی اتنا بھی نہیں ہوا۔ کہ کسی مرد نے میری انگلیوں کے سروں کو چھوا ہو۔

"اب میری جہاں نوردی کا یہ عالم ہے۔ کہ آج اگر مانٹی کارلو میں ہوں۔ تو کل بوانا سبیر یرا اور پرسوں ٹوکیو میں ان سیاحتوں میں چپندر دلال ہر وقت میری حفاظت کے لئے ساتھ رہتا ہے۔ میری نگرانی اسی سختی سے کی جاتی ہے جس طرح مشرق کے حرم سراؤں میں عورتوں کی اپنے طریق پر وہ میرا مداح اور وفادار بھی ہے۔ مگر میں چونکہ اس کی سرشت سے واقف ہوں۔ اس لئے جب میرے سامنے آتا ہے تو ڈر کر ہٹ جاتی ہوں۔ وہ میری اس سیٹی کی آواز سن کر فوراً حاضر ہو جاتا ہے" یہ کہتے ہوئے اس نے چاندی کی ایک خوشنما زنبیل دکھائی۔"اس دن سے لے کر جب میں نے پہلی بار اس کو بردہ فروش محمد عبدالوالی کے مکان پر دیکھا تھا۔ وہ ہر وقت مجھ سے اتنا قریب رہا ہے۔ کہ جب چاہوں۔ سے سیٹی بجا کر حاضر کر سکتی ہوں۔ فقط آج ... آج ..."

اس کے خوشنما چہرہ پر سرخی پھیلنے لگی آنکھیں جھک گئیں۔ اور اسی حالت میں اس نے وہ سیٹی دوبارہ اپنی جیب میں رکھ لی۔ سٹوارٹ کا اپنا دل زور زور سے اچھل رہا تھا۔ مسکہ کی عجیب وغریب داستان کی نسبت وہ کچھ ہی رائے قائم کرتا۔ بہرحال شرم کی اس سرخی پر جو اس کے روئے دلآویز نے اختیار کی۔ ہرگز کسی تصنع کا گمان نہ ہو سکتا تھا۔

"اف یہ حجاب مجھے دیوانہ بنا دے گا" اس نے جوش سے دبے ہوئے لہجہ میں کہا۔"ان حالات کو بیان کرتے ہوئے تم نے بہت سی باتیں روک لی ہیں۔ جن سے میری پریشانی اور بڑھ گئی ہے۔ مشرق کی حرم سرائے میں رہتے ہوئے میں تمہاری بات قابل یقین ہے۔ مگر لندن۔ نیویارک۔ پیرس ایسے شہروں میں رہ کر۔۔ کیا بات ہے؟

تم اس مرد نقاب پوش سے اتنا ڈرتی ہو؟
مسکہ کی آنکھیں اب بھی فرش زمین کی طرف جھکی ہوئی تھیں۔
"میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔ مگر میرے لئے اس کے حکم سے انکار کرنا غیر ممکن ہے۔"
"وہ!... آخر وہ کون ہے؟"
"کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ کبھی کسی کو اس کی صورت دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا... تم ہنستے ہو۔ مگر میں خدا کو حاضر جان کر سچ کہتی ہوں۔ گھر کے اندر وہ چینی لباس پر سبز نقاب پہنے رہتا ہے۔ مگر سفر میں جو وہ ہمیشہ رات کے وقت کیا کرتا ہے۔ وہ جھونپے کی طرح ایک لمبی نقاب پہن لیتا ہے۔ جو کندھوں سے نیچے تک لٹکتی ہے۔ اور جس کے اندر فقط اس کی آنکھیں نظر آتی ہیں۔"
"مگر... کیونکر ممکن ہے کہ وہ اس طرح کے عجیب وغریب لباس میں سفر کرے اور کوئی اس کا مزاحم نہ ہو؟"
"خیر امر واقعہ یہ ہے کہ اس کے سفر میں کبھی کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ وہ گاڑی پر ریل اور موٹر میں۔ اور سمندر پر دخانی جہاز میں بڑی آسانی سے سفر کرتا ہے... مگر کیا بات ہے آپ کو اب تک میری باتوں پر یقین نہیں آیا؟" اس نے دفعتاً سٹوارٹ کے چہرہ کی طرف دیکھا جس کی رنگت اس وقت زرد تھی۔ "آپ کے لئے میں نے کئی موقعوں پر خطرہ کا سامنا کیا۔ مگر افسوس آپ کی بدگمانی رفع نہ ہوئی۔ جس رات وہ ہیمپسٹڈ کورٹ سے آپ کو ہلاک کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ تو میں ہی تھی جس نے آپ کو ٹیلیفون کے ذریعہ متنبہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر آپ کی طرف سے کچھ جواب نہ ملا۔..."
"ٹھیرو۔" سٹوارٹ نے جوش سے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "کیا اس رات نہیں

نے مجھکو ٹیلیفون پر بلایا تھا؟"

"ہاں۔ مگر آپ نے کچھ جواب نہ دیا؟"

"خیر مضائقہ نہیں" سٹوارٹ نے آہ بھر کر کہا "بہر حال تمہاری کوششوں سے میری جان بچ گئی۔" پھر اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا "آخر کیا سبب ہے کہ میری اتنی ہمدرد ہو کر بھی تم سارا حال بیان نہیں کرتی ہو؟ بتاؤ تو بچھو کس کا نام ہے؟"

وہ پرے ہٹ گئی۔

"بچھو" اس نے رکے ہوئے لہجہ میں جواب دیا۔ "آپس کے میل جول کا نشان ہے۔ دیکھو" یہ کہتے ہوئے اس نے کوٹ کی جیب سے ایک سنہری بچھو نکال کر دکھایا "میرے پاس بھی موجود ہے۔" پھر اسے دوبارہ جیب میں رکھتے ہوئے کہنے لگی "بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اور اتنا بھی صرف اس لئے بیان کیا ہے۔ کہ میں جانتی تھی پھر آپ سے ملنے کا اتفاق نہ ہوگا۔"

"کیوں؟"

"ایک فرانسیسی نے جو بڑا ہوشیار جاسوس معلوم ہوتا ہے۔ ہماری نسبت بہت سے حالات معلوم کر لئے تھے۔ ہمارے ایک آدمی کے تعاقب میں وہ فرانس سے انگلستان آیا۔ مگر اس آدمی نے اس کو ہلاک کر دیا۔ آہ میں خوب جانتی ہوں۔ ہماری جماعت کتنی خوفناک ہے۔ مگر۔۔ بے بس ہوں۔ بالکل بے بس ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے کبھی ایسے کاموں میں مدد بھی نہیں دی۔ جو حالات اس فرانسیسی کو معلوم ہوئے تھے۔ وہ انہیں لفافہ میں بند کر کے آپ کے پاس چھوڑ گیا تھا۔ اور گو میں نے اس لفافہ کو تلف کرنے کی کوشش کی۔ تاہم نہیں کہہ سکتی۔ اس میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے میں اس کے متعلق کچھ پوچھنا بھی نہیں چاہتی۔ کیونکہ اب مجھے ان باتوں کی پروا نہیں۔ میں آج ہی انگلستان سے رخصت ہوتی ہوں۔ الوداع!"

وہ کھڑی ہوگئی۔ سٹوارٹ بھی اٹھا۔ اور کچھ کہنا چاہتا تھا۔ کہ دفعتاً مسکہ کے چہرہ کی رنگت بدل گئی۔ اس سے خوف کا اظہار ہونے لگا۔ جلدی سے نقاب اوڑھ کر چلی اور اس سے بہت پہلے کہ سٹوارٹ اسے روکنے کی کوشش کرتا۔ باہر نکل گئی۔

حاضرین کی تیز متجسس نظروں نے دروازہ تک اس کا پیچھا کیا۔ اس کے بعد لوگ سٹوارٹ کی طرف دیکھنے لگے۔

سخت پریشانی کے عالم میں اس نے ہوٹل کا بل ادا کیا۔ اس کے بعد تیز چلتا ہوا دروازہ پر گیا۔ پھر بازار میں نکل کر دائیں بائیں ہر طرف دیکھا۔

مگر وہ اتنے ہی میں غائب ہو چکی تھی!

باب ۵۔

چندو لال کا عشق

رات کی سیاہی ایسٹ اینڈ کے تنگ و تاریک بازاروں پر قبل از وقت اپنا تسلط جما رہی تھی۔ کہ مسکہ اس کرایہ کی موٹر کو رخصت کر کے جس پر سوار ہو کر وکٹوریہ سٹیشن سے آئی تھی نہر کی طرف جانے والی ایک اندھیری گلی میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوئی۔ تھوڑی دیر میں وہ اس حد خاص سے گذر گئی جسے صاحب اسسٹنٹ کمشنر نیو سکاٹ لینڈ یارڈ کی میز پر رکھے ہوئے نقشہ لندن میں سرخ پنسلی نشان کے ذریعہ نمایاں کیا گیا تھا۔ اور جس کے اندر وہ علاقہ محدود تھا جس میں ایم گیسٹن میکس کی معلومات کے مطابق "بھجو" کا مسکن واقع تھا۔ اس خطہ سرخ میں داخل ہوتے ہی آٹھ آنکھیں مسکہ پر جم گئیں۔ کیونکہ لندن کی خفیہ پولیس کے چار منتخب جاسوس کھڑے ہوئے۔ اس کی ہر نقل و حرکت کو بغور دیکھ رہے تھے۔

آہ فنگ فو کے چنڈو خانہ سے تھوڑی دور ایک ادنے قسم کا مکان واقع

تھا۔ اس مکان کے دروازہ پر پہنچکر مسکہ نے دروازہ کو اندر کی طرف دھکیلا اور وہ کھل گیا۔ جاسوسوں کی نظروں کے سامنے۔ نگران کی موجودگی سے بے خبر وہ اس مکان کی تاریک ڈیوڑھی میں داخل ہوئی تو مسکہ کا دل زور سے دھک دھک کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ہوٹل سے رخصت ہوتے وقت اس نے شیشہ کے بند دروازوں میں سے ایک کے باہر چندو لال کو اندر کی طرف گھورتے ہوئے دیکھا!

جیسا بیان کیا گیا ہے۔ یہ مکان نہایت ادنےٰ قسم کا تھا۔ بظاہر غیر ممکن تھا۔ کہ وہ کچھیڑا اور اس کی جماعت کا مسکن ہوتا۔ اس حالت میں مسکہ کا اس میں داخل ہونا ایک ایسا معمہ تھا جسے لندنی جاسوسوں کا دماغ حل نہ کر سکا۔ مشرقی حسینہ کا روئے دلفریب ان کی نظروں کے سامنے ڈیوڑھی کے اندھیرے میں اس طرح غائب ہو گیا۔ جیسے چاند پردہ ابر میں چھپ جاتا ہے۔ انتظار شدید کے باوجود وہ پھر اس مکان سے نہ نکلی۔ اور ایسا کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ کیونکہ آہ فنگ فو کے مکان کے دائیں بائیں تین گھروں کے تہ خانے خفیہ دروازوں کی راہ سے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ اور یہ پوشیدہ رستے کچھ ایسی احتیاط کے ساتھ تیار کئے گئے تھے۔ کہ انسپکٹر کیلی کو بھی جسے چینی آبادی کے حالات سے پوری طرح واقف ہونے پر ناز تھا۔ ان زمین دوز رستوں کا حال معلوم نہ تھا۔

مسکہ کے اس بدنما اندھیرے مکان میں داخل ہونے کے آدھا گھنٹہ بعد آہ فنگ فو کے مرطوب تہ خانہ کا چور دروازہ کھلا۔ اور ایک سن رسیدہ عورت جس کے کپڑے پھٹے ہوئے۔ بال سپید۔ اور بدن میں خم تھا۔ پر لئے چوبی زینہ سے بآہستگی چڑھ کر اس کمرہ میں داخل ہوئی۔ جو آہ فنگ فو والے مکان میں چنڈو خانہ کے بائیں طرف دوکان کے عین نیچے واقع تھا۔ اس کمرہ میں کھڑکیاں ندارد تھیں۔ اور روشنی کا واحد ذریعہ ٹین کا بنا ہوا مٹی کے تیل کا وہ چراغ تھا۔ جو میلی دیوار کے ساتھ لگا ہوا تاریکی کو

رفع کرنے کی بجائے اسکو اور نمایاں کرتا تھا۔ فرش پر خشک گھاس، ردی کا غذ اور ریکھوں کے چوبی تختے بکھرے ہوئے تھے تھوڑی دور آگے ایک دروازہ تھا۔ جس کے کواڑ مضبوط لکڑی کے بنے ہوئے تھے۔ بوڑھی عورت اس دروازہ کو کنجی کی مدد سے کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ کسی نے اس کو اندر کی طرف سے دھکیلا اور کھل گیا۔

اس کے ساتھ ہی چندو لال نیچی دہلیز کی ٹکر سے بچنے کو سر جھکائے کمرہ میں داخل ہوا۔ اس نے یورپی وضع کا لباس پہنا ہوا اور سر پر سپید پگڑی تھی۔ مجموعی طور پر وہ کسی جہاز کا خاصی معلوم ہوتا تھا۔ مگر آنکھوں کی تیز چمک نے چہرہ میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی تھی۔ کمرہ میں آکر اس نے دروازہ پھیر دیا۔ عورت اسے دیکھ کر دو قدم ہٹ گئی۔ مگر چندو لال نے فوراً اپنا گندمی بازو پھیلا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اس کی طرف گھور کر دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں مریض تپ کی سرخی پائی جاتی تھی۔

"غالباً ہم سب کو یہاں سے رخصت ہونا پڑے گا۔" اس نے عورت سے کہا "پانچ چینی آج رات پی اینڈ او کمپنی کے جہاز پر روانہ ہو جائیں گے۔ علی خاں کل رخصت ہوگا۔ اور رام داس اور میگل دوسرے دن جہاز انڈیمان پر روانہ ہونگے میں سنگاپور میں ان سے ملوں گا۔۔ مگر تم بتاؤ تمہاری نسبت کیا فیصلہ کیا گیا ہے؟"

عورت نے لبوں پر انگلی رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اور ڈرتے ڈرتے اس کھلے دروازہ کی طرف دیکھا۔ جو اس کے پس پشت واقع تھا۔ مگر چندو لال نے دو قدم آگے بڑھ کر جوش کے دبے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"بولو۔ بولو۔ تمہاری نسبت کیا فیصلہ کیا گیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔" عورت نے بدستور سر جھکائے اس دروازہ کی طرف جانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ جدھر سے چندو لال داخل ہوا تھا۔

مگر چندو لال نے فوراً اسے روک دیا۔

"ٹھیرو"۔ اس نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ "میں ابھی نہ جانے دوں گا۔ مجھے آج تم سے بہت کچھ کہنا ہے۔"

"چپ! خاموش!" عورت نے منہ پھیر کر انگلی سے عقبی دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

چندو لال کے چہرہ پر حقارت کے آثار پیدا ہو گئے۔ "جا لینے بھی دو۔" اس نے پرجوش آواز سے کہا۔ "وہ لوگ چانڈو کے نشہ میں بہت پڑے جنت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ گرد و نواح کے حالات کے لئے تم انہیں اندھے۔ بہرے اور بے جان سمجھ سکتی ہو۔" اس نے آگے بڑھ کر عورت کی کلائی کو اور بھی زور سے پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا۔ "یہ لوگ فرضی تبسم اور خیالی راحت کے مزے لیتے ہیں۔ مگر چندو لال کے دل کو حقیقی راحت حاصل کئے بغیر اطمینان نہ ہوگا۔ وہ ان شکری لبوں کا بوسہ لینا چاہتا ہے جو ان کلیوں سے زیادہ خوشگوار ہیں جن پر بھنورے جمع ہوتے ہیں۔ وہ اس نوائے شیریں کا شیدا ہے جس کے آگے لحن داؤدی کوئی چیز نہیں . . ."

اس نے ایک ہاتھ سے بوڑھی عورت کے سپید بالوں کو پکڑ کر زور سے کھینچا اور سب بال جو بناوٹی تھے۔ اتر کر اس کے ہاتھ میں آ گئے۔ ان کے نیچے مسکہ کے خوشنما بال پریشان اور بکھرے ہوئے اور چراغ کی مدھم روشنی میں تانبے کی مانند چمکتے نظر آتے تھے۔ چندو لال کی اس حرکت کے ساتھ ہی مسکہ کا نمائشی ضعف نابود ہو گیا۔ حسن نے وہی پرشکوہ انداز اختیار کر لئے۔ آنکھوں میں وہی شباب کی چمک پیدا ہو گئی۔

"مسکہ" چندو لال نے تھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ "کیوں اس خوشنما جسم کو جو بید مجنوں کی شاخ کی مانند سیدھا اور لچکدار ہے۔ ٹیڑھا کرتی ہو؟ اس پرروح پرور حسن کو بڑھاپے کے ضعف میں چھپانے کی کوشش نہ کرو۔" اس کی آواز میں ایک عجیب طرح کا جوش پیدا ہو گیا تھا۔ "جب میں تمہاری خاطر دنیا کے ذلیل تر کاموں کے لئے تیار

ہوں جب مجھکو تمہارے لئے جان پر کھیل جانے سے دریغ نہیں ہے۔ تو کیوں ... ؟

ایک دبی ہوئی چیخ اس کمرہ سے سنائی دی۔ جو سکہ کے پس پشت واقع تھا۔ دونو اس آواز کو سن کر چونک گئے۔ مگر چندولال نے فوراً ضبط سے کام لے کر مسکراتے ہوئے کہا

"سکہ ڈرو نہیں۔ کسی بدمست چنڈو باز کی آواز تھی جسے نشہ میں دنیا و مافیہا کی خبر نہیں۔ ہم دونو یہاں بالکل تنہا ہیں۔ کیونکہ ان بدنصیبوں کی ہستی جو چنڈو کی لے منہ سے لگائے بیہوش پڑے ہیں۔ قبرستان میں دبے ہوئے مردوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی"

"مگر آہ فنگ نو تو دوکان میں ہوگا" سکہ نے دبی آواز سے کہا۔

"ہنسنے دو۔ اسے اپنے کاموں سے کب فرصت ہے ؟"

"اور ... وہ !"

سکہ نے کمرہ کی مشرقی دیوار کی طرف اشارہ کیا۔ چندولال کے ہاتھ اندازتشنج سے رک گئے تھے اور نگاہ بے اختیار اس طرف مڑی۔

دبے ہوئے جوش کے لہجہ میں بولا۔

"میں اسی کا ذکر کرنا چاہتا تھا" پھر اپنا منہ سکہ کے کان کے پاس لے جا کر اس نے "اس مکان کے نیچے دریائی گھاٹی میں موٹر کشتی تیار ہے۔ آج رات اس پر سوار ہو کر وہ دوسرے ملک میں چلا جائے گا۔ کل مجھے بھی یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ گویا تم اکیلی یہاں رہ جاؤ گی"

"مگر وہ بھی تو کل انگلستان سے رخصت ہوگا"

"اور تم ؟"

"میں اس کے ساتھ چلی جاؤنگی"

چندولال نے ڈرتے ڈرتے کھلے دروازہ کی طرف دیکھا۔

"نہ جاؤ" اس نے آگے بڑھ کر سکہ کو بازوؤں میں لینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "زندگی کی روشنی مجھ بدنصیب کو یاس کے اندھیرے میں چھوڑ کر اس کے ساتھ نہ جاؤ ..."

سکہ نے آہستگی سے اس کو پرے ہٹایا۔ پھر کہنے لگی۔

"چندو لال کیسی باتیں کہتے ہو؟ میں ان ترغیبوں کو نہیں سن سکتی۔۔۔"

"شاید ڈرتی ہو کہ وہ تمہیں ڈھونڈ کر ہلاک کر دیگا۔"

"ہلاک کر دیگا! مجھے؟" سکہ نے نفرت کے لہجہ میں کہا۔ "جو پہلے ہی مر چکا ہو۔ اسے اپنی ہلاکت کا کیا خوف ہو سکتا ہے؟ کیا میری زندگی اس کے اپنے ہاتھوں میں نہیں ہے؟ کیا تم خیال کر سکتے ہو۔ کہ اگر مجھے اپنی زیست پر اختیار رہتا۔ تو میں ایک دن۔ ایک گھنٹہ ایک لمحہ کو بھی اس کا آلہ کار بننا منظور کرتی؟"

چندو لال کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ اس نے پھر ایک بار مشرقی دیوار کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد سکہ کی طرف منہ پھیر لیا۔ بظاہر اس کے سینہ میں عجیب کشمکش جاری تھی یکایک مستقل ارادہ کر کے کہنے لگا۔

"اچھا سنو۔" مگر اس کی آواز بمشکل سنائی دیتی تھی۔ "اگر میں یہ بتا دوں کہ تمہاری زندگی تمہارے اختیار میں ہے۔ اگر میں وہ راز ظاہر کر دوں جو قاہرہ والے مکان میں مجھ کو معلوم ہوا تھا۔۔۔"

سکہ نظر حیرت سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب وحشیانہ چمک پیدا ہونے لگی۔

"اگر میں بتا دوں کہ تمہارے لیے موت کا نہیں زندگی کا میدان کھلا ہے۔ تو کیا میرے ساتھ چلنا منظور کرو گی؟ ہم دونو ہندوستان چلے جائیں گے۔ میرے پاس روپیہ بے شمار ہے۔ میں بہت مالدار ہوں۔ جتنا تم سمجھتی ہو۔ میں تم کو رانی بنا کر رکھوں گا۔ تمہارے پہننے کو اطلس و کمخواب اور ان سیمیں بازوؤں کو ڈھکنے کے لیے بیش بہا زیور ہوں گے۔ اس جنت نشان ملک میں رہ کر تم۔۔۔"

سکہ سہمی ہوئی دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"یہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو۔ بیکار ہے۔ جس راز کا تم ذکر کرتے ہو۔ وہ بھی کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ مجھ سے پہلے تمہاری اپنی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جب ہماری روانگی کی خبر اس کے کانوں تک پہنچی۔۔۔"

"آہ۔ تم نہیں سنتی ہو۔" چندو لال نے بڑھتے ہوئے جوش کے ساتھ کہا "تمہارے لیے مجھے کسی کی کچھ پرواہ نہیں۔ میں تمہارے لیے زندگی کا دروازہ کھول دوں گا۔ دنیا کی کوئی آرزو ایسی نہیں۔ جسے میں پورا نہیں کر سکتا۔ ہندوستان پہنچکر تمہاری زندگی عیش و آرام میں بسر ہو گی۔ ہماری روانگی کی خبر کبھی اس کے کانوں تک نہ پہنچے گی۔ کیونکہ وہ اس خبر کو سننے کے لیے زندہ نہ رہیگا۔"

مسکہ چونک گئی۔

"چندر لال۔ چندو لال ایسا نہ کہو۔" اس نے دردناک لہجہ میں تحریک کی "تم ہمیشہ میرے دوست رہے ہو اور میں نے یہ بات ذہن نشین کرنے کی کوشش کی ہے۔۔۔"

"تمہارے لیے میں آئندہ کسی کو ایذا نہ دینے کا عہد کرتا ہوں۔" ہندوستانی نے بڑھتے ہوئے جوش سے کہا "میری باقی زندگی تمہارے لیے سامان راحت فراہم کرنے میں بسر ہوگی میں تمہارے لیے زندہ رہوں گا۔ اور تمہاری پرستش کو داخل ثواب سمجھوں گا۔"

"افسوس میں مجبور ہوں۔۔۔ کچھ نہیں کر سکتی۔"

"مسکہ!" چندو لال کے لہجہ میں اب ایک عجیب درد تھا۔

"نہیں۔ نہیں" اس نے تھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا "میں ایسا نہیں کر سکتی۔ خدا کے لیے مجھے ترغیب نہ دو۔"

اس نے وہی سپید بالوں کی ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھ لی۔ اور سامنے دروازہ کی طرف چلی۔ چندو لال کی مٹھیاں جوش سے کسی ہوئی، اور آنکھیں شرار بار تھیں۔

"آہ!" اس نے بے تاب ہو کر کہا۔ "میں سمجھ گیا تمہارے انکار میں جو بھید ہے۔۔۔"

مسکہ رک کر پیچھے مڑی - اور اسکی طرف دیکھنے لگی۔

چندولال کا دبا ہوا جوش بڑا خوفناک تھا۔ کہنے لگا "تمہارے راز کی اصلیت کچھ کچھ میرے ذہن میں آنے لگی ہے - ایک رات" اس نے پھر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "ایک رات جب میں نے خطرہ کا اشارہ کیا - تو گو ڈاکٹر اپنے مکان پر آگیا تھا - مگر تم نہ آئیں - تم دیر تک اس کے پاس رہیں اور جب آئیں - تو تمہاری آنکھوں کا . . . "

"اوہ" مسکہ نے اس کی طرف پرخوف نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا -

"تمہاری آنکھوں کا انداز بالکل بدلا ہوا تھا - اس مکان میں جانے سے پہلے تمہاری یہ حالت نہ تھی - اور اس سے پہلے میں نے کبھی تم کو نظروں سے اوجھل ہی نہ ہونے دیا تھا - اس کے بعد دوبار مجھے شک تو ہوا ہے - مگر میں چونکہ اور کاموں میں مصروف تھا - اس لئے تصدیق کا موقعہ نہیں ملا - مگر آج رات" وہ اس کے چہرہ کو قہر آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا "آج رات میرا خیال ہے - تم پھر اس سے ملنے گئی تھیں . . . "

"اوہ - چندولال" مسکہ نے دردناک لہجہ میں کہا - اور دونو بازو اس کی طرف پھیلا دیئے "ایسا نہ کہو - خدا کے لئے ایسا نہ کہو -"

"میں سمجھ گیا - اب سارا بھید اچھی طرح کھل گیا" ہندوستانی نے اسی پرجوش لہجہ میں کہا "اس کے لئے تم ہر طرح کے خطروں کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو - مگر میرے لئے نہیں - اگر ڈاکٹر ٹھیک ہو کر میرے ساتھ چلو . . . "

"چندولال افسوس کیا مجھے دنیا میں کسی ایک دوست سے ملنے کی بھی اجازت نہیں ہے ؟ پہلی رات کو جس کا تم ذکر کرتے ہو - بے شک میں نے تمہاری آواز سنی تھی - مگر میں ابھی لفافہ جلانے میں مشغول تھی - کہ ڈاکٹر آگیا - میرے لئے سخت مشکل کا سامنا تھا بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی - تم جانتے ہو - اس دن کا واقعہ تم سے چھپا ہوا نہیں ہے"

"میں اسی قدر حال جانتا ہوں جتنا تم نے بیان کیا تھا - مگر تو ہی کو چونکہ تمہ

بات کا یقین نہ تھا۔ اس لئے ہم دونو یعنی میں اور وہ ڈاکٹر کے مکان پر گئے۔ مگر کامیاب نہ ہو سکے۔" چندو لال کے بازو اب ڈھیلے ہو کر لٹکنے لگے تھے "مسکہ" اس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اصلی راز کیا ہے؟ ممکن ہے۔" اس نے کسی قدر آگے جھک کر کہا "ممکن ہے ہم لوگ دام فریب میں پھنسے ہوئے ہوں۔"

"کیا کہتے ہو!"

"معلوم نہیں اس فرانسیسی کو کتنا حال معلوم تھا۔ جو باتیں اس نے لکھ کر ڈاکٹر کے پاس رکھی تھیں۔ نہ معلوم ان کا کس قدر حصہ پڑھا جا چکا ہے۔ آخر انتظار کرنے سے کیا فائدہ؟"

"سنو چندو لال" مسکہ نے پریشانی سے کہا "میرے خیال میں ضرور کوئی تجویز اس کے پیش نظر ہے۔ وہ آج تک کسی بات میں ناکام نہیں ہوا نہ غالباً آئندہ ہوگا۔"

اس کے لفظوں نے چندو لال کے جوش کو تیز کر دیا۔ اس کی آنکھیں چمکانے لگیں۔

"میں اس کی تجویز اچھی طرح جانتا ہوں۔" اس نے آواز دبا کر کہا "سنو جو میں کہتا ہوں تمہیں سننا ہوگا۔ اس نے بچپن سے اسی طرح تمہاری پرورش کی ہے۔ جیسے ان زہریلی مکڑیوں اور خوفناک بچھوؤں کی جو اس کے پاس ہیں۔ اس نے تمہیں ہر لحاظ سے مکمل بنایا۔ اور تمہارے لئے کام مخصوص کیا۔ پھر اس نے محسوس کیا۔ کہ تم ایک بیجان آلہ نہیں۔ ذی حیات عورت ہو۔ تمہارے سینہ میں عورت کا دل ہے۔ ساتھ ہی اس نے معلوم کیا۔ کہ وہ بھی مرد ہے۔ اور مرد کا جوش رکھتا ہے۔ زندہ خون اور مردانہ آرزوئیں اس کے سینہ میں بھی موجود ہیں۔ یاد رکھو۔ یہ سب باتیں اسے ڈاکٹر سٹوارٹ کی وجہ سے معلوم ہوئی ہیں۔۔۔"

اس نے پھر مسکہ کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔ مگر وہ پیچ کر پیچھے ہٹ گئی

"جانے دو۔" اس نے التجائی لہجہ میں کہا "جو تم کہتے ہو محض دیوانگی ہے۔"

"شاید ہو۔ مگر کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ میں مدت دراز تک اس عہد شباب کا منتظر رہا؟ جن آنکھوں نے پہلے تم کو ایک بن شگوفہ کی مانند دیکھا تھا۔ اب ایک تو شگفتہ کلی کو دیکھ رہی ہیں۔ آج رات جب میں یہاں ہوں۔ تم ہر طرح محفوظ ہو مگر کل جب یہاں سے چلا گیا۔ تو کون اس کا مزاحم ہوگا؟ کیا اس کی خاطر قصداً یہاں ٹھیرنا چاہتی ہو؟"

"چندولال تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ ناممکن ہے۔" اس نے پر خوف لہجہ میں کہا۔

"تو پھر کل جب میں چلا جاؤں گا۔ کون تمہاری حفاظت کرے گا؟"

اس نے مسکہ کو چھوڑ دیا۔ اور کوٹ کی اندرونی جیب سے ہندوستانی ساخت کا تیز خمدار چاقو نکالا۔ مجذوب دیوانوں کی طرح اس نے اس چاقو کو مشرقی دیوار کی طرف ہلایا۔ پھر دوبارہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔

مسکہ وحشت زدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ سب بے تاب ہو کر کہنے لگی۔ "چندولال خدا کے لئے مجھے نہ ڈراؤ۔ جاؤ اب چلے جاؤ۔ کل..."

"کل!" چندولال نے اس طرح دیکھتے ہوئے کہ آنکھوں میں وحشت کی چمک پائی جاتی تھی کہا۔ "کل میرے لئے کچھ چیز نہیں..."

"میں التجا کرتی ہوں۔ ایسا نہ ہو۔ وہ اس گفتگو کو سن لے۔ بس جاؤ۔ میں جانتی ہوں۔ تم میرے سچے محافظ ہو۔ اگر اس نے..."

"ہاں اگر اس نے؟..."

"پھر میں تم سے مدد مانگوں گی۔"

چندولال کی آواز بہت دبی ہوئی تھی۔ کہنے لگا۔

"اور بالفرض مجھے کامیابی ہو گئی؟"

مسکہ نے منہ پھیر لیا۔

"نہیں چندو لال ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں مجبور ہوں۔۔۔"

اور اس نے اپنا خوشنما چہرہ دونو ہاتھوں سے چھپا لیا۔

چندو لال ایک لمحہ چپ چاپ کھڑا دیکھتا رہا۔ اس کے بعد پہلے تہ خانہ کے دروازہ کی طرف مڑا۔ پھر مسکہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ دفعتاً اس کے سامنے دوزانو ہو کر اس نے اس کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اس کو آہستگی سے بوسہ دے کر کہنے لگا۔

"مسکہ میں ہر وقت تیرا غلام ہوں۔" اس کی آواز جوش سے تھرائی ہوئی تھی "میں تجھ سے رحم کے سوا کچھ نہیں مانگتا۔"

وہ اٹھا اور جدھر سے مسکہ آئی تھی۔ اس دروازہ سے گذر کر تہ خانہ میں اتر گیا۔ مسکہ کی آتش ریز آنکھوں میں آنسوؤں کے دو قطرے نمودار ہوئے۔ وہ تھوڑی دیر چپ چاپ سہمی ہوئی نظروں سے اس طرف دیکھتی رہی۔ پھر وہی مصنوعی بالوں کی ٹوپی اوڑھ کر چوبی زینہ کی راہ سے چنڈو خانہ میں داخل ہو گئی۔

باب ۔۶

نکٹا شیطان نمبر ۱

ڈاکٹر اسد ارث اپنے دفتر میں ایک مسل لئے بیٹھا تھا۔ چھ تختوں پر باریک حرفوں میں لکھے ہوئے مضمون کو بغور پڑھ کر اس نے سب ورق پن سے ٹانک دیئے پھر مسل کو تہ کر کے ایک لمبے لفافہ میں بند کیا۔ لفافہ ہاتھ میں لئے وہ مسکرا،

دواخانہ میں گیا، اور اس چینی سکہ کی مدد سے جو کاگ کے ساتھ جڑا ہوا تھا، سیاہ لاکھ کی مہریں لگادیں۔

آج رات وہ خفیہ پولیس کے ساتھ ایک خطرناک مہم پر جانے کا فیصلہ کر چکا تھا مشرقی زبانوں سے گیسٹن میکس کی واقفیت چونکہ محدود تھی۔ اور سٹوارٹ مشرق بعید میں اپنے قیام طویل کے باعث ان زبانوں کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس لئے میکس نے اس تجویز کو خوشی سے منظور کر لیا۔ کہ اس رات آہ فنگ فو کے مکان پر جاتے وقت وہ بھی ان کے ساتھ ہو۔ شام کو جو حالات ڈاکٹر سٹوارٹ نے سکہ کی زبانی معلوم کئے تھے۔ ان پر غور کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ پولیس کو اپنی مہم میں ضرور کامیابی ہوگی۔ وہ ان حالات کو ظاہر کرنے کی تو جرأت نہ کر سکتا تھا۔ بہرحال ان سے فائدہ اٹھانے کی خاطر اس نے مہم کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا۔

لفافہ پر مہریں لگانے کے کام سے فارغ ہو کر وہ اسے میز پر رکھنے ہی پایا تھا کہ ایک موٹر کے دروازہ پر کھڑے ہونے کی آواز سنائی دی جس کے تھوڑی دیر بعد مسز میکر یگر یہ پیغام لیکر حاضر ہوئی۔ کہ انسپکٹر ڈنبر آپ سے ملنے آئے ہیں۔ مگر ان کے ساتھ ایک آدمی اور بھی ہے۔ جس کے منہ پر جابجا پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ جن سے اس کا چہرہ بڑا خوفناک معلوم ہوتا ہے۔ اخیر میں کہنے لگی " غالباً کسی مریض کو لے کر آئے ہیں۔"

"تم ان کو یہیں بھیج دو۔" ڈاکٹر نے مختصر طور پر کہا۔ مگر وہ سخت حیران تھا کہ ڈنبر کس مریض کو ساتھ لے کر آیا ہوگا۔

اس کے چند منٹ بعد ڈنبر ایک بدنما ریشیائی آدمی کو ساتھ لئے جس کا چہرہ اس طرح ڈھکا ہوا تھا۔ کہ ایک آنکھ پٹیوں کے پیچھے نظر نہ آتی تھی۔ جبڑے پر لمبا زخم تھا جس سے اوپر کا ہونٹ کسی قدر اٹھا ہوا۔ اور ناک کی کونپھی دبی ہوئی تھی

داخل ہوا۔

سٹوارٹ اس عجیب مریض کو نظر حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ کہ ڈنبر کے منہ سے بے اختیار ہنسی نکل گئی۔

"ثابت ہو گیا۔ کہ بناوٹ ہر لحاظ سے مکمل ہے۔" اس نے کہا۔ "میرا خیال تھا بھیس بدلنے کا زمانہ گذر گیا۔ مگر ایم میکس ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہ خیال غلط تھا۔"

"میکس نے!" سٹوارٹ نے بڑھتی ہوئی حیرت کے ساتھ پوچھا۔

"جی ہاں خادم نے" ڈنبر کے عجیب الوضع ساتھی نے سنجیدگی سے کہا۔ "مگر آج رات میرا نام کیپٹن میکس نہیں۔ میں وہی نام سلیمان ہوں جس کی لاش میرے نام سے دفن ہو چکی ہے۔"

کیپٹن میکس عجیب لاپروائی سے اس بدنصیب کا ذکر کر رہا تھا جو اسی کے ہاتھوں ہلاک ہو کر غرق دریا ہو چکا تھا۔ اور جس کی لاش عرصہ دراز تک اس کے نام سے سرکاری مردہ خانہ میں رکھی رہی تھی۔ مگر سچ پوچھئے تو یہ قتل اپنی جان کی حفاظت کے لئے تھا۔ اگر میکس اس پر رحم کرتا تو نکٹا یقیناً اس کو ہلاک کر دیتا۔ ایسے احمقانہ خیالات کا آدمی کم از کم خفیہ پولیس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

"آپ کی بات حیرت خیز ہے۔" سٹوارٹ نے آخر کار کہا۔ "مگر کامیابی کی صورت یہی ہے کہ نجیو کو اپنے نکٹے مددگار کی موت کا حال معلوم نہ ہو۔ یعنی وہ اب تک یہی سمجھتا ہو کہ دریائے ٹیمز میں جو لاش ہینوڈ ہول سے برآمد ہوئی وہ کیپٹن میکس ہی کی تھی!"

"میرے بیدار مغز ہم جلیس نے" ایم میکس نے ڈنبر کے شانہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "نکٹے بھائی کی لاش دفن کر لی اور ان نشانات شناخت کو شائع کر دیا ہے جو اس کی لاش پہ پائے گئے تھے اور جن سے اس کا کیپٹن میکس ہونا ثابت ہوتا تھا

جس مصلحت سے کام لیا۔ اس سے کامیابی کی پوری امید ہے۔ چارلس ہیلٹ عرف گیسٹن میکس کے قتل کے بعد وہ آج تک چھپا ہوا تھا۔ مگر آج دوبارہ اپنے دوستوں سے ملتا ہے۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟"

سٹوارٹ کو جو حالات مسکہ کی زبانی معلوم ہوئے تھے۔ ان کی بنا پر وہ اچھی طرح سمجھتا تھا۔ کہ گیسٹن میکس کا استدلال غلط نہیں۔ ڈنبر اور میکس کی طرف باری باری تعریف کی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے وہ لفافہ جسے مہریں لگا کر میز پر رکھا تھا۔ اُٹھایا۔ اور کہنے لگا۔

"اس کے اندر ایک دستاویز بند ہے۔ میں نے حفاظت کے لئے مہریں لگا دی ہیں"
اس نے لفافہ پیش کیا۔ میکس اور ڈنبر تھوڑی دیر اس کو بغور دیکھتے رہے پھر آخرالذکر ہنسنے لگا۔

"کیا بند لفافوں کا سلسلہ ابھی ختم نہ ہوگا؟" اس نے کہا۔

"ایک نہایت اہم بیان اس لفافہ میں بند کیا گیا ہے۔" سٹوارٹ نے سنجیدگی سے کہا "جس کی نوعیت میں سردست ظاہر نہیں کر سکتا۔ آج رات چونکہ ہم ایک خطرناک مہم پر جا رہے ہیں۔ اس لیئے" ڈنبر کی طرف دیکھ کر "میں اسے آپ کے پاس امانت رکھتا ہوں۔

"اگر ہماری آج رات کی مہم ناکام رہی۔" اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "یعنی مجھے کوئی مہلک سانحہ پیش آیا۔ تو آپ کو اختیار ہوگا۔ کہ اس لفافہ کو کھول کر جو کچھ اس میں بند ہے۔ اُسے پڑھیں۔ اور اس پر عمل کریں۔ لیکن اگر میں بچ کر آ گیا۔ تو پھر یہ لفافہ بند کا بند میرے حوالہ کر دیجئے گا۔"

ایم میکس ننگی آنکھ سے سٹوارٹ کی طرف گھور کر دیکھنے لگا۔ پھر بولا "میں کسی حد تک آپ کا راز سمجھ گیا۔ اور یقین فرمایئے" اس نے اپنا ہاتھ ڈنبر کے شانہ سے ہٹا کر سٹوارٹ

کے شانہ پر ہزور رکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے آپ سے دلی ہمدردی ہے۔"

ڈاکٹر سٹوارٹ کسی مجرم کی طرح چونکا۔ مگر میکس نے گفتگو کا رخ قصداً بدل دیا۔ اور اب اس رات کی تجویزوں پر بحث ہونے لگی۔

"ایک بیگ میں جسے اب مسٹر ڈنبر موٹر میں چھوڑ آئے ہیں۔" اس نے کہنا شروع کیا...

ڈنبر اس وقت باہر چلا گیا۔ اور میکس نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"اس بیگ میں ویسے کپڑوں کا ایک سوٹ ہے جیسے آہ فنگ فو کے چنڈو خانہ کے سرپرست عموماً پہنا کرتے ہیں۔ وہ سوٹ آپ کو پہنایا جائے گا۔ اور یقین کیجئے میں ان کپڑوں کی مدد سے آپ کو ٹھیک ویسا بنا دوں گا جیسے وہ لوگ جو عموماً اس مکان میں جاتے ہیں یہ اس لئے ضروری تھا۔ کہ ہم میں سے ایک آدمی کا آہ فنگ فو کے مکان میں موجود رہنا لازم ہے۔ ورنہ عجب نہیں وہ لوگ کسی خفیہ راستہ سے فرار ہو جائیں۔ میرا اندازہ یہ کہتا ہے کہ اس جماعت کے لوگ اب رفتہ رفتہ رخصت ہوتے جا رہے ہیں۔ اور میگل کی آمد بھی محض رخصتی ہدایات حاصل کرنے کے سلسلہ میں ہے... یا ممکن ہے میگل نکٹے شیطان کے عدم پتہ ہونے کی خبر لے کر آیا ہو۔"

"فرض کیجئے۔ آپ کا اس شخص میگل سے سامنا ہو جائے؟"

"میرے دوست" فرانسیسی جاسوس نے لاپروائی سے کہا "میں ایسے اندیشوں کا قائل نہیں ہوں۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ پولیس کی تگ و دو سے زیادہ مجرموں کی اپنی بدکاریاں ان کی حراست اور تباہی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ میں نے یہ بھیس بھی محض ایک مصلحت سے بدلا ہے۔ ورنہ شاید اس کی بھی ضرورت نہ ہوتی۔ یوں تو آہ فنگ فو کے چنڈو خانہ میں ہر شخص کو آمد و رفت کی اجازت ہے۔ تاہم ممکن ہے۔ ان راتوں کو جب اس جماعت کے آدمی جمع ہوتے ہیں۔ عوام پر کچھ پابندیاں عاید کر دی جاتی ہوں۔ غالباً آپ میرا مطلب سمجھے ہوں گے؟ موجودہ حیثیت میں میں ہر طرح کی پابندیوں سے آزاد ہوں

سنہری بچھو میرے پاس ہے۔ اسے دکھا کر میں فوراً اندر جا سکتا ہوں۔"

سٹوارٹ اس فوق الفطرت شخص کی طرف حیرت و تعریف کی نظروں سے دیکھ رہا تھا جس کا زبردست استدلال مشکل سے مشکل معاملات میں آسانی سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکتا تھا۔

"اس نشان کی موجودگی" میکس نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ثابت کرتی ہے کہ اس جماعت کے آدمی ایک دوسرے سے ذاتی واقفیت نہیں رکھتے۔ گو اس کے ساتھ ہی ممکن ہے۔ آنے والے ممبروں کو آہ فنگ فو یا کوئی اور شخص پہچان کر داخل کرتا ہو بصورت آخر میرے لئے نکٹے شیطان کے بھیس میں داخل ہونا مشکل نہ ہوگا۔ رہا یہ سوال کہ میں نے پٹیاں کیوں باندھ رکھی ہیں۔ تو اس کی نسبت چارلس ہیڈٹ کے مقابلہ کا عذر موجود ہے۔ دیکھئے۔ میری صورت زخمی نکٹے سے ملتی ہے یا نہیں؟"

"اور میں؟"

"آپ کو میری سفارش پر داخل کیا جائے گا۔ غالباً میرا آپ کے ساتھ ہونا ہی کافی ہے۔ شاید مجھے فوراً اس جماعت کے سرگروہ کے سامنے جانا پڑے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ میگل یا قہوہ خانہ کا انجیرن مسلمان یا زبرۃ الخلا ہی "بچھو" ثابت ہو۔ اس بارہ میں سردست کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ لیکن اگر میرا اندازہ کچھ وقعت رکھتا ہے تو کہہ سکتا ہوں۔ کہ "بچھو" دراصل اس مرد نقاب پوش کا نام ہے جسے آپ نے دوبار دیکھا تھا۔ وہ ضرور کوئی مرد ہے۔ اور اس کے عادات و اطوار سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ چین کا رہنے والا ہے۔"

"فرض کرو وہ لوگ ہمیں اس کے روبرو لے گئے۔ پھر؟"

"اس صورت میں جیسا مناسب معلوم ہوگا۔ عمل کیا جائے گا۔ اگر ممکن ہو سکا

تو میں اسے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا نہیں تو وہ میری گولی کے نشانہ سے بہرحال نہ بچے گا۔ پولیس کی سیٹیاں ہمارے پاس ہوں گی۔ ان کے بجاتے ہی انسپکٹر ڈنبرادر کیبلی جو مکان کے باہر کھڑے ہوں گے۔ فوراً دھاوا بول دینگے۔ مگر نہیں آرزو یہ ہے۔ کہ یہ کام بھگدڑ میں نہ ہو سارا لطف آہستگی ہی میں ہے۔ ان لوگوں کا چنڈو خانہ میں جمع ہونا ثابت کرتا ہے کہ ہمیں ان کے متعلق وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ جو نیو یارک کے مسٹر کیو کی حالت میں برتا گیا تھا۔ اس نے بھی اپنا کمرہ ملاقات چنڈو خانہ کے پہلو میں رکھا ہوا تھا۔ اس کے ملاقاتی بھی ظاہر میں چنڈو پینے وہاں جاتے تھے چنڈو خانہ ایک طرح کا کمرہ انتظار تھا۔ جہاں اس کے ملاقاتی طلب کئے جانے تک پڑے رہتے تھے۔"

اس وقت انسپکٹر ڈنبر ایک بڑا سا چرمی بیگ ہاتھ میں لیکر آ گیا۔ معلوم ہوتا ہے میکس کا آخری فقرہ اس کے کانوں میں بھی پہنچ گیا تھا۔

"انسپکٹر ڈمیتھ نے جس مقدمہ کی تحقیقات کی تھی۔" اس نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔"اس کے حالات بھی بہت کچھ اس سے ملتے جلتے تھے۔" پھر ڈاکٹر سٹوارٹ سے مخاطب ہو کر "اگر آپ کو چنڈو خانہ میں انتظار کرنے کے لیے کہا گیا تو معلومات حاصل کرنے کا موقعہ خوب ہو گا۔ آپ اکثر زبانیں جانتے ہیں۔ اگر آپ نے توجہ سے کام لیا۔ تو حاضرین کی گفتگو سے بہت سی واقفیت حاصل ہو جائے گی۔ اس طرح کی واقفیت حاصل کرنا ضروری بھی بہت ہے۔ کیونکہ جب ہم نے ان لوگوں کو گرفتار کیا تو سوال یہ ہو گا کہ ان کے خلاف ثبوت کیا پیش کیا جائے ؟ کیونکہ آپ کی جان لینے کی جو کوشش شارع نیلمین کے ذریعہ کیگئی تھی۔ اس کے سوا اب تک ان کا کوئی جرم ثابت بھی تو نہیں ہوا۔"

"واقعی یہ معاملہ بہت مشکل اور پیچیدہ ہے۔" میکس نے تسلیم کیا۔"ادھر یہ بناوٹ

بھی سخت تکلیف دے رہی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے بڑی احتیاط سے ایک پٹی کو ٹھیک کیا۔

"ہم نے آہ فنگ فو کے مکان کا احتیاط سے محاصرہ کر لیا ہے" ڈنبر نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "جو لوگ اندر ہوں گے۔ وہ سب اسی سازشی جماعت کے رکن سمجھنے چاہئیں۔ سا وربی کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ سر شام ایک جوان عورت جس کا حلیہ میڈ موازل ڈوریاں سے ملتا ہے۔ اس کے پاس والے مکان میں داخل ہوئی تھی۔"

ڈاکٹر سٹوارٹ کو اپنا رنگ فق ہوتا محسوس ہوا۔ مگر اپنی گھبراہٹ چھپانے کو وہ جھک کر اس بیگ کی چیزیں دیکھنے لگا۔ جسے ڈنبر نے لا کر رکھا تھا۔

"دیکھ لیا۔ ہماری تیاریاں کس درجہ مکمل ہیں۔" گیسٹن میکس نے کہا۔ "مگر وقت گذرا جاتا ہے۔ اب ڈاکٹر سٹوارٹ کا لباس تبدیل کرنا چاہیئے۔"

باب ۔ ۷

چنڈو بازوں کی محفل

چند دن سے موسم گرم و خوشگوار تھا۔ مگر آج اس نے دفعتاً پلٹا کھایا۔ آمد شب کے ساتھ آندھی اور بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کی وجہ سے وہ گندے اور تنگ بازار جن میں سٹوارٹ اور گیسٹن میکس موٹر سے اُتر کر پیدل چل رہے تھے۔ خلاف معمول بھیانک اور ویران نظر آتے تھے۔ تیز ہوا سائیں سائیں کرتی چل رہی تھی۔ اور بارش کے قطرے دیواروں اور کھڑکیوں سے ٹکرا کر شور پیدا کرتے تھے۔ فاصلہ پر دریا میں کسی جہاز کے وسل کی آواز سنائی دیتی تھی۔

"ہم قریباً منزل پر پہنچ گئے ہیں" میکس نے کہا۔ "دیکھا۔ یہ لوگ کس احتیاط کے ساتھ چھپ کر رہتے ہیں۔ کیا مجال اب تک کسی کا سایہ نظر آیا ہو۔"

"نظر آجاتا تو اچھا تھا" سٹوارٹ نے بددلی سے جواب دیا۔

"مگر میں اسے کمال فن کے اعتبار سے معیوب سمجھتا ہوں۔ خیر اب بہت جلد ان کی زیارت کر سکیں گے۔ غالباً دروازہ کھٹکھٹانے کا کوئی خاص طریقہ نہ ہوگا۔"

وہ ایک اندھیری اور بظاہر غیر آباد دوکان کے سامنے ٹھہر گئے تھے۔ گیسٹن میکس نے آگے بڑھ کر زور سے دستک دی۔

خیال تھا دروازہ کھلوانے میں کچھ انتظار کرنا پڑے گا۔ مگر انہیں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ کہ دروازہ فوراً کھول دیا گیا۔ اور کسی نے اس طرح کے گھپ اندھیرے سے جو کسی غار کی تاریکی سے ملتا تھا۔ آواز دی۔

"جاؤ۔ اب دیر ہو گئی۔ دوکان کبھی کی بند ہو چکی ہے۔"

گیسٹن میکس اسی اندھیرے میں گھس گیا۔ اور سٹوارٹ بھی اس کے پیچھے پیچھے داخل ہوا۔

"آہ فنگ فو۔ دروازہ بند کر لو" گیسٹن میکس نے کرخت فرانسیسی لہجہ میں کہا۔ "ہم سمجھ کے آدمی ہیں۔"

اشارہ کارگر ہوا۔ نادیدہ چینی نے مزاحمت ترک کر کے دروازہ بند کر دیا۔ اندھیرے میں حرکت کی آواز سنائی دی۔ اور ایک دستی لالٹین نمودار ہوئی۔ جس کی مدھم روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ دوکان اندر سے بہت میلی اور فرش پر مختلف سامان بکھرا ہوا ہے لالٹین ایک بہت بڈھے چینی کے ہاتھ میں تھی۔ جس کے منہ پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں نیلے رنگ کا کوٹ اس کے گلے میں اور ایک گول ٹوپی سر پر تھی۔ مگر چہرہ لاش کی طرح زرد اور ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ جب وہ دستی لالٹین کی مدد سے نو وارد

ملاقاتیوں کے چہروں کو بغور دیکھ رہا تھا۔ تو میکس نے کوٹ کی جیب سے سنہری بچھو نکال کر پیش کیا۔

"اوہ!" بڈھے چینی نے اُسے دیکھ کر کہا۔ "معلوم ہوا فوہی کے آدمی ہو۔ مگر اور لوگ تو اس سے بہت پہلے آ گئے تھے۔"

میکس نے دبے ہاتھ سے ڈاکٹر سٹوارٹ کی بغل میں ٹھوکا دیا۔ اور وہ بگڑی ہوئی انگریزی میں کہنے لگا۔ "بھائی ہمارے لئے نشہ کا انتظام کر دو۔"

"بہت اچھا۔ بہت اچھا۔" آہ فنگ فو نے کہا۔ "فوہی سے ملنے تک ایک ایک سنے پی لو۔" اس نے لالٹین اٹھائی۔ اور دوکان کے عقبی دروازہ کی راہ سے ان کو اپنے ساتھ لے چلا۔ آگے ایک مختصر چوبی زینہ تھا۔ اس سے اُتر کر یہ لوگ چنڈو خانہ میں پہنچ گئے۔

"جگہ پہلے ہی بھری ہوئی ہے۔ ذرا گنجائش نہیں۔" بڈھے چینی نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا۔

کمرہ کی چھت نشیب اور اس کے شہتیر مغرب سے مشرق کی طرف جھکے ہوئے تھے پچھلی طرف دیوار کا وسطی حصہ چٹائیوں سے ڈھکا ہوا اور دائیں جانب وہ دروازہ تھا جس کی راہ سے گاہک دوکان میں آتے تھے۔ بائیں طرف چنڈو بازوں کی نشستیں تھیں کچھ اور نشستیں جنوبی دیوار کے ساتھ بھی نظر آئیں جن کے وسط میں ایک مضبوط دروازہ تھا۔ مگر اس کے آگے لکڑی کے خالی بکس چنے ہوئے تھے۔ اور کچھ متفرق سامان بھی پڑا تھا۔

کچھ چنڈو باز شمالی دیوار کے ساتھ لگے ہوئے بھی نظر آئے جن کے پاس ایک چھوٹا سا چوبی زینہ اس دروازہ کی طرف جانے کے لئے لگا ہوا تھا۔ جو دیوار میں قدرے اونچائی پر واقع تھا۔ کچھ اور چٹائیاں فرش زمین پر ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ سرخ

شیڈ کا ایک لمپ چھت سے لٹک رہا تھا۔ اور اس کی دھندلی روشنی میں یہ جگہ سخت گندی اور ناپاک نظر آتی تھی۔ زینہ کے قریب ایک مٹی کے تیل کا چراغ چوبی بکس پر رکھا ہوا جل رہا تھا۔ پاس ہی ٹوٹی ہوئی بید کی کرسی پڑی تھی۔ چنڈو پینے کے پائپ ٹین کے ڈبے اور ایک تاش کی گڈی اس بکس پر رکھی ہوئی تھی۔

بظاہر چنڈو پینے کی سب نشستیں پُر تھیں۔ اکثر لوگ بے حرکت پڑے تھے مگر ایک دو اب بھی زور زور سے کش لگا رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا ابھی ان بیچاروں نے نزوان کا درجہ حاصل نہیں کیا۔

یہ سب باتیں کپتان میکس نے جس کی قوت مشاہدہ تیز تھی۔ ایک ہی نظر میں دیکھ لیں۔ اتنے میں آہ ذنگ فو لالٹین لے کر مختصر جوبی زینہ سے اترا۔ اور کمرہ سے گذر کر دو چٹائیاں اور تکیے خالی بکسوں کے پاس رکھنے لگا۔ سٹوارٹ اور کپتان میکس اب تک دروازہ کے پاس کھڑے تھے۔

جب بڈھا چینی اپنے کام میں مصروف تھا تو میکس نے آواز دبا کر سٹوارٹ سے کہا۔ "دیکھا اس نے مجھے پہچانا نہیں۔ فقط میرے دکھلائے ہوئے نشان کو کافی سمجھا۔ میرا یہ خیال صحیح تھا۔ کہ اس گھر میں رفع شک کے لئے عام آدمیوں کو بھی آنے کی اجازت ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے آہ ذنگ فو کی چنڈو کی تجارت خوب چلی ہوئی ہے دکھاوے کی خاطر ایک دو کش ہم کو بھی لگانے پڑیں گے۔ ۔ ۔"

اس وقت تک سٹوارٹ نے دبے ہوئے لہجہ میں کہا۔ "کہ فوہی سے شرف ملاقات حاصل ہو۔"

"آپ سمجھ گئے بچھو کا ہی نام فوہی ہے۔"

"جی سمجھ گیا۔" سٹوارٹ نے جواب دیا۔ کیونکہ اس سے پہلے جو حالات وہ مسکہ کی زبانی سن چکا تھا۔ ان کی بنا پر بھی اس کو معلوم تھا۔ کہ بچھو اور فوہی ایک ہی آدمی

کے عالم ہیں۔" مگر اُف! یہ جگہ کتنی گندی اور ناپاک ہے۔ میرا تو اس دھوئیں سے دم گھٹا جاتا ہے۔ ذرا ان بے جان زرد چہروں کی طرف دیکھنا کس طرح مردوں کے مانند پڑے ہیں۔ یہی گمان ہوتا ہے مردہ خانہ میں لاشیں رکھی ہوئی ہیں۔"

"چپ! آہستہ۔ ایسی اونچی آواز میں گفتگو نہ کرو۔ کیا عجب ان میں بعض لوگ بچھو کی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں۔ کم از کم آہ فنگ فو کی باتوں سے یہی معلوم ہوتا تھا۔"

اس وقت بڈھا چینی دو تکیے آراستہ کر کے واپس آگیا۔ اور ہاتھ کے اشارہ سے ان کو بلانے لگا۔

"دیکھو کیسی اچھی جگہ تیار کی ہے"۔ اس نے تکیے دکھاتے ہوئے کہا۔

"مہربانی"۔ ڈاکٹر سٹوارٹ نے مختصر طور پر کہا۔

دونوں ان ناپاک چٹائیوں پر لیٹ گئے۔

"تم چونکہ خاص آدمی ہو۔ اس لئے میں نے خاص جگہ تیار کی ہے"۔ آہ فنگ فو نے خوش ہو کر کہا۔

وہ کمرہ کے مختلف حصوں کا دورہ کرنے لگا۔ چلتے چلتے ایک بیہوش چینی کے پاس ٹھیرا جس کا داہنا ہاتھ جھک کر زمین سے لگا ہوا تھا۔ اور چنڈو کی نے گرا چاہتی تھی۔ آہ فنگ فو اس پائپ کو لیکر اس لیمپ کے پاس گیا جس پر ٹین کا چراغ جل رہا تھا۔ اور اطمینان سے اس میں مصالحہ بھرنے لگا۔

"معلوم ہوتا ہے۔ خالی پائپ کافی نہیں ہے"۔ سٹوارٹ نے دبی آواز سے کہا "اُف! بدبو سے میرا دماغ پھٹا جاتا ہے۔"

آہ فنگ فو نے پائپ بھر کر علیحدہ رکھ دیا۔ پھر ایک اور جو شاید اس کے ذخیرہ میں آخری تھا۔ نکال کر اس کو بھرا۔ دونو کو سلگا کر وہ ان چٹائیوں کے پاس گیا

جہاں سٹوارٹ اور میکس بیٹھے ہوئے تھے۔

"دیکھ لو میں کس پھرتی سے خدمت کرتا ہوں" یہ کہتے ہوئے آہ فنگ نے پیشانی اور سینہ کو چھو کر سلام کیا۔

"بڑے میاں تمہاری ہوشیاری کے کیا کہنے ہیں!" میکس نے جواب دیا اور کہنی کے بل لیٹ کر چنڈو کی نے ہاتھ میں لے لی۔ گو اس بات کا خیال رکھا کہ اس کا دہانہ منہ سے نہ لگنے پائے۔

آہ فنگ پھر اسی ٹوٹی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا جس سے اٹھ کر اس نے ان دونو کو دروازہ کھولا تھا۔

بدمست چنڈو بازوں کے منہ سے نکلی ہوئی بے معنی آوازیں رات کے خوفناک سناٹے کو قطع کرتی ہوئی سنائی دیتی تھیں۔ آہ فنگ کرسی پر بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا۔ تہ خانوں میں آب دریا کے لپلپانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک دو بار چوہوں کے دوڑنے کی آواز اس طرح سنائی دی۔ گویا اس گندے مکان میں ان کی لاتعداد فوج اتری ہوئی ہے۔

"کیا پانی کے ٹکرانے کی آواز سنی؟" سٹوارٹ نے آواز دبا کر میکس سے کہا۔ "میرے خیال میں یہ جگہ دریا کے اوپر بنی ہوئی ہے۔ اور دریا کا پانی تہ خانوں کے اندر آجاتا ہے۔"

"گویا یہ لوگ اگر چاہیں تو کسی بدنصیب کا بڑی آسانی سے قصہ پاک کر سکتے ہیں ... آہ یہ کیا آواز تھی؟"

باہر کے دروازہ پر زور کی دستک سنائی دی۔ آہ فنگ جو اونگھ کے مزے لے رہا تھا۔ چونک کر اٹھا۔ اور زینہ طے کر کے دروازہ کھولنے گیا۔ باہر کا دروازہ کھلا۔ اور آواز آئی۔

"جاؤ دوکان بند ہوگئی۔ اب کل آنا۔"

جواب میں باہر سے کسی نے کرخت لہجہ میں کہا۔ "نہیں رہنے دو۔ میں تیری دکان سے دو کش چنڈو کے سوا اور کیا لینا چاہتا ہوں؟ کیا بھول گئے؟ بل میں میرا نام ہے۔"

"بل میرے دوست بل" بڈھے چینی نے نرم ہو کر کہا۔ "تم جب آتے شراب سے بدمست ہو کر آتے ہو۔"

ایک سرخ ریش گٹھیلے بدن کا موٹا تازہ آدمی جو کسی جہاز کا فائرمین معلوم ہوتا تھا۔ بھاری بوٹ اور اس طرح کا نیلا کوٹ پہنے جیسا سٹوارٹ کے گلے میں تھا۔ سر پہ پیچھی ٹوپی لئے اور گلے میں مفلر باندھے لڑکھڑاتا ہوا چوبی زینہ کے سرے پہ نمودار ہوا۔

"پھر کہا۔ بدمست!" اس نے پیچھے منہ پھیر کر بڈھے چینی سے جو چند قدم کے فاصلے سے آرہا تھا۔ کہا۔ "آدمی بدمست جب ہوتا ہے کہ اسکو شراب ملے۔ اور یہاں رنگت بدلے ہوئے آتش جو کے سوا کچھ ملتا نہیں۔ ارے پہ کہاں ہو؟ کیا مر گئے؟"

آہ تنگ خواں کے پیچھے نمودار ہوا۔

"جب سے دیکھی باتیں بہکی کبھی ہوش میں نہ دیکھا" چینی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کس کی بہکی باتیں!" نووارد نے لڑکھڑاتے ہوئے پاؤں سے اترنے کی کوشش کرکے کہا۔ "بابا ہم جیسے ہٹے کٹے ملاح کا رنگے ہوئے پانی سے بدمست ہونا کیا ممکن ہے؟ لاؤ ایک چلم کا انتظام کرو۔ اس وقت طبیعت بدمزہ ہو رہی ہے۔"

آہ تنگ نیچے اتر آیا۔ اور بولا۔ "ادھر آؤ۔ اس طرف کی جگہ آج بھری

بل ہن نے بڈھے چینی کی پیٹھ پر زور سے ہاتھ مارا اور ہنس کر کہنے لگا۔

"لاؤ۔ اب جلدی کرو۔ یہ وقت باتیں بنانے کا نہیں ہے۔"

وہ اسی طرح جھومتا ہوا آگے بڑھا۔ اور قریب تھا۔ کہ سٹوارٹ کی ٹانگوں سے اٹک کر گر جاتا۔ مگر بمشکل سنبھلا۔ اور آخر ایک کونے میں دھم سے بیٹھ گیا۔

"سچ کہنا ہکن۔ میں کتنا پرانا خریدار ہوں۔" اس نے آہ فنگ فو سے کہا۔ "مجھ سے دیرینہ گاہک شاید کوئی اور ہوگا۔"

"سچ ہے۔" بڈھے چینی نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "اور تمہاری وجہ سے کئی بار پولیس سے بھی سابقہ پڑا ہے۔"

"میری وجہ سے! شرابی ملاح نے غصہ میں بھر کر کہا۔ "ارے پولیس سے تو تمہارا آئے دن کا جھگڑا چلا جاتا ہے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں۔ جب تک وہ لوگ تمہیں پھانسی پر نہ لٹکائیں گے یہ قصہ یونہی چلا جائے گا۔"

آہ فنگ فو شانوں کو حرکت دے کر چپ ہو گیا۔ اس کے بعد پھر ایک بار نے کی تلاش میں ہاسٹ پینڈو بانڈل کا دورہ کرنے لگا۔ تھوڑی تلاش سے ایک خالی نے مل گئی۔ وہ اسے لے کر وہیں پہنچا۔ جہاں ہن کا چراغ جل رہا تھا۔ وہ اس میں چنڈو بھرتے ہوئے کچھ بڑبڑاتا گیا۔

ادھر ل ہن کونے میں بیٹھا ہوا نشہ میں ہنکارے بھر رہا تھا۔

"تو پہلے کے حالات سننا نہیں چاہتا۔ پاجی کہیں کا۔ کیا وہ سن فرانسسکو والا معاملہ بھول گیا ہے تب کتنی مشکل پیش آئی تھی۔ وہ وقت یاد کر۔ جب تو مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کرتا تھا۔ اور میں نے ایسا سمجھا گیا کہ . . کہ . . ."

"بس جانے دو۔ اپنی تعریف میں بہت کے پل نہ باندھو۔" بڈھے چینی نے چلم کھینچتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"جھوٹ! ارے کیا جھوٹ!" ملاح نے جوش سے گرجتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ تیرا باوا میں ہی تو تھا جس نے اس واقعہ کو بندرگاہ کے ہر جہاز میں مشہور کیا تھا۔ ہا۔ تم نہیں جانتے ایک فائرمین کے کیا اختیارات ہوتے ہیں۔ میں جب کام پہ ہوتا ہوں۔ تو کپتان کو بھی کچھ چیز نہیں سمجھتا۔ ہا! ہا! ہا! تیری اور تیرے کپتان کی ایسی تیسی۔"

"آپ خدا کے لئے چپ رہو۔ اوروں کا آرام حرام نہ کرو۔" چینی نے جو پائپ بھر چکا تھا۔ کہا۔ "جب آتے ہو۔ اسی طرح شور مچاتے ہوئے آتے ہو۔"

"بس چپ رہ! چوہا کہیں کا۔" بل نے غراتے ہوئے کہا۔ "تب تو تو نے میری جیبوں سے تنبا کو تک کو اڑا لیا تھا۔ تیرا بس چلے تو آدمی کی بے استرے حجامت کر دے۔ لا چلم بھری گئی یا نہیں؟

دفعتاً کیبن میکس کے بائیں طرف ایک ہلکی چیخ سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ کسی نے کہا۔

"ارے رے رے! اس نے تو مجھے کاٹ کھایا!"

"چکن! چکن" بل نے آواز سن کر کہا۔ "تو آج اپنے گاہکوں کو کیا دے رہا ہے؟ کس نے کاٹ کھایا؟ کیا چنڈو کے بدلے بچھو تقسیم کر رہا ہے؟"

آہ فونگ نے چپکے سے چنڈو کی سلگی ہوئی نے اس کے ہاتھ میں دیدی اور بولا۔

"بس ایک ہی ملیگی۔ زیادہ کا موقعہ نہیں۔"

بل نے پائپ کے شوق سے منہ کو لگایا۔ آہ فونگ پھر اسی کرسی پہ جا بیٹھا اور دوکان میں سرحد خاموشی چھا گئی۔ فقط تہ خانوں میں پانی کے لپاپانے یا بدمست چنڈو بازوں کے بڑبڑانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔

"کوئی اس دکان کا پرانا گاہک معلوم ہوتا ہے۔" میکس نے دبی آواز میں سٹوارٹ سے کہا۔

اس وقت پھر وہی اگلی آواز سنائی دی "ہائے رے اس نے تو مجھے کاٹ کھایا"
اب کی بار آواز پہلے سے بہت مدھم تھی۔
"بچن کیا سنتے ہو؟" بل نے چندو کے کش لگاتے ہوئے پوچھا۔ "کون کمبخت بار بار بڑاتا ہے۔ ٹوٹی ہوئی کرسی ہو۔ تو اس کے سر پر دے مارو۔"
سٹوارٹ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ کہ کیپٹن میکس نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ اور آواز رکھا "چپ! حرکت کئے بغیر زینہ کی طرف دیکھو۔"
سٹوارٹ نے آنکھیں پھیریں۔ چوبی زینے کے بالائی سرے پر ایک آدمی کھڑا تھا۔
"چندو لال ہے" میکس نے اسی طرح دبی آواز سے کہا "خدا جانے اب کیا ہونے والا ہے۔"
چندو لال آہستگی سے اترا۔ آہ ننگ فو بدستور اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا۔ چندو لال پاؤں چلتا اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اور دھیمی پرجوش آواز سے کہنے لگا۔
"سنتے ہو! آج غیروں کو کیوں آنے دیا؟"
آہ ننگ فو نے میز پر رکھی ہوئی تاش کی گڈی اٹھالی۔ اور اس کے پتے درست کرتے ہوئے کہنے لگا۔
"آخر مجھے اپنی روزی کی بھی تو فکر کرنی پڑتی ہے۔ تو ہی میرے لئے کھانا مہیا نہیں کرتا۔ علاوہ یہ آدمی اس نے بل بین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ابھی آنکھیں بند کر کے سو جائیگا"
"آہ ننگ فو تم کو ہمیشہ محتاط رہنا چاہئے۔" چندو لال نے کہا۔ پھر آواز دبا کر کہنے لگا۔ کیا بھول گئے پچھلے ہفتہ کیا ہوا تھا؟"
"نہیں تو"
"کوئی آدمی چندو پینے کے بہانہ یہاں آجائے۔ تو ہم کیسے معلوم کر سکتے ہیں وہ پولیس کا آدمی ہے یا نہیں؟"

آہ فنگ فو نے بے چینی سے حرکت کی پھر بولا۔

"یہ آنکھیں پولیس کے آدمیوں کو فوراً پہچان لیتی ہیں جن کے بعد ایسوں کا صرف ایک ٹھکانا ہوتا ہے۔"

"یہ سچ ہے۔ اس آدمی کو ہلاک کر کے دریا میں پھینک دیا گیا تھا۔ لیکن فرض کرو جو باتیں وہ لکھ کر چھوڑ گیا۔ وہ کسی طرح پولیس کے ہاتھ تک پہنچ جائیں؟ فرض کرو۔ اس نے لکھ دیا ہو کہ ہماری جماعت کے لوگ یہاں ملتے ہیں... پھر؟"

"تب تو بیشک مصیبت ہوگی۔"

"تم کہتے ہو فوہی میرے لئے کھانا مہیا نہیں کرتا۔ مگر شاید تم بھول گئے کہ فوہی نے آج تک تم کو پھانسی سے بچایا ہوا ہے۔"

آہ فنگ فو نے شانوں کو حرکت دی اور کہا۔

"یک پوزی" (بہت اچھا)

چندولال نے انگلی سے اشارہ کیا اور بولا۔

"دیکھو۔ پوری طرح خبردار رہنا۔"

"میں ہمیشہ محتاط رہتا ہوں۔"

"کچھ ہو۔ بدھ کے دن چینی لوگوں کو ہرگز مت آنے دیا کرو..."

"بہت اچھا۔ آئندہ اس کا خیال رکھوں گا۔"

"کیونکہ تمہاری زندگی کا دارومدار اسی احتیاط پر ہے۔" چندولال نے موثر لہجہ میں کہا۔ "بتاؤ اس وقت ہمارے آدمی کتنے ہیں؟"

آہ فنگ فو نے جواب تاش کے پتے ہلانے میں مصروف تھا۔ اب انہیں رکھ انگلی سے تین آدمیوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور سب سے آخر گیسٹن سیکس کی طرف۔

"[illegible]"

اس نے پاس جا کر ایک ایک آدمی کو غور سے دیکھا۔ اور آہستگی سے ان کے نام لیتا گیا۔ جب میکس کے پاس پہنچا۔ تو پہلے دیر تک اس کی طرف گھورتا رہا۔ پھر اس کی ایک ننگی آنکھ سے آنکھیں ملا کر کچھ اشارہ کیا۔

میکس نے اس کے اشارہ کی نقل کی۔ اور چندو لال ہٹ کر بڈھے چینی کے پاس چلا گیا۔ پھر لیبن کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

"تم نے اس بدمست سور کو داخل کرنے میں بڑی غلطی کی۔ اب انتظار کرنا پڑے گا۔ لیکن خبردار کسی اور کو مت آنے دینا۔"

وہ آہستگی سے زینہ پر چڑھا۔ اور اوپر کا دروازہ کھول کر چلا گیا۔

باب ۔ ۴

معرکہ

آہ ننگ فو کے چنڈو خانہ میں اب کامل خاموشی تھی۔ وہ خود اسی کرسی پر بیٹھا تاش کے پتوں کو الٹ پلٹ کیے جاتا تھا۔

میکس نے سٹوارٹ کا ہاتھ دبایا۔ اور کہا۔ "بظاہر وہ مجھے کٹا شیطان ہی سمجھتا ہے مگر میرا خیال ہے اسے میری آمد پر حیرت ضرور ہوئی تھی۔ خیر معلوم ہو گیا۔ میرے سوا اس جماعت کے تین آدمی اور اس جگہ موجود ہیں۔ کیا دیکھا۔ اس نے کس کس طرف اشارہ کیا تھا؟"

ایک چنڈو باز نے غفلت میں گانا شروع کیا۔

چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں

[illegible]

بے وقت نغمہ کتنا عجیب اور بھیانک معلوم ہوتا تھا۔

"کوئی نشے میں بڑبڑا رہا ہے۔" سٹوارٹ نے آہستگی سے سمجھایا۔ "ایک ہندوستانی راگ ہے جس کا مصرعہ شاید اسے یاد رہ گیا۔"

"اُف۔ کیسی بھیانک جگہ ہے!" میکس نے دبی آواز سے کہا۔ "سنا چوہے کس طرح دوڑ پھر رہے ہیں۔ خدا معلوم ہم چاروں کو کس ترتیب کے ساتھ بچھو کے روبرو پیش کیا جائے گا۔ کیا عجب چاروں کو اکٹھا اس کے پاس جانا پڑے۔"

"یا ممکن ہے وہ خود یہاں آ جائے۔"

"یہ اور اچھا ہو گا۔"

اتنے میں اس کونے سے جہاں بل بین بیٹھا ہوا تھا۔ آواز آئی۔

"بچن ادبچن ایک چلم اور بھرنا۔"

آہ فنگ فو تاش کی گڈی ہاتھ سے رکھ کر اندازکس سے اٹھا۔ اور فائربین کی ڈھیلی انگلیوں سے پائپ لے کر اس کو دوبارہ بھرا۔ میکس اور سٹوارٹ برابر چھپی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے رہے حتے کہ ان کاموں سے فارغ ہو کر پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

"ہمیں پورا احتیاط رہنا چاہیئے۔" سٹوارٹ نے کہا۔ "نہ معلوم کون لوگ ان میں اصلی چنڈو باز ہیں۔ اور کون نہیں۔"

اتنے میں ایک اور آدمی نے رک رک کر گانا شروع کیا۔

چونگ ... لیاؤ ... چو سے

ادم ... مانی پدمی ... اوم

"بودھوں کا منتر ہے۔" سٹوارٹ نے کہا۔ "چنڈو کے نشہ میں کوئی چینی گا رہا ہے مگر اُف! اس کمرہ کا ناپاک دھواں میرا گلا گھونٹ دے گا۔"

ایک بار پھر وہی الفاظ زیادہ لمبے وقفوں کے ساتھ سنائی دیئے ہے کے بعد

آواز بڑی آہستگی سے مدھم ہو گئی۔ آہ فنگ فوان باتوں سے لاپروا کرسی پر بیٹھا تاش کے پتے ملا تا رہا۔

یکایک بل مین کا پائپ بھی ہاتھ سے گر پڑا۔ اور اس نے گلوگیر آواز سے گانا شروع کیا۔

آیم... اولڈ... بل... مین

آئی...

مگر دریا میں کسی جہاز کے بھاری مدھم وسل نے باقی الفاظ دبا دیئے۔

"کیسا بھیانک سماں ہے۔" میکس نے کہا "خدا کرے کوئی واقعہ جلد پیش آئے...

اش ش چپ!"

آہ فنگ فو نے آہستگی سے چاروں طرف دیکھا۔ پھر کھڑے ہو کر ٹین کا چراغ ہاتھ میں لیا اور اس کی روشنی میں باری باری سب چنڈبازوں کو دیکھنے لگا۔ میکس پوری توجہ سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ کہ شاید اس ذریعے سے معلوم ہو جائے۔ بچھو کے آدمی کہاں کہاں پڑے ہیں مگر اس کوشش میں مایوسی ہوئی۔ اور وں سے فارغ ہو کر بڈھا چینی اس مقام کی طرف آیا جہاں سٹوارٹ اور میکس لیٹے ہوئے تھے۔ وہ اپنے منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ مگر الفاظ سمجھ میں نہ آتے تھے۔

چراغ کو اسی جگہ رکھ کر اس نے ہلکی سیٹی بجائی۔

"دیکھنا!" میکس نے سٹوارٹ سے آواز دبا کر کہا۔ "زینہ کی طرف دیکھنا۔"

سٹوارٹ نے چھپی نظروں سے چوبی زینہ پر نظر ڈالی۔

اوپر کے تختہ پر ایک خم کمر عجوزہ کھڑی ہوئی کمرہ کے چاروں طرف غور سے دیکھ رہی تھی۔ ہر چند کہن سال تھی۔ مگر جوانوں کی پھرتی سے اتری اور آہ فنگ فو کے پیچھے کھڑے ہو کر چپکے اس کی پیٹھ پر تھپکی دی۔ پھر انگلی سے باہر کے دروازہ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ جھپٹ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور چوبی زینہ پر چڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

"ٹھیرو میں دیکھتا ہوں۔" اس نے بڑھیا سے مخاطب ہو کر کہا۔
اس کے بعد دروازہ پھیر کر چلا گیا۔
"ضرور کوئی واقعہ پیش آنے والا ہے۔" میکس نے کہا۔
فاصلہ پر گھنٹہ بجنے کی آواز سنائی دی۔
"آہ!"
بوڑھی عورت نے دیوار پر لٹکی ہوئی چٹائی کے پاس جا کر اسے تھوڑا سر کایا۔ پھر اس کے اندر غائب ہو گئی۔
"دیکھا!" سٹوارٹ نے دبی ہوئی پُرجوش آواز سے کہا۔
"معلوم ہوتا ہے اس کے اندر تیجھو کا مسکن ہے۔"
باہر آ کر وہ کمرہ کے اس مقام پر گئی جہاں ایک چینی دیوار کے ساتھ لیٹا ہوا تھا اس نے اسے چھوا تو جھٹ اٹھ کر ساتھ ہو لیا۔ دونو چٹائی کے پیچھے غائب ہو گئے۔
"اگر آپ کو بلایا گیا تو کیا کرنا ہو گا؟" سٹوارٹ نے میکس سے پوچھا۔
"میں اس پردہ کے پاس جاتے ہی چٹائی اکھاڑ کر پھینک دوں گا۔ اور جو آدمی اندر بیٹھا ہے۔ اس کے سامنے پستول جما کر کھڑا ہو جاؤں گا۔" ادھر آپ نے ...
چپ چپ!"
بوڑھی عورت پھر آئی۔ اور چاروں طرف بغور دیکھنے لگی۔ پھر پردہ کو ذرا سا اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔ وہی چینی باہر نکلا۔ اور اس نے داہنے ہاتھ سے سر جھکاتی اور لبوں کو چھو کر عورت کو سلام کیا۔ اس کے بعد زینہ کی راہ سے باہر چلا گیا۔
دروازہ کے پیچھے سے دبی ہوئی آواز سنائی دی۔
"فوہی!"
"فوہی" اس کے جواب میں آہ فنگ فو نے کہا۔

دروازہ جو بازار کی طرف واقع تھا پہلے کھلا پھر بند ہوا۔ بوڑھی عورت نے زینہ پر بیٹھ کر اندرونی دروازہ کے پٹ پھیر دیئے۔ پھر چٹائی کے پردہ کے پاس کھڑی ہو گئی۔

ہر طرف سنسانی اور سناٹا۔ دریا میں جوار آنے سے بہتے ہوئے پانی کی آواز پر شور سنائی دیتی تھی۔

"پہلی مچھلی۔ ڈنبر کے جال میں۔" ہیکس نے کہا۔

گھنٹہ بجنے کی آواز پھر آئی۔

بوڑھی عورت نے ایک اور نشست کے پاس جا کر ایک گندمی رنگ چنڈو باز کو جگایا۔ اور اسے اپنے ساتھ اندرونی کمرہ میں لے گئی۔

ان کے جانے پر ہیکس نے سٹوارٹ سے کہا "میرے ان پردوں کو ہٹاتے ہی زور سے وسل کرنا۔ اور زینہ پر چڑھ کر دروازہ کھول دینا۔۔۔"

دونو اس گفتگو میں اتنے منہمک تھے کہ وہ ہلکی چٹک جو ان کے پیچھے ہوئی کسی کے کانوں تک نہیں پہنچی۔ آواز اس بھاری دروازہ کے کھلنے کی تھی۔ جو ان کے پس پشت تہ خانوں کی طرف کھلتا تھا۔ بڑی آہستگی سے ایک ایک انچ کر کے دروازہ کھلا۔ اور آہ فنگ فو کا منڈا ہوا سر جس پر بہت لمبی چوٹی لپیٹی ہوئی تھی۔ نمودار ہوا۔

ہیکس اس جاسوسی سے بے خبر برابر سٹوارٹ سے باتیں کئے جاتا تھا۔

"بڈھے چیلی نے مزاحمت کی تو اس سے نپٹ لینا۔ پھر جتنا جلد ممکن ہو پولیس کو داخل کرنا۔۔۔ ارر ر۔۔۔ یہ کیا!"

کمرہ کے تاریک حصہ سے ایک بدمست ہندوستانی خلاصی کی آواز آئی۔

مال و زر۔۔۔ مفلسوں کے۔۔۔ پاس کہاں

جیل کے گھونس۔۔۔ لے میں۔۔۔ پاس کہاں

"وہی ہندوستانی گا رہا ہے۔" سٹوارٹ نے کہا۔ "بکنے دو۔"

آہ فنگ فو کا تربوز نما سر غائب ہو گیا۔ ایک لمحہ بعد وہی پردہ کھلا اور بوڑھی عورت گندم رنگ مشرقی کو ساتھ لئے باہر نکلی۔ اس نے بھی رخصتی سلام کیا۔ اور دروازہ کھول کر چلا گیا۔

ڈیوڑھی سے مدھم آواز سنائی دی "فوہی"

کوئی خاص جواب نہیں ملا۔ مگر گفتگو کی دبی ہوئی آواز آئی۔ دفعتاً وہ آدمی ڈیوڑھی سے واپس ہوا۔ اور بوڑھی عورت سے اتنی ہلکی آواز میں کہ میکس اور سٹوارٹ بھی اس کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ کچھ کہا۔

"آہ!" میکس نے گھبرا کر کہا۔ "اس واپسی کا کیا مطلب ہوگا؟"

"کیا دوڑ کر پردہ ہٹا دیں؟" سٹوارٹ نے پوچھا۔

"نہیں" میکس نے اس کا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے کہا "ٹھہرو صبر کرو۔ پھر باہر جاتا ہے۔ شاید کچھ بھول گیا تھا۔ چلو دوسری مچھلی بھی ڈنبر کے جال میں۔"

گندم رنگ مشرقی زینہ پر چڑھ کر دروازہ سے گذرا۔ بوڑھی عورت نے پھر دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بعد چٹائی کا پردہ ہٹا کر اندر چلی گئی۔

"میرا خیال صحیح نکلا" میکس نے کہا۔

مگر اپنی زندگی میں پہلی بار اس کا خیال غلط تھا!

بوڑھی عورت پھر نکلی اور کمرہ سے گذر کر بائیں طرف والے بند ڈوبانوں کے پاس گئی سایہ میں لپیٹے ہوئے کسی آدمی سے تھوڑی دیر کھسر پھسر باتیں ہوئیں۔ مگر اس مرتبہ خلاف معمول وہ شخص اس کے ساتھ اندرونی کمرہ میں نہیں گیا۔

سٹوارٹ اور میکس منتظر جاسے دیکھتے رہے۔

آہ فنگ فو کا گھٹا ہوا سر پھر ان کے پیچھے دروازہ میں نمودار ہوا۔ مگر یہ دونوں بے خبر تھے۔

"اب وقت ہے!" میکس نے یکایک کہا "میں جب پردہ کی طرف جاؤں تو دوڑ کر زینہ پر چڑھ جانا۔ اور دروازہ کھول کے سیٹی بجانا۔ آواز سنتے ہی ڈیڑھ آدمیوں سمیت آ جائے گا۔"

آہ فنگ فو چپ چاپ دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔

"پستول ہاتھ میں رکھنا۔" میکس نے تاکید کی "اور اٹھنے سے پہلے وسل دانتوں میں دبا لینا۔"

آہ فنگ فو نے چٹخنی کھول لی اور دو قدم آگے بڑھا۔ اب اس کا سر کسی بہت لمبی بیل سے جڑے ہوئے کدو سے مشابہ نظر آتا تھا۔

"میں چلا!" میکس نے یکایک کہا۔

دونوں ایک ساتھ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور میکس سیدھا پردہ کی طرف دوڑا۔ پاس جا کر اس نے اسے پکڑا اور زور سے جھنجوڑ کر کھینچ ڈالا۔ پس پشت وسل کی لمبی تیز آواز آئی۔ پھر تھم گئی۔

"آہ! یہ کیا؟" میکس نے گھبرا کر کہا۔ ایک عجیب طرح کا کلدار دروازہ۔ جو ظاہر میں پختہ دیوار کا حصہ معلوم ہوتا تھا۔ آہستگی اور مضبوطی کے ساتھ اس جوڑ سے شگاف میں حائل ہونے لگا۔ جس کے باہر لگا ہوا چٹائی کا پردہ اس نے آتے ہی نوچ ڈالا تھا۔ عمل نہایت مختصر تھا۔ مگر اس عرصۂ قلیل میں ہی اس نے دیکھا کہ کمرہ بہت چھوٹا اور بیش قیمت سامان سے آراستہ ہے۔ چاروں طرف چینی ریشم کے پردے جن پر اژدہوں کی تصویریں تھیں ٹنگے ہوئے ایک طرف جہاں مسند پر بیش بہا قالین بچھے ہوئے تھے۔ کئی گاؤ تکیے لگے ہوئے اور وسط میں چھوٹی میز اور اس کے پاس ایک تخت نما کرسی۔ ایک مرد نقاب پوش اس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا!

وہ اتنا ہی دیکھ پایا تھا کہ دروازہ بند ہو گیا۔ اب اس کے سامنے ٹھوس خشتی دیوار اور اس کے طاقچہ میں ایک زرد رنگ کا چھوٹا سا بت تھا۔ لب کھلے آنکھیں برابر

چہرہ پر آثار اطمینان لئے ہوئے۔

ایک لمحہ تک کیپٹن میکس تصویر حیرت بنا ہوا اس عجیب ایجاد کو دیکھتا رہا۔ اس کے بعد چونکا۔

پس پشت ہلکی مدھم چیخیں اور اس قسم کی آوازیں جو دم بند ہونے کے وقت پیدا ہوتی ہیں۔ سنائی دیتی تھیں۔

باہر گلی سے ڈاکٹر سٹوارٹ کی ناتمام سیٹی کے جواب میں افسران پولیس کے تیز وسل سنائی دے رہے تھے۔ مگر مکان کے اندر سے کچھ جواب نہ ملتا تھا۔

بات یہ تھی کہ ڈاکٹر سٹوارٹ کے اُٹھتے ہی آہ فنگ فو نے جو اسکی لاعلمی میں پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ آگے جھک کر چپکے سے اس کا پاؤں پکڑ لیا۔ سٹوارٹ نے دوڑنے کی کوشش کی تو منہ کے بل گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی سیٹی کی آواز بند ہو گئی۔

سٹوارٹ کے گرتے ہی عیار چینی نے اس پر نا نوٹیک کر لمبی چوٹی اس کی گردن میں پھندے کی طرح کسنی شروع کر دی۔ سٹوارٹ نے اس مہلک گرفت سے بچنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود۔

میکس نے بھرا ہوا پستول اٹھایا۔ اس کے ساتھ ہی ہیگل نے جو پیرس سے شریک اجلاس ہونے کو آیا ہوا تھا۔ ریت کا بھرا ہوا تھیلا اس پر زور سے دے مارا۔ چوٹ سخت تھی۔ اس کے لگتے ہی فرانسیسی جاسوس کٹے ہوئے درخت کی مانند فرش زمین پر گر پڑا۔

باہر دکان میں شیشہ ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔

بڑھی عورت ان واقعات کو دیکھتی صورت تصویر چپ چاپ کھڑی تھی۔ اب دوڑ کر آہ فنگ فو کے پاس گئی۔

"کیا اسے مار دوگے؟ جان ہی سے مار دو گے؟" اس نے لہجۂ اضطراب میں پوچھا

اسطرف سادر بی سطرف۔ کھڑکی کی راہ سے ؟ ڈینر کی آواز سنائی دی میکس ہیکس!"
پولیس سے دس کی لمبی آواز۔ کئی شخصوں کی گفتگو کی مدھم آوازیں۔ آنے والوں کے پاؤں کی بھاری چاپ۔ سب باتیں ثابت کرتی تھیں کہ پولیس کے جوان مدد کے لئے آرہے ہیں۔

آہ فنگ فو جواب تک سٹوارٹ پر جھکا ہوا تھا۔ اٹھا۔ آخر الذکر کی جدوجہد کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ بڈھے چینی نے لمبی چوٹی دوبارہ سر سے لپیٹ کر ٹوپی اوڑھ لی اور سرسری انداز سے اس عورت کی طرف دیکھا جس کی گھورتی ہوئی آنکھوں سے وحشت برستی تھی۔ پھر اس کے جواب میں کہنے لگا۔

"چی چی چوں زی ٹی فان فو۔" (ہاں۔ ہاں یہ مالک کا حکم ہے)
چنڈو خانہ کے کثیف کرہ ہوائی کو چیرتی ہوئی ڈینر کی آواز آرہی تھی۔
"کچھ پروا نہیں۔ توڑ دو۔ توڑ دو۔"
عورت نے لمبی آہ کھینچی اور سٹوارٹ کے بے حرکت جسم پر گر پڑی۔

پے در پے چوبی سامان کے ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس کے بعد کلہاڑی کا سر دروازہ کے پھٹے ہوئے تختوں میں نمودار ہوا۔ آہ فنگ فو نے عورت کو کھینچ کر ساتھ لے جانے کی کوشش کی۔ مگر وہ سٹوارٹ کے ساتھ چمٹی ہوئی اور بے حرکت تھی۔ اس وقت بیگل فرانسیسی کمرہ کے ایک اور حصہ سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور مرد عورت دونوں کو بازوؤں میں لیکر اس دروازہ میں گھس گیا۔ جو تہ خانہ کی طرف جاتا تھا۔

چوبی زینہ کے سرے پر بنا ہوا دروازہ کلہاڑے کی چوٹوں سے ٹوٹ کر گرا۔ اور اس کے ساتھ ملبہ گرانے سے چوبی زینہ بھی ٹوٹ گیا۔ ڈینر پستول ہاتھ میں لئے بلندی سے کودا پھر اس کے بعد انسپکٹر کیلی اور دریائی پولیس کے چار آدمی جن میں سے ایک کے ہاتھ میں ہریکین لالٹین تھی۔ اترے۔ مگر آہ فنگ فو اتنے ہی میں بیگل کے پیچھے

رخصت ہوتے ہی انسپکٹر بھاری دروازہ کو اندر سے بند کر چکا تھا۔

ادھر انسپکٹر کیلی نے ایک طرف دوڑتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔ چاروں آدمی لالٹین کو فرش زمین پر رکھ کر اس کے پیچھے ہو لئے۔

ڈنبر انداز حیرت سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اس وقت ساور بی حیا اور جو اوز کے ساتھ داخل ہوا۔ دفعتاً ڈنبر کی نظر اس مقام پر جا پڑی۔ جہاں گیسپٹن ٹیکس فرش زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔

"اف خداوندا" اس نے چلا کر کہا۔ "شاید ظالموں نے اس کو ہلاک کر دیا۔"

وہ دوڑ کر پاس گیا۔ نبض دیکھی۔ پھر دل پر کان رکھ کر سننے لگا۔

انسپکٹر کیلی نے دروازہ کے پاس جا کر اسے بند دیکھا تو اپنے بھاری جسم کی ٹکر سے کھول لیا۔ پھر سپاہیوں کو آواز دی۔

"چلے آؤ.... مگر کوئی آدمی لالٹین لیتا آئے۔"

چوتھے آدمی نے لالٹین لے لی۔ اور پانچوں قطار باندھ کر اندر گھس گئے۔

فاصلہ سے کیلی کی مدھم آواز سنائی دیتی تھی۔

"اس طرف ہو کر.... شیشے سے بچو اور لالٹین آگے لاؤ...."

ساور بی اس دروازہ کو کھولنے کی جدوجہد کر رہا تھا۔ جدھر میگل اور آہ ننگ گئے تھے۔ اور ڈنبر ٹیکس نے سر کو کسی چیز کا سہارا دے کر وحشت خیز نظر دل کے چاروں طرف دیکھتا تھا۔ لب بند۔ آنکھیں پتھرائی ہوئی اور دونوں ہاتھ شانہ پر۔ جس سے کہ تب سے بدستور چنڈو باز ان واقعات سے بے خبر غفلت کی نیند سوتے تھے۔ کسی کو کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔

دفعتاً ایک آواز ٹوٹے ہوئے لفظوں میں پھر گانے لگی۔

ہاں وزیر.... افسوس ہے.... پاس کہاں

چیل کے ... گھونسلے ہیں ... ماس کہاں

پولیس کے آدمی ایک ایک کر کے سب چنڈو بازوں کو دیکھتے جاتے بعض انگڑائی یا کروٹ لیتے اور پھر سو جاتے۔

ڈنبر وحشت آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھتا اور جوش سے مٹھیاں کستا تھا۔

"سمجھ میں نہیں آتا۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کہاں ہے ... اور بچہ کہاں گیا؟"

یکایک اس کی نظر اس دیوار پر پڑی جو گیٹ ہاؤس کے سامنے اندر کی کمرہ کے دروازہ میں حائل ہوتی تھی۔ ٹھوس خشتی دیوار جس کے طاقچہ میں زرد دیوتا کی مورت سبز آنکھوں سے ڈنبر کی طرف دیکھتی۔ اور شرارت سے مسکرا رہی تھی۔

بھرا ہوا پستول ہاتھ میں لئے ڈنبر بے بسی کے عالم میں اس پراسرار مورت کو تیز آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

Author does not need your appreciation

جلد سوم ختم ہوئی

I understand that Mr T. Ram Las translated the English novels in Urdu in such a way that there are very few translators who can translate so beautifully in a simple but sweet language.

A. Stewart
E.A.C.

جلد چہارم

نیش عقرب

باب - ۱

طبقہ عالیہ

جب سٹوارٹ کی آنکھ کھلی تو دیکھا ایک عجیب کمرہ میں جس کا سامان مشرقی نفاست اور مغربی تمول کا دلکش اشتراک رکھتا تھا۔ نشیب صوفے پر لیٹا ہوا ہے۔ کمرہ کی ہر چیز نئی اور غیر معمولی تھی۔ وہ بہت دیر تک حیرت آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھتا رہا پھر اس شک کو رفع کرنے کے لئے کہ جو کچھ نظر آتا ہے محض ایک خواب پریشاں کی خیالی حیثیت نہیں رکھتا۔ دو تین بار منہ پر ہاتھ پھیر کر آنکھوں کو ملا۔ مگر نظارہ فرضی نہیں واقعی تھا۔ اسے اپنے گلے میں شدت کی تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ اور گردن کو ہاتھ لگانے سے معلوم ہوا وہ بھی سوجی ہوئی ہے۔ پھر جب اس کی نظر پاؤں کی طرف گئی تو دیکھا کسی نے ان کو لوہے کی بیڑیاں ڈال کر چھوٹی زنجیر کی رو سے فرش زمین میں گڑے ہوئے آہنی حلقہ سے کس دیا ہے۔ اسی لئے ٹخنوں کے مقام پر مدھی میں پیدا ہو رہی تھی۔

گدے دار صوفے پر چیتوں کی کھالیں بچھی ہوئی تھیں۔ کمرہ کے ہر حصہ کو بیش

دیکھنے کے بعد وہ اٹھا مگر سیدھا بیٹھنے سے سر میں زور کا چکر آنے لگا۔ اس کمزوری کو اس نے بڑی دقت سے دبایا۔ اور بیٹھ کر اس کمرہ کے عجیب و غریب سامان کو حیرت آمیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

جیسا بیان کیا گیا ہے۔ سامان آرائش بیش قیمت اور نفیس تھا۔ اور کمرے کے دروازوں پر جالی کے دوہرے کوارٹر لگے ہوئے تھے چھت سے ٹنگے ہوئے چینی قمقموں کی روشنی اثر و حرکت پیدا کرتی تھی۔ اور فرشی قالین پر جابجا ریشمی گاؤ تکیے پڑے تھے۔ دیواروں پر بیش بہا غالیچے۔ خوشنما چوبی الماریاں اور مشرقی ساخت کے اونچے صندوق نما خانے ہر طرف بکثرت تھے۔ اور ان کے اندر بہت سی بڑی اور عجیب قسم کی مجلد کتابیں۔ علمی تجربات کا سامان اور متفرق عجائبات رکھے ہوئے تھے۔

ایک سرے پر مغربی ساخت کا گہرا آتشدان تھا جس پر خوشرنگ ٹائلیں لگی ہوئی تھیں۔ اور اندر عجیب وضع کی کیمیائی انگیٹھی شور پیدا کرتی ہوئی جل رہی تھی۔ چھوٹی تپائیوں اور استادوں پر گلدان رکھے ہوئے تھے جن کے اندر کئی طرح کے پھول کھلے ہوئے نظر آتے تھے۔

ایک شیشہ کی الماری میں کانچ کے مرتبانوں کے اندر سپرٹ ڈال کر مردہ چھپکلیاں۔ سانپ اور بچھو اور جانور رکھے ہوئے تھے۔ اور پاس ہی بعض چھوٹے چھوٹے حیوانوں کے ڈھانچے بھی موجود تھے۔ دیوار کے ساتھ ایک انسانی پنجر رکھا ہوا تھا۔ اور کمرہ کے وسط میں چھوٹی مسند پر عجیب و غریب چینی ساخت کی تخت نما کرسی جس پر چتر شاہی کی مانند ایک سائبان تھا رکھی ہوئی تھی پیتل کا بنا ہوا چھوٹا سا گھنٹہ کرسی کے ایک طرف لٹکا ہوا اور پاس والی میز پر کچھ پرانی کتابیں اور سائنس کے آلات رکھے تھے۔ میز سے پرے ایک تپائی پر کسی دھات۔ غالباً پلاٹینم کا بنا ہوا برتن رکھا تھا۔ اور متفرق کتابیں اس کے آس پاس فرش زمین پر بکھری ہوئی تھیں۔ چاندی کے دیپک میں کوئی خوشبو ... جلتی

سلگ رہی تھی جس کے دھوئیں کی پتلی لکیر چھت کی طرف اُٹھتی نظر آتی تھی۔
دروازہ کھلا اور ایک مرد نقاب پوش داخل ہوا۔ سٹوارٹ نے اسے دیکھتے ہی جوش سے مٹھیاں کس لیں اسکا سانس تیز تیز چلنے لگا۔
نو وارد نے سیاہی مائل کپڑے کا ایک برقعہ سر سے پاؤں تک لمبا پہنا ہوا تھا اور اس کے اندر فقط آنکھوں کے مقام پہ دو سوراخ تھے جن کے پیچھے تیز شعلہ بار آنکھیں بشکل کسی انسان کی آنکھوں سے مشابہ نہایت تیز چمک رہی تھیں۔ رنگت زرد۔ چمک شیر کی آنکھوں سے ملتی ہوئی اور استقلال کی طاقت اژدہے کی آنکھوں سے مشابہ تھی۔ ان کی تیز مجسم نظر آدمی کے جسم کو بہاتی ہوئی روح تک پہنچتی تھی۔ اور ان کے اثر جادو کا بہت دیر مقابلہ کرنا غیر ممکن تھا۔
اس لباس اور ان آنکھوں کو دیکھ کر سٹوارٹ سمجھ گیا کہ نو وارد فو ہی کے سوا کوئی اور نہ ہوگا۔
اس نے کمرہ میں داخل ہو کر دروازہ احتیاط سے بند کیا۔ پھر انداز و رفتار سے چلتا میز کے پاس کھڑا ہو گیا۔ سٹوارٹ کی مٹھیاں جوش تشنج سے کس گئیں۔ ان خوفناک آنکھوں کی ناقابل برداشت نظر نے سینہ میں نفرت و خوف کا وہ احساس پیدا کر دیا۔ جو اس نے کبھی کسی انسان کی طرف سے محسوس نہ کیا تھا۔ وہ احساس جو سانپ یا بچھو کے قرب سے پیدا ہوتا ہے۔
فو ہی میز کے پاس بیٹھ گیا۔
جلتی ہوئی انگیٹھی کی آواز کے سوا کمرہ میں ہر طرف خاموشی تھی۔ باہر کی دنیا کی کوئی آواز کمرہ کے سکوت عظیم میں حائل نہ ہوتی تھی۔ سٹوارٹ کے پاس چونکہ اس بات کا اندازہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ کہ میں کتنی مدت بے ہوش رہا۔ اس سے یہ بھی علوم نہ تھا کہ آج فنگ فو کے چنڈو خانہ کے واقعات کب پیش آئے۔ کیا صرف چند گھنٹے

بیشتر یا ان کو ظہور میں آئے دنوں اور ہفتوں گذر چکے تھے ۔

فوہی نے میز کے پاس سے ٹسٹ ٹیوب لی ۔ اس میں کسی بے رنگ سیال کے چند قطرے تھے جن کا اس نے لیمپ کی روشنی میں غور سے مشاہدہ کیا ۔ پھر ان بوندوں کو ایک لمبی گردن کی زرد بوتل میں ڈال دیا ۔ اس کے بعد سٹوارٹ پر نظر ڈالے بغیر کہنے لگا ۔
اس کا لہجہ چال کی مانند انداز وقار لئے ہوئے تھا ۔ انگریزی نہایت صحیح اور ہر لفظ جو اس کی زبان سے ادا ہوتا صاف واضح اور جچا ہوا تھا ۔ آواز بہت تیز اور خشک ۔ اور جب کبھی اس کے الفاظ اپنے اندر کوئی خاص ہیبت رکھتے ہوں تو وہ ان کو چینیوں کے مخصوص حلقی لہجہ میں ادا کرتا تھا ۔ صورت تو خیر چینی ہوتی تھی ۔ مگر اس کی گفتگو سے صاف ظاہر تھا کہ بڑا ذہین دوراندیش اور صاحب شکوہ آدمی ہے ۔
" ڈاکٹر سٹوارٹ " اس نے کہا " آپ کے قل رات کے حملہ کا کام میں شریک ہونے کا مجھے بے حد افسوس ہے ۔ "

سٹوارٹ چونک گیا معلوم ہوا اس کی بیہوشی تو کئی گھنٹے گذر چکے ہیں ۔

" کچھ عرصہ پیشتر " فوہی نے اسی بے جوش انداز میں تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا میں نے محض آپ کی طبی قابلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کو اپنی راہ سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا تھا ۔ مگر خوشی کی بات ہے ۔ اس کوشش میں ناکامی ہوئی ۔ میں مانتا ہوں یہ میرے فیصلہ کی غلطی تھی ۔ آپ کا اس موقعہ پر زندہ رہ جانا خود میرے حق میں مفید تھا ۔ قابل آدمیوں کی زندگی ان کی موت سے بہت فائدہ مند ہوتی ہے ۔ میں آپ سے اپنے ذاتی پیش رو کی وسیع تجربہ گاہ میں کام لینا چاہتا ہوں ۔ "

" کبھی نہیں " سٹوارٹ نے پرجوش لہجہ میں جواب دیا ۔ مگر اس جوش کا اس کے پراسرار ملاقاتی پر کچھ اثر نہیں ہوا ۔

اس کی لاپروائی اتنی مکمل تھی ۔ کہ دیکھ کر ہیبت ہوتی تھی ۔ معلوم ہوتا

یہ آدمی ہر طرح کی انسانی کمزوریوں سے بالاتر ہے۔

"آپ کا تعصب قدرتی ہے" اس نے پرسکون لہجہ میں جواب دیا۔ کیونکہ آپ ان اپنے مقاصد سے بے خبر ہیں جن کے لئے ہم لوگ کام کر رہے ہیں۔ مگر کچھ ہو آپ کے اس ذہنی بیداری میں یقیناً مدد ملی جائے گی۔ جو زمانہ آئندہ کی واحد قوت ثابت ہونیوالی ہے۔ قابل تعظیم آہ فنگ فو نے جب آپ کی غداری دیکھ کر اپنی چوٹی آپ کی گردن میں لپیٹی تھی، اس وقت سے لے کر اس کمرہ میں آنکھیں کھولنے تک درمیانی عرصہ کے واقعات کا غالباً آپ کو کچھ علم نہیں۔ مگر میں آپ کی واقفیت کے لئے بیان کرتا ہوں کہ آپ کو بیہوش ہوتے چوبیس گھنٹے ہو گئے۔"

"میں نہیں مانتا" سٹوارٹ نے چونک کر کہا۔ اور اسے خود اپنی آواز عجیب اور خلاف حقیقت معلوم ہوئی۔ "اگر میں اس سے پہلے ہوش میں نہ آتا۔ تو شاید بیہوشی میں ہی ہلاک ہو جاتا۔ چوبیس گھنٹے کی طویل بے حرکتی کے بعد انسان کا زندہ رہنا عملی طور پر ناممکن ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس کا ہاتھ بے اختیار سوجی ہوئی گردن کی طرف اٹھا۔

فو ہی ایک چینی حرفوں میں لکھی ہوئی کتاب سامنے رکھے اسکو دیکھ رہا تھا کہنے لگا "یہ ہے مگر آپ کی بیہوشی کو انجکشن کے ذریعہ قصداً طول دیا گیا تھا۔ ورنہ جیسا آپ کا خیال ہے۔ وہ بیہوشی موت ہی کی مترادف ہوتی۔۔۔ ہاں پر آپ کا بیباک ساتھی آپ سے کم خوش نصیب رہا۔"

"کیا۔ مر گیا!" سٹوارٹ نے چونک کر پوچھا۔ پھر غیر معمولی جوش کی حالت میں کہنے لگا "او شیطان۔ او ملعون زرد شیطان۔" لیکن اس کے آگے نہ کہہ سکا۔ دفور جذبات سے زبان بند ہو گئی۔ دونوں ہاتھوں سے چیتے کی کھال کو بزور پکڑے ہوئے وہ پہلے مرد چینی کی نفرت پوش صورت کو دیوانوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔

مگر فوہی پر اس کے غصہ کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ اسی پرسکون لہجہ میں بولا۔

"خوش نصیبی سے میرے آدمی ایک کے سوا سب بچ کر چلے گئے تھے۔ اس ایک بدنصیب کی گرفتاری پر جسے پولیس کے جوانوں نے دروازہ سے نکلتے ہی گرفتار کر لیا تھا۔ جو شور و شر پیدا ہوا۔ اس سے فوراً معلوم ہو گیا تھا۔ کہ آپ اس مکان کے اندر موجود ہیں۔ بہرحال باقی آدمی سب بحفاظت رخصت ہو گئے۔ میں خود بھی روانہ ہونے کی فکر میں ہوں۔ صرف بعض ضروری کاموں کی وجہ سے ٹھہر گیا تھا۔ دیکھئے میں کوئی بات چھپا کر نہیں رکھتا۔"

"کیا اس لئے کہ مجھے مار کر ہمیشہ کو چپ کرا دینا چاہتے ہو؟"

"انگلستان میں رہ کر موت یا چین میں رہ کر زندگی ان کے سوا آپ کے لئے تیسری کوئی صورت ممکن نہیں۔"

"اور اپنے متعلق تم کو یقین ہے کہ محفوظ روانہ ہو جاؤ گے؟ کیا روانگی کے سوا تمہارے لئے کوئی صورت ہے؟" سٹوارٹ نے گلوگیر لہجہ میں پوچھا۔

"میرے لئے! روانگی کے سوا۔۔۔ کیا آپ کوئی صورت بتا سکتے ہیں؟"

"پھانسی!" سٹوارٹ نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ "تمہارے اور ان ناپاک ہستیوں کے لئے جو تمہاری پیروی کرتی ہیں۔"

فوہی نے جواب دینے کی پروا نہ کرتے ہوئے اطمینان کے ساتھ گیس کی انگیٹھی روشن کی۔ پھر کہا "تسلی رکھو۔ یہ چیزیں ہمارے لئے نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ دو کے سوا میرے سب آدمی انگلستان سے رخصت ہو گئے ہیں۔"

دو کے سوا! سٹوارٹ کا دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ کیا مسکران دو میں شامل ہے یا نہیں؟

بمشکل غصہ ضبط کر کے اس نے لہجہ پرسکون میں گفتگو کی کوشش کی۔ اکیر نہ ۔۔ہ چاہا

تھا۔ میں اس مرد شیطان سیرت کے ہاتھوں میں سراسر بے بس ہوں۔ اول تو میرا زندہ بچ کر جانا محال ہے۔ بالفرض کسی طرح بچ کر چلا گیا۔ تو سر کے بغیر جینا بے کار ہوگا۔

"مگر تم" اس نے آخر کار کہا۔ "تم بہرحال لندن میں ہو۔"

"ڈاکٹر سٹوارٹ" فوہی نے جواب دیا۔ "ایسے موقعوں پر میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ محفوظ سمجھتا ہوں میرے لئے کسی طرح کا خطرہ نہ اب ہے نہ آئندہ ہوگا۔ اس شہر کا خوشنما دریا ٹیمز میری آمد و رفت کے لئے ہر وقت کھلا ہے کبھی ان لوگوں نے جو اس مکان کے آس پاس رہتے ہیں مجھے یا میرے ساتھیوں کو خشکی کی راہ سے یہاں آتے نہیں دیکھا" اس نے ایک خالی ٹسٹ ٹیوب ہاتھ میں لی۔ پھر فقرہ ختم کرتے ہوئے کہا۔ "نہ کبھی مجھ کو یہاں سے رخصت ہوتے دیکھیں گے۔"

سٹوارٹ کا دل بے طرح گھبرانے لگا۔ بمشکل ضبط قائم رکھ کر اس نے کہا۔

"تمہارا فرار اسی صورت میں ممکن ہے کہ کوئی جہاز تمہارے انتظار میں تیار کھڑا ہو۔ مگر کیا تم ایک لمحہ کے لئے خیال کر سکتے ہو کہ اگر تم نے مجھے اپنی حراست میں چھین لے جانے کی کوشش کی۔ تو برطانیہ کے جنگی جہاز تمہیں بچ کر نکل جانے دیں گے؟"

فوہی اب تک اس بہت بڑی کتاب کو جس پر زرد رنگ کے بجھے ہوئے چینی حروف تحریر تھے۔ دیکھ رہا تھا۔ اسی حالت میں اس نے سٹوارٹ کی طرف منہ کئے بغیر جواب دیا۔

"گرینڈ ڈیوک آیبون کی موت کا واقعہ آپ کو یاد ہے؟ ضرور ہوگا۔ اور دان ہیڈ دِلڈ کا نام بھی شاید آپ نہ بھولے ہوں گے۔ یہ لوگ اب کہاں ہیں؟ تمہارے سکاٹ لینڈ یارڈ والوں نے سرڈینک ناکوم کی موت کے بارہ میں اپنے شکوک مٹا لئے یا نہیں؟ اور ایرک بن کی موت کے قدرتی ہونے میں بھی ابھی کسی کو شک و شبہ نہیں ہے... میں آپ کو بھی معززین کی صحبت میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم پاگل ہو! آخر کس لئے مجھے مار کر ان لوگوں میں شامل کرنا چاہتے ہو؟

وہ رُک کر فوہی کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

عنقریب وہ راز حل ہوا چاہتا تھا جس کی دریافت کے لئے بدنصیب کیپٹن میکس نے جان دیدی۔

فوہی نے ایک لمحہ تامل کیا۔ اور اس ایک لمحہ کے عرصہ میں ڈاکٹر سٹوارٹ نے افسوس کے ساتھ محسوس کیا۔ کہ میں نے اس راز کو بعد از وقت معلوم کیا ہے۔ اس کے بعد فوہی بولا۔

"آپ کا گمان غلط ہے میں آپ کو مُردوں کی فہرست میں نہیں زندوں کی جماعت میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔ گرینالڈ ڈیوک آیون درجہ اول کے سپہ سالار تھے۔ اور کچھ عرصہ اور یورپ میں رہتے تو اپنے ملک کی صنعت درست کرنے میں بہت مدد دیتے اسی طرح وان رینولڈ معدنی انجینئری میں۔ مسٹر ایرکسن برقیات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ سر فرینک مارکوم فن جراحی میں بےنظیر تھے۔ میں جانتا ہوں جس طرح وہ لوگ اپنے اپنے فن کے مالک سمجھے گئے ہیں۔ اسی طرح زہروں پر آپ کی معلومات مستند خیال کی جاتی ہے۔ لہذا میری خواہش ہے کہ آپ کو چین لے جا کر ان کی صحبت میں شریک کروں۔۔۔"

"چین میں!"

"ہاں چین میں۔ جہاں لاانتہا ماہران علم شب و روز ہماری تحریک کی ترقی میں مدد دے رہے ہیں۔ افسوس ہے۔ آپ اس تحریک کا منشا اب تک نہیں سمجھے۔ ہم لوگ فقط موجودہ انتظامات کو درہم برہم کرنا نہیں چاہتے۔ گو مجھے اس سے انکار نہیں۔ اگر کوئی رکاوٹ ہماری راہ میں حائل ہوئی ہے۔ تو میں نے یا میرے پیروؤں نے اسے رفع کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ بہرحال ہمارا پروگرام محض انہدامی نہیں۔ تعمیری بھی ہے خیال کیجیے دنیا کی کونسی طاقت یا طاقتوں کا کونسا مجموعہ اس تحریک کا مقابلہ ہو سکتا

ہے جس کی امداد و اعانت کیلئے دنیا کے بہترین دماغ کام کرتے ہوں؟ وہ طبقہ عالیہ جس کا میں ایک ناچیز فرد ہوں۔ واقعہ میں اس تحریک کا حامی ہے:

"اطمینان رکھو۔ بہت جلد اسے کچل دیا جائے گا"

مگر فوہی نے اس فقرہ کو ان سنا کرکے اس طرح بیان جاری رکھا۔

"ڈان رہبولڈ جو چین کے صوبہ ہونان کی معدنیات سے غیر معمولی مقدار میں ریڈیم تیار کرنے میں مشغول ہے، سادہ کفن پہن کر وہاں گیا تھا۔ گو اس سفر کے لئے ایک نہایت خوشنما مصری تابوت سوہفیی کی دوکان سے خرید کر استعمال کیا گیا تھا"

وہ کھڑا ہو گیا۔ اور جلتی ہوئی انگیٹھی کے پاس جا کر جس کا شور کمرہ میں چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ کوئی نامعلوم تجربہ کرنے لگا۔ اس کے بعد اسی حالت میں کھڑے کھڑے کہا۔

"مگر آپ کی سواری اس کے مقابلہ میں بہت سادہ ہو گی۔ غالباً ایک معمولی چوبی صندوق تابوت کا کام دے جائیگا۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ اس عالم جبی کے رفیع الشان دماغ نے جو مجھ سے پہلے اس تحریک کا منتظم تھا۔ اور جس نے طبقہ عالیہ کی ترقی کے لئے لاانتہا کوششیں کیں۔ وہ طریقہ ایجاد کیا تھا جس کی مدد سے آدمی کو عارضی طور پر مردہ بنا کر۔ پھر زندہ کیا جا سکتا ہے ..."

"اُف۔ میرے خدا!" سٹوارٹ نے جس کی آنکھوں سے ان لفظوں نے پردہ ہٹا دیا تھا۔ چونک کر کہا۔

"آپ کے معاملہ میں محض اس تجربہ کی وجہ سے دیر ہو رہی ہے" فوہی نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اس کی تکمیل پر آپ کو بھی چین کی راہداری مل جائے گی"

ایک چھوٹی سی کٹھالی ہاتھ میں لے کر وہ پھر میز کے پاس آ گیا

سٹارٹ کا ضبط اب جواب دیتا جا رہا تھا۔ جنون کی وحشت دماغ پہ طاری ہو

رہی تھی۔ بڑی کوشش سے کام لے کر کہا۔

"تم مجھے بے بس سمجھ کر ایسی باتیں کر رہے ہو۔ ورنہ کیسے مانا جا سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ چین میں زندہ اور صحیح سلامت موجود ہیں۔ ہوتے بھی تو مر جاتے۔ مگر میری طرح تمہاری اس ناپاک تحریک میں حصہ لینے کو آمادہ نہ ہوتے۔"

فوہی نے وہ چیز جو کٹھالی میں رکھی ہوئی تھی۔ پلاٹینم کے بنے ہوئے چپٹے پینے کے کٹورے میں ڈال دی۔ پھر بولا۔

"ڈاکٹر سٹوارٹ مشرق میں ہم لوگ وہ طریقے جانتے ہیں جن سے ہر آدمی کو کام پہ آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ خود میں نے اس مطلب کے لیے کئی طریقے ایجاد کئے ہیں جن کی انتہائی صورت وہ ہے۔ جسے "ہزار چیونٹیوں کی دعوت" کہا جاتا ہے۔ اس کے لئے ملک افریقیہ کی بڑی چیونٹیاں۔ شہد کا ذرا سا برتن اور ایک تیز قینچی بس تین چیزیں مدد کار ہوتی ہیں جس کے تھوڑی دیر بعد آدمی کا وہ انجام ہوتا ہے جس کا اندازہ آپ اس انسانی پنجر کو دیکھ کر کر سکتے ہیں یہ میرے ایک حبشی کارکن کی ہڈیاں ہیں۔ جس کی موت حال ہی میں واقع ہوئی تھی۔ آپ حیران ہوں گے۔ کہ تازہ مرے ہوئے آدمی کا اتنا صاف پنجر اس قدر جلد کیسے حاصل کر لیا؟ میں عرض کرتا ہوں۔ میری پالی ہوئی چیونٹیوں نے جن کے تین بکس اس کمرہ کے نیچے تہ خانہ میں رکھے ہیں۔ ۶۹ منٹ کے عرصہ میں یہ کام کر دیا تھا۔"

سٹوارٹ نے اپنے بندھے ہوئے پاؤں کی طرف وحشت آمیز نظروں سے دیکھا

"میرے خدا!" اس نے کراہتے ہوئے کہا۔ "کیا وہ حالات جو آج تک میں نے سن رکھے تھے۔ اصلیت کے مقابلہ میں اتنے ہیچ تھے؟ تم ضرور کوئی شیطان یا پاگل خانہ سے چھٹے ہوئے دیوانے ہو۔"

"ڈاکٹر سٹوارٹ" فوہی نے اسی نرم لہجہ میں کہا۔ "یقین فرمائیے۔ ایک بار طبقہ علیہ

کی رکنیت حاصل کرنے کے بعد جب آپ چین پہنچ گئے۔ تو بے تامل کام شروع کر دیجئے گا ہمارے آدمیوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو شوق تن دہی سے کام نہ کرتا ہو۔"

"خدا کے لئے بک بک چھوڑو" سٹوارٹ نے اکتا کر کہا "میں بہت سننا نہیں چاہتا۔"

مگر فوہی کی تقریر اسی تیز آواز میں جاری تھی۔

"میں سمجھتا ہوں آپ اس تحریک کی صحیح اہمیت ذہن نشین کرنے سے معذور ہیں آپ سوچتے ہوں گے کہ جب عظیم الشان قومیں۔ سائنس کی بہترین ایجادوں سے مدد لے کر میدان جنگ میں مہینوں کیا۔ برسوں دست و گریبان ہونے کے بعد مسئلہ امن کا فیصلہ نہ کر سکیں۔ تو مٹھی بھر مشرقی فیلسوف اس بارہ میں کیا کر سکیں گے ؟ مگر آپ کی رائے غلط ہے۔ ہماری تحریک کی فوقیت کا زبردست پہلو یہ ہے کہ دنیا بھر کے منتخب دماغ ہماری امداد اور اتنا عظیم سرمایہ ہماری تقویت کے لئے موجود ہے جس سے اقوام عالم کے قرضے بآسانی بے باق کئے جا سکتے ہیں، روپیہ کی مشرق میں نہ پہلے کمی تھی۔ نہ آئندہ ہو گی۔ رہا دماغی قابلیت کا سوال۔ تو اس کی تصدیق ان اکابر یورپ کی قبریں کھودنے سے ہو سکتی ہے جنہوں نے گذشتہ دو سال کے عرصہ میں انتقال کیا ہے۔ آپ انہیں کھودیں، تو خالی پائیں گے!"

"میں سن چکا۔ بہت سن چکا" سٹوارٹ نے پریشان ہو کر کہا۔ "تم چاہے مجھے بیہوش کرو۔ چاہے مار دو۔ مگر خدا کے لئے ان باتوں سے میرا دماغ پراگندہ نہ کرو"

"میرے کارکن دنیا کے ہر حصہ میں پھیلے ہوئے ہیں"۔ فوہی نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا "ہوٹل کے پر ہجوم ہال میں۔ تھیٹر کے بکس یا جلسہ قفس میں حتیٰ کہ مکانوں کے اندر بھی جہاں موقعہ ہو۔ میں ان لوگوں کے بدن میں جن پر میری نظر انتخاب ہو۔ ہر قسم کی پولی سوئی کی نوک سے ہلکی خراش پیدا کرا دیتا ہوں۔۔۔

اس نے ایک چھوٹی انجکشن کی سوئی ہاتھ میں لے کر دکھائی۔

"ایک قسم کا عرق جسے میں اس وقت تیار کر رہا ہوں۔ اور جس کی ایجاد کا سہرا اس عالم جدید۔۔ میرے پیشرو کے سر رہے گا۔ اس کے ذریعہ بدن میں داخل ہو کر موت کے سارے آثار پیدا کر دیتا ہے۔ حالانکہ اس عمل سے حقیقتاً موت واقع نہیں ہوتی۔ فقط قویٰ کا تعطل پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر علامات اتنی مکمل ہوتی ہیں کہ یورپ یا امریکہ کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر طبیب بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ موت واقع نہیں ہوئی۔ اس کے بعد جب ان لوگوں کی لاشیں دفن کر دی گئیں۔ تو میرے چھ آدمی جو مردے اکھاڑنے کے فن میں طاق ہیں قبریں کھود کر لاشیں اکھاڑ لائے۔ بدقسمتی سے ایک کی لاش اس کے رشتہ داروں نے جلا دی تھی جس سے میری جماعت کو سخت نقصان پہنچا۔ مگر باقی سب آدمی صد فنام چین میں کام کرتے ہیں۔ اور ان کی دن رات یہ کوشش ہے کہ جنگوں سے اکتائی ہوئی دنیا کو ایک مشرقی شہنشاہ کے زیر حکومت لا کر امن حاصل کرنے کا موقعہ دیا جائے۔"

"بس! بس! رہنے دو" سٹوارٹ نے نفرت سے کہا "یہی جنگوں سے اکتائی ہوئی دنیا یکجان ہو کر تمہاری ناپاک تحریک کا مقابلہ کرے گی۔"

"ہو سکتا ہے کچھ نادان لوگ ایسا کریں۔" فوہی نے جواب دیا "مگر ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ نارڈسے کے جس سائنسدان مسٹر ایبکن کا میں نے ذکر کیا تھا۔ اس سے ہم نے حفاظتی اسلحہ کی تیاری میں کافی مدد لی ہے۔"

اس نے اپنا لمبا زرد ہاتھ ایک آلہ کی طرف بڑھایا اور کہا۔

"میں نے اپنی بھول سے آپ کو اس آلہ کی مدد سے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن شکر ہے کامیاب نہ ہوا۔ وہ واقعہ غالباً آپ کو یاد ہوگا۔ یہ ایبکن کی شعاع تحلیلی کا ایک ادنیٰ سا نمونہ ہے۔ اصلی آلہ ساٹھ سات میل کا دائرہ اثر رکھتا اور اس قدر

فاصلہ سے بآسانی ہلاکت پیدا کرسکتا ہے۔ اس آلہ کو اگر ہوائی جہاز پر رکھ کر اس جہاز کو سویز سے بندر سعید تک لے جائیں۔ تو نہر میں جتنے جہاز ہیں ان سب کو بھسم کرنے کے علاوہ دونوں کناروں کے قلعوں میں جتنا بارود جمع ہے۔ وہ اس کو بھی تباہ کر دے گا میں چونکہ آج رات انگلستان سے جا رہا ہوں۔ اس لئے کئی اور قیمتی چیزوں کی طرح اس ایجاد کو بھی ضائع کرنا پڑتا ہے۔"

اس نے آلہ مذکور کو انداز وقار سے اٹھایا۔ اور دوا تیار کرنے کے ہاون میں رکھ دیا۔ سٹوارٹ حیران و ششدر اس عجیب عمل کو دیکھ رہا تھا۔ فوہی نے الماری سے ایک بوتل نکالی اور عرق کی قسم سے کوئی چیز جو اس کے اندر بھری ہوئی تھی۔ ڈال دی کمرہ کی خوفناک خاموشی میں اس قسم کا شور۔ جیسا چونا بجھانے سے ہوتا ہے۔ پیدا ہوا۔ اس کے بعد دھوئیں کا نہایت کثیف بادل اٹھا۔

"دیکھیے مٹ گیا" مرد نقاب پوش نے کہا۔ "یہ دوا جو میری اپنی ایجاد ہے۔ ایک خاص مٹی کے سوا دنیا کی ہر ٹھوس چیز کو اس طرح گلا دیتی ہے۔ جیسے شورے کا تیزاب کاغذ کو۔ غور کیجیے۔ چوروں کے ہاتھ میں یہ چیز کتنی مفید ثابت ہوتی۔"

"مگر ایک قاتل کے ہاتھ میں بھی کچھ کم خطرناک نہیں ہے۔" سٹوارٹ نے طنز سے کہا۔

"قاتل! میں؟ ہرگز نہیں" فوہی نے وقار سے جواب دیا۔ "ڈاکٹر سٹوارٹ میں ان ادنیٰ طریقوں کا بالطبع قائل نہیں ہوں۔ گو کبھی کبھی ضرورت کے سامنے مجبوراً جھک جانا پڑتا ہے۔ آپ کو جب طبقہ عالیہ کے سارے اسلحہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہمارے یہاں ہر کام علمی سلیقہ کے ساتھ عمل میں لایا جاتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے سے مستعد اور مخلص دوست کی۔ گیبڈن میکس کی شادی روز رسمی سے تنگ آ کر میں انگلستان میں اپنا کام مکمل کئے بغیر رخصت ہونے پر مجبور ہوا

"خدا کرے تم کبھی اس ملک سے رخصت نہ ہو۔" سٹوارٹ نے کہا۔

فوہی نے چوڑے پیندے کے کٹورے میں ڈالے ہوئے عرق میں ایک شوخ سبز رنگ کی مایع چیز شامل کی۔ اور اس مرکب کو ایک ٹسٹ ٹیوب میں داخل کر کے اسے گیس کی انگیٹھی پر رکھا۔ جب یہ محلول ابل کر بے رنگ ہو گیا۔ تو اسے عرق کھینچنے کی آتشی شیشی میں ڈالا جس کے سرے پر بخارات منجمد کرنے کا سامان تھا۔ اس کے بعد کھڑا ہو گیا۔

جہاں ڈاکٹر سٹوارٹ بیٹھا تھا۔ اس کے نزدیک میز پر شیشہ کا مرتبان رکھا ہوا تھا اس کے پاس جا کر فوہی نے اسے ایک ہاتھ سے حرکت دی۔ مرتبان میں بظاہر مٹی اور ریت کے سوا کچھ نہ تھا۔ مگر فوہی کے حرکت دینے سے سیاہ رنگ کے حشرات الارض مٹی کی تہ سے نکل کر مرتبان کے اندر چلنے لگے۔

ان کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا "یہ ہندوستان کے مشہور پہاڑی بچھو ہیں۔ کالے رنگ کے وہ خوفناک حیوان جن کا زہر سانپ کے زہر سے کم تیز نہیں ہوتا۔ اس زہر کی بنا پر ہی وہ دوا تیار کی گئی ہے جس کی مدد سے موت کے آثار پیدا کرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے بچھو کو ہم نے اپنی جماعت کا نشان بنایا ہے۔"

اس نے ایک لمبی نازک شیشی ہاتھ میں لی۔

"یہ عرق بھی جو چین کے دلدلی افعی کے زہر سے تیار کیا جاتا ہے۔ کچھ کم کارآمد نہیں۔ اس سامنے استادہ پر رکھے ہوئے گلدان میں جو تین کھلے اور دو بند پھول ہیں۔ یہ صرف ملک برہما کے بعض جنگلوں میں شاذ و نادر پائے جاتے ہیں۔ پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ پھول ۸۰ سال کے بعد اُگتا ہے۔ اس کی خوبیاں میں پھر کبھی بیان کروں گا بہرحال ان دو شگوفوں کے کھل جانے پر پانچوں پھولوں سے چند بوندیں ایسے تیل کی حاصل کی جا سکیں گی جس کے خواص اگر ظاہر کئے جائیں تو دنیا کی تمام متمدن قومیں

"شاید آپ کو معلوم نہیں" اس نے پھر ایک بار تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ وہ کھڑکی ایک بالکونی کی طرف کھلتی ہے جس پر عشق پیچے کی بیلیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اس کے سامنے خاندان ٹیوڈر کی دلکش یادگار ہیمپٹن کورٹ واقع ہے۔ جگہ محفوظ تھی مگر آپ کے دوست ایم گیسٹن میکس آنجہانی کی سعی و تحقیق سے مجھکو احتمال ہے کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کے آدمی بہت جلد اس کا پتہ لگا لیں گے۔ اور گو مکان کی ظاہری صورت سے مکینوں کا حال نہیں جانا جا سکتا۔ نہ میرے زمانہ قیام میں کوئی بات ایسی پیش آئی ہے جسے قابل اعتراض سمجھا جائے۔ تاہم ..."

"مونزی شیطان۔ تو نہیں جانتا کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کے آدمی اب بھی اس مکان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں" اسٹوارٹ نے جوش سے کہا۔

"میرا ایک آدمی دروازہ کے اندر پہرہ دیتا ہے" فوہی نے جواب دیا۔ "اور اگر کوئی بیوقوف دروازہ چھوڑ کر کسی اور راہ یعنی ساحل دریا سے یا دیوار پھاند کر آنے کی کوشش کرے تو بجلی کی گھنٹیاں جو اس کمرہ میں لگی ہوئی ہیں فوراً بجنے لگیں گی۔ اس آواز کے آتے ہی میں بحفاظت یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا کیونکہ مکان کا ایک خفیہ دروازہ ساحل دریا کے پاس کھلتا ہے۔ جہاں ایک کھاڑی میں تیز رفتار موٹر کشتی میرے انتظار میں کھڑی ہے ..."

اس نے ایک دفعہ پھر کورز دبوتل کے منہ میں داخل کر کے بوتل کو الماری میں رکھ دیا۔ پھر اپنی خوفناک آنکھوں کی ناقابل برداشت نظر کو اس بدنصیب کی طرف پھیر جو بے بسی کے عالم میں شیب صوفے پر بیٹھا تھا جس کے دانت شدت جوش سے بھنچے ہوئے اور آنکھیں مریض تپ کی مانند سرخ تھیں۔

"ڈاکٹر اسٹوارٹ" فوہی نے اس سے کہا "انگلستان میں آپ کی زندگی دس منٹ اور ہے۔ دو ... منٹ کے عرصہ میں اس عرق کی حرارت ۹۹ درجہ پر آجائے گی جس کے

بعد میں اسے پولی سوئی کی مدد سے آپ کے بدن میں داخل کردوں گا - دوسرا جنم چین کے صوبہ کیانگسو میں ہوگا ... "

وہ آہستہ چلتا ہوا اس دروازہ کی طرف گیا جس کی راہ سے داخل ہوا تھا - اور اسے کھول کر باہر چلا گیا -

---

باب ۲

محبت کا ایثار

دروازہ بند ہونے پر کمرہ میں زہری خاموشی چھا گئی - فقط انگیٹھی کی سنسناتی ہوئی آواز اس کو قطع کرتی سنائی دیتی تھی - ایک طرف دیپک میں لوبان جل رہا تھا - اور سواٹ جس کے پاؤں فرش زمین کے آہنی حلقے سے بندھے ہوئے تھے - حالت یاس میں دونوں ہاتھ گھٹنوں میں دئیے صوفے پر بیٹھا تھا -

اب بھی اس کو یقین نہ آتا تھا کہ میں ایک مردِ سفاک - ایک مجسم شیطان کے قابو میں - بےلب گور بیٹھا ہوں - عقل باور نہ کرتی تھی کہ فوہی نام کا کوئی آدمی - دنیا کے سب سے مشہور اور متمدن شہر میں اس طرح کی خوفناک کارروائیاں کر رہا ہے - انگیٹھی کی آواز یا حرکت ہونے کے ساتھ زنجیروں کی جھنجھناہٹ کے سوا کمرہ میں اہرامِ مصر کے حجرہ شاہی کا سکوت طاری تھا -

اس کی نگاہ بے اختیار زرد شیشی کی طرف گئی - اور منہ سے کراہتے ہوئے نکلا -

"اف - خداوندا !"

فوہی سے گفتگو کے دوران میں اس نے غیر معمولی ضبط سے ... ب تھا - مگر

اب خوف۔ انتہائی خوف کا احساس دل پر طاری ہونے لگا۔ دیوانگی اپنا خوفناک استہزائی ہاتھ اسکی طرف پھیلا رہی تھی۔ اور وہ اس مجرم کی طرح جسکی زندگی کے فقط چند لمحے باقی ہوں۔ اس بات کو نہ جانتے ہوئے کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے کچھ کرنے کو بے تاب تھا۔ گالیاں۔ التجائیں۔ دھمکیاں۔ کچھ ہو۔ اس خوفناک انتظار سے بہتر تھا۔

اس نے زور سے منہ بند کر کے سوچنے کی کوشش کی۔

دس منٹ کے عرصہ قلیل میں اس کے لئے مدد کے صرف دو موقعے رہ گئے تھے یا وہ بیان جسے اس نے لفافہ میں بند کر کے انسپکٹر ڈنبر کے پاس امانت رکھوایا تھا۔ اور جس میں ہیمپٹن کورٹ کے پاس اس مکان کا حال درج تھا۔ یا۔۔۔ مسکہ!

نوہی نے کہا تھا کہ دو کے سوا اس کے سب آدمی رخصت ہو گئے۔ یقیناً ان دو میں ایک وہ ہوگی۔ مگر مسکہ۔ کیا اس وقت یہاں اس مکان کے اندر ہے؟ کیا اسکو میری موجودگی کا علم ہو چکا ہے؟ اور ہو بھی تو وہ اس خوفناک پر اسرار کمرہ تک پہنچ سکتی ہے اور دوسرا آدمی جس کا نوہی نے ذکر کیا۔ کون تھا؟ یقیناً چندولال ہوگا۔ جو مسکہ کی ذات سے بندھا ہوا۔ اس کا نگراں اور محافظ اور اس کے ساتھ ہی خوفناک بچے کی حیثیت رکھتا تھا۔ مسکہ کو میرا حال معلوم بھی ہو۔ وہ میری مدد کرنا بھی چاہے۔ تو چندولال نہ کرنے دیگا!

آخری امید ڈنبر پر تھی۔ کیونکہ گیسٹن میکس مر ہی چکا تھا۔

اس جبار دبے خوف فرانسیسی کی ہلاکت کا خیال آتے ہی سٹوارٹ کے دل کو سخت صدمہ ہوا۔ فرط جوش سے دانت بھینچ گئے۔ اور اس نے اپنے بندھے ہوئے پاؤں کو چھڑانے کی اس زور سے کوشش کی کہ شدت تکلیف سے پیشانی عرق آلود ہو گئی۔

اس نے تھک کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ اور حالت یاس میں پیشانی کے بالوں کو ۔۔۔ تھا۔

ایک ہلکی، بہت ہلکی آواز نے دروازہ کھلنے کی خبر دی۔ اس نے گھبرا کر سر اٹھایا۔
اُف۔ کیا دس منٹ کی مہلت پوری ہو گئی؟ کیا فوہی سامان ہلاکت مکمل کر کے
واپس آ گیا؟

مگر نہیں۔ دروازہ کھلا، مسکہ داخل ہوئی

قلم میں طاقت نہیں ہے کہ اس منظر دلفریب کی صحیح کیفیت بیان کر سکے۔ جو اس
وقت سٹوارٹ کے پیش نظر ہوا۔ ایک کافر جمال حسینہ جس کے چہرہ کو خوف نے بیبب
کی شگفتہ رنگت دے رکھی تھی جس کی نگاہ میں آہوئے رم کردہ کا ہراس پایا جاتا تھا بیش
بہا چمکیلے ریشم کا مشرقی لباس پہنے۔ سامنے کھڑی تھی۔ ننگے پاؤں میں اونچی ایڑی کے
کامدار ترکی سلیپر۔ بائیں پیر میں سونے کی باریک کڑولی اور دونوں ہاتھوں میں بے شمار
قیمتی زیورات۔ اس پراسرار مکان میں اسکی موجودگی کسی ہستی موہوم کی مانند دلکش در حقیقت
بہتر تھی۔ اسے دیکھ کر سٹوارٹ اتنا محو ہوا کہ اپنی حراست بھول گیا۔ بندھے ہوئے پاؤں
کی تکلیف اور بے بسی کا خیال جاتا رہا۔ خوفناک زرد شیشی کا بھیانک تصور بھی ٹوٹ گیا
حتے کہ اپنی زندگی کا انجام جو دس منٹ کے عرصہ قلیل میں پیش آنے والا تھا۔ وہ بھی یاد
نہیں رہا۔

"مسکہ" اس نے دبے ہوئے پیار کے لہجہ میں کہا "مسکہ!"

پراسرار حسینہ کے افعال سے دبے ہوئے جوش اور خوف کا اظہار ہوتا تھا۔ دروازہ
کے پاس جا کر جس سے فوہی باہر گیا تھا۔ کان لگا کر سننے لگی۔ پھر بستر کے پاس آ کر کنجیوں کا
گچھا ہاتھ میں لیا۔ اور فرش پر دوزانو ہو کر وہ زنجیریں جو سٹوارٹ کے پاؤں میں بندھی
ہوئی تھیں کھول دیں۔

یہ قرب... آہ کتنا راحت خیز تھا۔ عطر یاسمن کی مدھی خوشبو سٹوارٹ کے دماغ
تک پہنچی اور اسے مست کرتی ہوئی کمرہ کے ہر حصہ میں پھیل گئی۔

"مسکہ۔ خدا انہیں برکت دے۔" اس نے دبے ہوئے لفظوں میں کہا۔

وہ کھڑی ہو گئی۔ سر جھکا ہوا اور دونوں ہاتھ ذرا ذرا کانپ رہے تھے۔ سٹوارٹ بھی اٹھا۔ مگر ٹانگیں تھکی ہوئی اور پاؤں میں شدت کی تکلیف تھی۔ مسکہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اس نے اسے اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔

مشرقی حسینہ نے ایک نظر ڈالی۔ اس کے بعد پھر آنکھیں جھک گئیں۔

"جاؤ۔ ابھی وقت ہے۔" اس نے کہا۔ "میں تمہیں رستہ دکھا دیتی ہوں۔ دیر خطرناک ہو گی۔"

"مسکہ!"

اس نے پھر نظر اونچی کی۔

"تم بھی ساتھ آؤ۔ تمہارے بغیر میں نہ جاؤں گا۔"

"آہ!" اس نے دبی ہوئی آواز سے جواب دیا۔ "یہ ناممکن ہے۔ کیا میں سب حال پہلے نہیں کہہ چکی؟"

"بے شک کہہ چکی ہو۔ مگر تمہارا اعتراض سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمارے انگلستان میں تم ہر طرح آزاد ہو۔ پھر اس نقاب پوش کے پاس رہنے کی کیا حاجت؟"

"بتا دوں؟" اس نے شرمگیں نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "پھر کیا میرا کہا مان کر چلے جاؤ گے؟"

"لیانا! کبھی نہیں۔"

"افسوس تم نہیں جانتے ہو۔ کہ میری سلامتی۔ میری زندگی یہاں رہنے میں ہے۔ اگر اپنے لیے نہیں تو میرے لیے چلے جاؤ۔"

سٹوارٹ نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے آہستہ سے اپنی طرف کھینچا۔

"اچھا کہو۔ تم جو کہو گی مان لوں گا۔ میری وجہ سے تمہارے رنج و الم میں ذرا تخفیف ممکن ہو تو میں تعمیل حکم سے انکار نہ کروں گا۔"

مسکہ نے سہمی ہوئی نظروں سے بند دروازہ کی طرف دیکھا۔ پھر بولی۔

"فوہی کے پاس ایک چیز ہے جس سے لوگوں کو مار کر زندہ کر لیتا ہے۔ کیا جانتے ہو؟"
اس نے سٹوارٹ کی طرف دیکھا۔ اب ان خوشنما آنکھوں میں خوف کی جھلک نظر آتی تھی

"جانتا ہوں۔ آگے کہو۔" اس نے سر ہلا کر جواب دیا۔

"آہ۔ جانتے ہو! اچھا تو اس روز جب مجھے قاہرہ میں اس کے سامنے لے گئے تھے۔ ... تمہیں یاد ہے؟ اس روز... اوہ!"

وہ زور سے کانپنے لگی۔ اور اپنا خوشنما سر سٹوارٹ کی چھاتی سے لگا دیا۔ اس نے پیرایہ حفاظت میں دونو بازو اس کے گرد ڈال دیے اور بولا۔

"آگے کہو۔ اس روز...؟"

"سوئی لیکر اس نے... میرے بدن میں..."

"مسکہ!"

سٹوارٹ کو اپنا دل بیٹھتا معلوم ہوا۔ ایک لمحہ میں اس کا چہرہ زرد ہو گیا۔

"ایک چیز اس کے پاس اور ہے" مسکہ نے ہلکی مری ہوئی آواز سے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "اس سے وہ ان لوگوں کو زندہ کرتا ہے جنہیں اس نے زہر سے ہلاک کیا ہو ایک ہلکے سبز رنگ کا عرق جس کا ذائقہ کڑوے سیبوں کے ذائقہ سے ملتا ہے۔ موت کے بعد زندہ ہو کر متواتر چھ ماہ اس عرق کو ہفتہ میں ایک بار پینا لازم ہے۔ ناغہ ہو جائے تو موت کے آثار پھر پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں خود اس عرق کو برابر ہفتہ وار پیتی ہوں بعض اوقات عرصہ دراز تک فوہی سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر ایک چھوٹی شیشی جس میں اس عرق کی ایک خوراک بند ہوتی تھی برابر ہفتہ مجھے پہنچتی رہی ہے ... چھ مہینے بعد پہلی

سوئی کا اثر زائل ہو جاتا ہے تو وہ پھر... اسی طرح..."

اس کی آواز تھرا کر رک گئی۔ دو قدم پیچھے ہٹ کر اس نے اپنا بازو ننگا کرکے دکھایا
اس پر سوئی گھونپنے کے بے شمار چھوٹے چھوٹے نشان تھے!

سٹوارٹ کے منہ سے مدہم کراہٹ نکلی۔

"دیکھا" بسکہ نے کانپتے ہوئے لہجہ میں کہا "میں اگر جاؤں تو موت کے سوا چارہ
نہیں..."

"اُف میرے خدا!" سٹوارٹ نے بے قرار ہو کر کہا۔ "کیا اس شیطان کی بے رحمیوں
سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے؟"

"صرف ایک" بسکہ نے نظر اٹھا کر جواب دیا "اگر وہ سبز رنگ کا عرق کافی مقدار
میں مل جائے اور ہم اسے اپنے ساتھ لے جاسکیں... مگر ایک بار امریکہ میں اس نے بتایا
تھا کہ میں اس عرق کو اتنا ہی تیار کرتا ہوں جتنا درکار ہو۔ اس لئے... جاؤ میں یہاں رہنے
پر مجبور ہوں۔ جاؤ میں منت کرتی ہوں..."

اس کے لفظوں سے حسرت برستی تھی۔ سٹوارٹ نے بزور اسکو اپنے ساتھ لگا لیا۔
بے بسی اس کے سوا کچھ کہنے نہ دیتی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کے بغیر میرا جینا بیکار
ہے۔ وہ اسے چھوڑنے پر مجبور تھا۔

"جاؤ۔ وقت کم ہے۔" اس نے دوبارہ تحریک کی "اس کے سوا کوئی چارہ نہیں
وہ دروازہ جس کی راہ سے میں آئی تھی کھلا ہے۔ ایک راہ اور تھی۔ یعنی اس سرنگ کی
جو ساحل دریا پر لے جاتی ہے۔ مگر میں اس کا دروازہ نہیں کھول سکتی۔ اس کی کنجی اسی
کے پاس رہتی ہے۔ دروازہ کے آگے چھتا ہوا رستہ آئے گا۔ اس کے سرے پر ایک
آدمی ہے..."

"کیسا آدمی؟"

مسکہ نے گھبرا کر دیکھا۔ پھر فوراً آنکھیں جھکا لیں۔

"غریب چندولال" اس نے کہا۔ "وہ میرا واحد رفیق ہے۔ یہ نشانی اسے دینا۔۔۔"

اس نے ایک پتلی سونے کی زنجیر گلے سے اتار کر دی۔

"تم بے شک اسے عجیب سمجھو گے۔ مگر وہ مشرقی ہے اور مشرق کے لوگ اپنے کئے ہوئے وعدہ کو نہیں توڑتے۔ اس نے جو وعدہ کیا ہے۔ ضرور پورا کرے گا۔ بس جاؤ وقت گذرا جاتا ہے۔ اور گوفوہی کو معلوم نہیں۔ مگر پولیس کا انسپکٹر اور اس کے آدمی گھنٹوں سے اس مکان کی تلاش میں ساحل دریا کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ میں نے ایک کھڑکی سے انہیں دیکھا تھا۔۔۔"

"کیا! ڈنیر کو خبر ہو گئی؟" سٹوارٹ نے گھبرا کر پوچھا۔

"چپ! چپ!" مسکہ نے اس کے ہاتھوں کو جوش سے پکڑتے ہوئے کہا۔ "وہ اب بہت دور نہیں ہے۔ یقین ہے جلدی آجائے گا۔۔۔ نہ۔ بس میری فکر جانے دو۔ میں ان کنجیوں کو وہیں بستر پر رکھ دوں گی۔ اور وہ سمجھے گا تم نے آپ ہی کسی طرح زنجیریں کھول لی ہیں۔۔۔"

"پر مسکہ۔۔۔"

"جاؤ۔ جاؤ۔"

وہ اس سے چھٹ کر دروازہ کے پاس گئی۔ اور اسے کھول دیا۔ اسے لمبی غلام گردش میں ہلکی روشنی نظر آتی تھی۔ سٹوارٹ نے دروازہ میں کھڑے ہو کر دیکھا۔

"اسے طے کر کے زینہ آئے گا۔" مسکہ نے کہا۔ "اس سے اتر جانا۔ چندولال کی نسبت تم جانتے ہو۔ کیا کرنا ہے۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے سٹوارٹ کے ہاتھ میں لی ہوئی طلائی زنجیر کی طرف اشارہ کیا۔

مگر وہ اب بھی متامل تھا۔ مسکہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دروازہ کی طرف کھینچا

مگر سٹوارٹ نے آگے جانے کی بجائے پیچھے مڑ کر اسے بزور اپنے بازوؤں میں لے لیا۔
"مسکہ مسکہ" اس نے پر وحشت انداز سے کہا۔ "تمہیں چھوڑ کر جانا محال ہے میں کسی حال میں اکیلا نہیں جا سکتا۔"

"ہاں لو۔ اسی میں بہتری ہے۔"

اس کے لفظوں میں گہری التجا پائی جاتی تھی۔

سٹوارٹ نے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر رکھ دیے اور تھوڑی دیر غور سے اس کی خوشنما آنکھوں کو دیکھتا رہا۔ پھر جھک کر اس کے لبوں کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد دیوانوں کی طرح ہٹ کر تیز چلتا باہر کو ہولیا۔

جب تک نظروں کے سامنے تھا۔ وہ اسے حسرت بھری آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ پھر ایک آہ سرد بھر کر واپس ہوئی۔ اور اندر آ کر دروازہ بند کر دیا۔

"خداوندا تیرا شکر ہے ... !" اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ اور پھر رک گئی۔

دوسرے دروازہ میں چھپا ہوا فوہی بغور اس کی طرف دیکھ رہا تھا!

باب ۳۰

انکشاف

شدت خوف سے از کلفرا مسکہ دروازہ کے ساتھ لگ گئی اور کنجیاں جو اب تک اس کے ہاتھ میں تھیں فرش زمین پر گر پڑیں۔ فوہی نے اس وقت چھوٹی سبز نقاب پہنی ہوئی تھی اور اس کے گلے میں امرائے چین کا بیش قیمت لباس تھا۔ سبز نقاب کے اندر سے اس کی تیز آنکھیں بلی کی آنکھوں کی مانند چمک رہی تھیں۔

"ہاں ... گیا۔ تم کو مہمان نوازی خوب آتی ہے۔" اس نے معمولی ہموار لہجہ میں

کہا۔ "تمہارے پاک خصلتی سلام کی آواز میرے کانوں میں بھی پہنچی تھی۔۔۔"

سکہ کی آنکھوں سے وحشت برستی تھی۔ زبان گویارائے تکلم نہ تھا۔

"تم نے یہ بھی سمجھا دیا کہ اسے چندولال کی نسبت کیا کرنا چاہیئے؟" فوہی نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "مگر کیا عجب چندولال اس کی نسبت اپنا فرض اچھی طرح جانتا ہو یہ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ کہ ڈاکٹر کیپل سٹوارٹ اپنی حسین مریضہ میں خلاف اصول دلچسپی لے رہا ہے۔ جب تم اس کی بیٹھک میں دراز کھولنے سے قاصر رہیں۔ تو میرے دل میں شک پیدا ہوا تھا۔ مگر وہ اس وقت رفع ہو گیا۔ جب مجھے خود اپنی کوشش میں ناکامی ہوئی۔ بعد ازاں یہ شک پھر تازہ ہوا۔ اور اب اس شبہ کا آخری فیصلہ کرنے کو ہی میں نے تمہیں اس سے تنہا ملنے کا موقعہ دیا تھا۔ ورنہ میں کیا ایسا نادان تھا کہ اس ملاقات سے بے خبر رہتا؟ مگر اس کی عیاری اور تمہاری ذہانت نے مل کر کوئی بھی ترکیب سوچی ہو۔ اور چندولال کے متعلق تمہارے اندازے چاہے کچھ ہوں۔ ناممکن ہے کہ ڈاکٹر سٹوارٹ اس کی نظروں کے سامنے بچکر چلا جائے میں نے اس کو پہلے سے خبردار کر رکھا ہے۔ کہ ڈاکٹر سٹوارٹ فرار کی کوشش کرے گا۔ اسے روکنا میرے حکم سے اس کا فرض ہے؟"

مسکہ اب تک خوف سے چپ تھی۔ اب غصہ نے خوف کو مغلوب کر دیا۔

بے تاب ہو کر کہنے لگی۔ "کیا چندولال اس کو مار دے گا؟"

فوہی نے اطمینان سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر بولا۔

"اس کے برعکس وہ اس کی پوری حفاظت کرے گا۔ وہ اندھے طوفانی جذبات جو عورت کو زیادہ مرغوب بناتے ہیں۔ کسی فلسفی یا عالم کے سینہ پرسکون میں جگہ نہیں پاتے۔ اگر ڈاکٹر سٹوارٹ میرا سب سے قیمتی خزانہ چھین لینا چاہتا ہے تو اس سے اسکی علمی قابلیت میں فرق نہیں آتا۔ میری کونسل کے لیئے وہ دونو حالتوں میں یکساں مفید ہوگا"

مسکہ اب بھی اسی دروازہ سے لگی ہوئی کھڑی تھی جس کی راہ سے سٹوارٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر اس طرف کان لگائے سنتی رہی۔ آخر جب ادھر سے جدوجہد یا شور کی آواز سنائی نہ دی۔ تو چند دلال کی وفا پر اس کا یقین پختہ ہوگیا۔ اسکی حیرت خیز آنکھوں میں امید نے بیم و رجا کی جگہ لے لی۔ اس بھولے پن سے جو مشرق کی عورتوں کو بناوٹ کا ماہر کامل بناتا ہے۔ کہنے لگی۔

"میرا اس آدمی۔ ڈاکٹر سٹوارٹ سے کچھ تعلق نہیں۔ مگر۔۔ آپ کیوں اس کے درپے آزار ہیں؟ اس نے آپ کو کیا نقصان پہنچایا ہے۔۔۔؟"

"اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ میری گرفتاری اور ہلاکت کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر کچھ ہو" فوہی نے سبز نقاب کے سوراخوں سے بغور مسکہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا دل بغض و کینہ سے صاف ہے۔"

"اس کے باوجود آپ، اور لوگوں کی طرح اسے بھی اپنے ساتھ چین لے جانا چاہتے ہیں؟"

"یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ میں اسے طبقہ عالیہ میں شریک کر کے تجدید عالم کی تحریک میں حصہ دینا چاہتا ہوں۔ اس انقلابی طوفان میں جو دنیا کو تہ و بالا کرنے والا ہے اس کی جگہ کشتی نوح میں ہوگی۔ یہ عزت کیا کم ہے؟"

"بے شک نہیں۔ مگر وہ اس سے محروم اچھا ہے۔ وہ میرے خیال میں گمنامی کو اس عظمت پر ترجیح دیتا ہے۔"

"اس لئے کہ اپنی کوتاہ فہمی کے باعث وہ اس منزلت کی صحیح قدر و قیمت نہیں سمجھتا۔" فوہی نے جواب دیا۔ "مگر سوال اسکے انکار یا منظوری کا نہیں۔ وہ اگر قدر و عزت کا مستحق ہے۔ تو ضرور عزت پائے گا۔ جہالت کی پٹی جب تک آنکھوں پر بندھی ہوئی ہو انسان نیک و بد میں تمیز نہیں کر سکتا۔ مگر اس جہالت کو دور کرنا ہمارا کام ہے۔ وان مرہونڈ کی نسبت یاد ہے۔ جونہی کہ جب اسے راز سے ۔ ریڈیم تیار کرنے کے کام پر لگایا گیا

تو پہلے اس نے انکار کیا تھا۔ مگر میرے طریقوں نے جن کا علم تم جانتی ہو چند گھنٹوں میں سارے تعصبات مٹا دیئے اور اب دیکھو تو وہ اس کام کو کس تندہی سے کر رہا ہے۔"

فوہی کا لہجہ نرم تھا۔ مگر مسکہ جو اس چھپے ہوئے ابلیس کے خصائل سے پوری واقفیت رکھتی تھی۔ اس کے الفاظ سن کر کانپ گئی۔ بمشکل اپنے خوف پر غالب آ گئی کیونکہ وہ جانتی تھی میری کامیابی کا انحصار بحالی اوسان پر ہے۔ اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"خیر اس ایک کو جانے دو۔ جہاں دنیا کے بے شمار قابل لوگ آپ کے خدمتگذار ہیں۔ تو ایک ہستی گمنام کو آسانی سے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس کے لئے معافی چاہتی ہوں۔ یقین ہے آپ اس خطا کو معاف کر دیں گے..."

وہ دروازہ کی طرف جا رہی تھی کہ فوہی نے آہستہ چل کر رستہ روک دیا۔

مسکہ کی آنکھیں اندازِ دہشت سے کھل گئیں۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ اس شخص نے سٹوارٹ سے اس کی گفتگو کا کس قدر حصہ سنا۔ اور کیا کیا واقعہ دیکھا ہے۔

"آہ" اس نے سہمی ہوئی آواز سے کہا۔ "آپ پھر مجھے سزا دینا چاہتے ہیں لیکن کس لئے؟ میری خطا محض اتنی ہے کہ عورت ہوں اور عورت ہمیشہ بے رحم نہیں ہو سکتی۔"

فوہی نے دیوار سے چابک اٹھا لیا۔ مسکہ خوف سے دونوں ہاتھ پھیلائے پیچھے ہٹی اس کے چہرہ کی رنگت لاش کی طرح زرد تھی۔

"نہیں۔ نہیں۔ اتنا ظلم نہ کرو۔" اس نے التجائی لہجہ میں کہا۔ "میں پوری مشرقی عورت نہیں ہوں۔ یہ سختی برداشت نہیں کر سکتی۔ انصاف کرو۔ جب تم مجھے انگلستان کی عورتوں کے برابر آزادی دیتے ہو تو چین کی عورتوں کے مانند غلام کیوں سمجھتے ہو؟ میں نے جب تک مغرب نہ دیکھا تھا۔ کچھ نہ جانتی تھی۔ تب میرا خیال تھا کہ اس طرح کا سلوک عورت کا حصہ ہے۔ مگر اب اسے برداشت نہیں کر سکتی۔" اس نے جوش سے اپنا سیدھا پاؤں فرش پر زمین پر مارا۔ "میں اسے برداشت نہ کروں گی۔"

چابک ہاتھ میں لئے نوبی کمرہ کے وسط میں ساکت وصامت کھڑا تھا۔

"تم اس آدمی کو جس سے تمہارا کچھ تعلق نہیں ہے" میری حراست سے آزاد کرتی ہو تمہاری خواہش ہے کہ وہ مجھے دشمنوں کے نرغہ میں پھنسا کر انگلستان کے وحشیانہ قانون کے حوالہ کردے۔ اور اس شرارت کے بدلے چابک کی ذراسی مار سے گھبراتی ہو۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ یہاں آکر تمہاری طبیعت میں بڑا انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔ میرے ملک کی عورتیں کبھی ایسی جرات نہیں کرتیں۔ اور کریں بھی تو ان کی پروا نہیں کی جاتی۔"

"مگر تم نے مجھے آزادی کی ہوا میں رکھا۔ تم نے تعلیم دی کہ مساوات عورت کا قدرتی حق ہے..."

"ہاں۔ یہ میرے احسان کا اجر ہے۔ ہمشکہ حالات یاد کر جب تجھے غلاموں کی منڈی میں بغرض فروخت پیش کیا گیا تھا۔ تم جو پوری "مشرقی" نہیں ہو۔ غالباً اس بات کا اندازہ کرسکو گی کہ اگر میں اس وقت تمہاری مدد کو نہ آتا تو آج کہاں ہوتیں۔ وہ نظارہ غالباً تم کو نہ بھولا ہوگا۔ جب تم کمرہ فروخت میں بیٹھی ہوئی کانپ رہی تھیں۔ اور ہر طبقہ کے وحشی لوگ عرب۔ سرکیشین۔ ایرانی۔ کرجستانی اور حبشی تمہارے حسن کو حریص آنکھوں سے دیکھتے تھے سوچو میں نے تمہیں کن ذلتوں سے بچایا..."

"اور اس کے بعد مجھ سے کیا کام لیا؟" مسکہ نے تلخ لہجہ میں جواب دیا "مجھے طعمہ بنا کر اوروں کو اپنے دام میں پھنسانا۔ اور اگر ناکام رہوں تو مار کھانا..."

نوبی چپ چاپ اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اور مسکہ اس نگاہ آتش ریز کی تاب مقابلہ نہ لاکر سہمی ہوئی ایک ایک قدم ہٹنے لگی۔ وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ وہیں کھڑا مستقل نظروں سے اس کی طرف دیکھے جاتا تھا۔ دفعتاً اس نے چابک اٹھا کر گھٹنے کی ٹیک سے دو ٹکڑے کردیا۔ اور وہ ٹکڑے لاپروائی سے فرش زمین پر ڈال دیئے۔

مسکہ کا خوف اور بڑھا۔ اس نے کانپتے ہوئے دونوں ہاتھ بے تاب نرم کو آگے

پھیلا دیے۔

"جانے دو۔ جانے دو۔" اس نے خوف زدہ لہجہ میں کہا "میں ہاتھ جوڑ کر منت کرتی ہوں اب میں آپ کے کار آمد نہیں ہو سکتی۔ میری زندگی مجھے دے دو۔ اور۔۔ جانے دو۔ میں کسی دور مقام میں جا کر اپنی زندگی علیحدہ گذار دونگی۔ اور وعدہ کرتی ہوں۔ یہ حال کسی سے نہ کہوں گی۔۔۔"

اس کا فقرہ ایک دردناک آہ پر ناتمام رہ گیا کسی منتقم دیو کی مانند چپ چاپ کھڑا فوہی برابر اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔

"آہ۔ تم ایسے بے رحم کیوں ہو؟" اس نے کانپتے ہوئے ایک صوفہ پر بیٹھکر کہا "کیوں میری طرف ان تیز نظروں سے دیکھتے ہو؟"

"اس لئے" فوہی نے معمول سے بہت نرم لہجہ میں جواب دیا۔ "اس لئے کہ تم خوبصورت ہو۔ ایسی خوبصورت ہو جیسی کبھی کوئی عورت نہیں ہوئی۔ میرے طبقہ عالیہ میں حسین عورتیں بہت ہیں۔ کیونکہ وہی ہمارے لئے فائدہ مند ہو سکتی ہیں۔ مگر سچ کہتا ہوں۔ تمہارے برابر خوبصورت ان میں ایک بھی نہیں ہے۔۔۔ مسکہ۔ مسکہ۔ میں تیری زندگی کو خواب راحت بنانا چاہتا ہوں۔"

وہ شدت خوف سے چونکی۔ پھر مری ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

"معاف کرو میں اس اشارہ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"نہیں سمجھی۔ حالانکہ اس میں کوئی بات مشکل نہ تھی۔ آج تک میں نے تمہیں شہزادیوں کی طرح رکھا ہے۔ مغرب کے بہترین لباس اور بیش بہا زیور تمہارے لئے مہیا کئے ہیں۔ مگر ان میں سے کوئی اس قومی لباس یا ان دلکش مشرقی زیوروں کا مقابلہ نہیں کرتا۔ جو آج تم نے میری درخواست پہ پہنا۔ پیرس۔ لندن۔ نیویارک۔ فیشن کے تین مرکزوں میں ایک عورت ایسی نہیں جو تمہاری اس دلفریبی کا مقابلہ کرسکے۔ اس میں شک نہ

ادائے فرض میں بعض اوقات تم کو گندے لباس پہننے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ مگر۔۔۔"

مسکہ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی اس تقریر کا انجام کیا ہوگا۔ مگر غیبی احساس کہتا تھا کوئی عجیب پرخوف واقعہ ظہور میں آنے والا ہے۔

"مگر جو ہو چکا اسے جانے دو" فوہی نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "آج اس بے رحم چابک کو توڑنے کا وقت آگیا۔ وہ وقت آگیا جب میرے رعب و اقتدار کا خاتمہ ہوتا ہے۔ آج کے نظارہ نے میری بزرگی کو خاک میں ملا دیا تمہارا حسن میری فضیلت پر غالب آچکا۔۔۔ مسکہ آج سے محمود ایاز کا غلام بنتا ہے۔۔۔"

وہ اب بھی حیرت کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ مری ہوئی آواز میں کہنے لگی "خدا جانے یہ نیا فریب کیا معنے رکھتا ہے۔"

فوہی بولا "جیسا تم نے کہا تھا میرے ملک میں عورت بے شک مرد کی غلام ہوتی ہے۔ مگر ہمارے درمیان حاکم و محکوم۔ خادم و مخدوم کا رشتہ ٹوٹ چکا۔ میں تمہیں اپنا رفیق بنانا چاہتا ہوں۔ کامل آزادی اور خود مختاری تمہارا حق سمجھی جائے گی۔ جو کچھ میرے پاس ہے اور تم جانتی ہو ساری دنیا میرے اختیار میں ہے۔ اس کا نصف تمہارا ہوگا۔ تمہاری جگہ ہفت کوہ عالم کے تخت پر ہوگی۔ مجھ سے آنکھ ملا کر دیکھو۔ میں جھوٹ نہیں کہتا۔"

مگر وہ سہمی ہوئی اور پیچھے ہٹی جاتی تھی۔

"نہیں۔ نہیں۔۔۔ میں ڈرتی ہوں۔۔۔"

فوہی اس کے پاس گیا۔ اور اس قرب نے مسکہ کی طاقت استقلال بالکل ہی سلب کر دی۔ اعضا سن ہوگئے۔ زبان تالو سے لگ گئی۔

"مسکہ۔ ناحق اتنا ڈرتی ہو" اس نے کہا "تیرے لئے میں راحت کماؤں گا۔ ۔۔۔ کچھ نہیں چاہتا جس نے زندگی کے پانچوں بھید جان لئے۔ جو اپنی خواہشوں پر غالب آچکا۔ اس سے

خوف زدہ ہونے کی کیا حاجت ہے؟ بڑی خوش نصیبی تھی کہ ایسا آدمی مجھ سے اپنی زندگی کا حصہ دار بننے کی درخواست کرتا ہے۔ ورنہ تو جانتی ہے میرے منہ سے نکلا ہوا ہر ایک لفظ حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں"

اس کا سکون کتنا خوفناک تھا۔ سبز نقاب کے اندر سے اسکی نگاہ سورج کی تیز کرنوں کی مانند خارج ہوتی تھی۔ بتدریج ہلکی ہوتی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔

"مگر ایک کمزوری ہر انسان میں پائی جاتی ہے۔ دیوتا بھی اس کمزوری سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اس لئے میں ایک مرد کامل اگر اس کا شکار ہوتا ہوں تو جائے حیرت نہیں۔ اس کے باوجود میں جبر نہیں کرتا۔ کیونکہ راحت وہی کامل سمجھی جاتی ہے جس میں آرزو اور رغبت داخل ہو۔ آہ۔ تم بے مثل ہو۔ مجھ سے پہلے ہستی ہو جس نے تمہارے سوا کبھی کسی کے آگے سوال نہیں کیا۔ مسکہ میری درخواست نامنظور نہ کر۔"

اس کی آہنگ دار آواز میں ہلکی تھرتھراہٹ پائی جاتی تھی۔ اس کے سکون عظیم کا خلل بے حد خوفناک تھا۔ لمبے زرد ہاتھ آگے پھیلائے وہ قدم قدم بڑھ رہا تھا۔ حتیٰ کہ لرزہ بر اندام مسکہ پر جھک کر کھڑا ہو گیا۔ بے اختیاری میں اسکی نظریں خوفناک آنکھوں کی طرف اٹھیں جن کی تیزی کو موٹی سبز نقاب بھی چھپا نہ سکتی تھی۔ مسکہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اب وہ اس آدمی کی طرح جو حالت خواب میں چل رہا ہو بالکل بے حرکت تھی۔ ایک لمحہ وہ اسی حالت میں کھڑا رہا۔ اس کے بعد جوش کا طوفان تمام ہوا۔ بے وحشت انداز سے مسکہ کے ہاتھ پکڑ کر اس نے کہا۔

"مسکہ تیری آنکھیں مجھے دیوانہ بناتی ہیں۔ آج اپنی زندگی میں پہلی بار معلوم ہوا کہ دنیاوی عظمت بے حقیقت سراب اور ساری کامیابیاں محض خواب ہیں۔ حسن ازلی ہے عشق ابدی۔ ان خوشنما گورے بازوؤں میں ایک ثانیہ قید ہونا بس افلاک کی بادشاہت ہے۔ مسکہ، مسکہ یہ تیری دید میری آنکھوں کو چکا چوند کرتی ہے۔ تیرے ہونٹ طاقت دیتے

ہیں۔ تیرے حسن کی شراب دماغ کو مخمور کر رہی ہے... انکار نہ کر۔ مان لے...

اس زبردست قوت ارادی سے مجبور ہو کر جس کا اخراج فوبی کی آتش ریز آنکھوں سے ہوتا تھا۔ بے بسی کی حالت میں مسکہ نے سر اٹھایا اور رفتہ رفتہ اس کے چہرہ کی رنگت بدلنے لگی خوف کے آثار اس طرح مٹ گئے گویا کسی نے جادو کے برش سے دھو دیئے۔ اب ان کی جگہ اطمینان نے لے لی۔ اور ایک دلفریب تبسم۔ وہ جس کے لئے مشرق کا حسن مشہور ہے۔ مگر عنابی ہونٹوں پر نمودار ہوا۔ آہستہ۔ بہت آہستہ مسکہ کا چہرہ اٹھا۔ اور فوبی کا جھکا۔ مگر عین اس وقت جب دونوں کے لب پیوست ہوا چاہتے تھے۔ فوبی کے منہ سے غصہ کی چیخ نکلی اور اس نے مسکہ کو زور سے دھکیل کر پیچھے ہٹا دیا۔

"حرص و ہوا کے ناپاک بندے" اس نے اپنے آپ سے کہا "یہ رعائت تیری ذات کے لئے نہیں محض اس طاقت کے لئے ہے جس سے تو اسے مجبور کرتا ہے۔ قابل نفرت ہے وہ پیار جو محض جبر سے حاصل کیا جائے۔ لعنت زدہ ہے وہ خوشی جس کے لئے ایسے وسائل استعمال کرنے کی حاجت ہو۔ محبت اگر صادق نہیں تو بیکار ہے۔ سچی محبت عورت کی طرف سے نذر ہوتی ہے۔ خراج میں نہیں لی جا سکتی۔"

ایک ہلکی آہ۔ ایک مدھی کراہٹ مسکہ کے منہ سے نکلی۔ اس کے بعد غش کر کے صوفہ پر لیٹ گئی۔ فوبی چپ چاپ اور بے حرکت اس کے سرہانے کھڑا تھا۔ اس کا خوفناک سکون از سر نو بحال ہو گیا۔

"یہ ایک خوفناک حقیقت ہے۔" اس نے رنج کے تلخ لہجہ میں کہا "کہ دنیا فتح کرنے کی دھن میں میں نے اپنے پیدائشی حق کو خیرباد کہہ دیا۔ مرد کی سب سے بڑی فتح وہ ہے۔ جو عورت کے دل پر حاصل کرے۔ ورنہ ساری سکندری ہیچ ہے۔ جن لبوں کو میں جبر سے اپنی طرف کھینچتا ہوں۔ وہ خوشی سے دوسرے کو پیش کئے جاتے ہیں۔ آہ۔ یہ میری کامیابی کا انجام ہے"

وہ آہستہ ٹہلتا ہوا اس گھنٹہ کے پاس گیا جو دروازہ کے پاس لٹک رہا تھا اور زور سے بجایا

باب ۴

تیسری مرتبہ ... قربانی

دروازہ کھلا اور چندو لال داخل ہوا۔ مسکہ کے حواس بحال ہو چکے تھے۔ مگر چہرہ بدستور اذیت کے آثار لئے ہوئے تھا۔ فوہی چپ چاپ بازو پیٹے دروازہ کی طرف پیٹھ کئے کھڑا تھا۔

چندو لال نے داخل ہو کر نقاب پوش چینی کو سلام کیا۔ مگر اس صوفے کو جہاں کانپتی ہوئی مسکہ وحشت آمیز آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ نظر انداز کر دیا۔

کسی نامعلوم چھٹی حس سے فوہی کو چندو لال کے آنے کی خبر ہو گئی۔ اس کے سلام کا جواب دیئے بغیر اس نے کمرہ کے ایک حصہ میں رکھی ہوئی بانس کی چھڑوں کی طرف اشارہ کیا۔

چندو لال کا چہرہ ہر طرح کے آثار سے خالی تھا۔ کسی متحرک بت کی طرح اس نے وہ چیز جس کا فوہی نے اشارہ کیا تھا۔ اٹھالی۔

"سمجھتے ہو؟" خوفناک چینی نے پوچھا۔

چندو لال نے ادب سے سر جھکایا۔

"سرکار کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔"

"آہ۔ خداوندا!" مسکہ نے خوف زدہ ہو کر چیختے ہوئے کہا۔ "یہ کیا ظلم ہے ... تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"مسکہ آرام کر۔ تو ان باتوں کو نہیں سمجھتی۔" فوہی نے کہا۔

پھر چندو لال سے مخاطب ہو کر۔

"جب تک گھنٹہ بجنے کی آواز سنائی نہ دے ... سمجھے؟"

چندو لال چپ چاپ آلۂ اذیت لیکر چلا گیا۔ مسکہ کی طرف اس نے ایک بار بھی نہیں دیکھا۔ اس کے جاتے ہی مسکہ گھبرا کر اٹھی اور دروازہ کی طرف گئی۔ فوہی رستہ روک کر

کھڑا ہو گیا۔

"مسکہ۔ پیاری مسکہ" اس نے خلاف معمول نرم لہجہ میں کہا۔ "کہاں جاتی ہے؟ ادھر آ کر دیکھو یہ نازک دل طایر پربستہ کی مانند کس طرح پھڑکتا ہے۔"

مسکہ پریشان اور زرد رو سہمی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔

"تم جاؤ!" فوہی نے دونو بازو جو پہلے اس کی طرف بڑھے تھے۔ ہٹا کر پہلوؤں میں لٹکاتے ہوئے کہا "میں جبر نہیں چاہتا۔ فقط اپنا دل تیری قربان گاہ حسن کی نذر کرنا چاہتا ہوں۔ حسد، کینہ اور انتقام۔ ان کے لئے میرے سینہ میں جگہ نہیں ہے۔ میں جو کرتا ہوں ایک مقصد کے لئے کرتا ہوں۔ نہ مانو گی تو اس محبت کو جو تمہیں اجنبی ڈاکٹر سے ہے۔ ذریعہ حصول بناؤں گا۔ تم اس کی خاطر میری ہونا منظور کرو گی۔ مجھ سے جو نفرت ہے اسے ضبط کرنا پڑے گا۔"

"آہ۔ ظالم! کیا تیرے پتھر دل میں رحم بالکل نہیں ہے؟ ... کیا میں نے کہا تھا کہ مجھے تم سے نفرت ہے؟"

"منہ نہیں کہتا پر آنکھیں کہہ رہی ہیں۔ مسکہ ان خوشنما آنکھوں کی دو تصویریں میرے سامنے ہیں۔ ایک خوف و نفرت کی جو تمہیں مجھ سے ہے۔ دوسری اس محبت کی جس کا اظہار نہاں کی رخصت پر ہوا تھا... آہ! تم نے سنا؟ ..."

مسکہ وحشت و انتظار کی تصویر بنی کان لگائے سن رہی تھی۔ فوہی کی آتشبار آنکھیں سبز نقاب کے اندر سے بدستور اس کے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں۔

"ٹھیرو۔ میں دروازہ کھولتا ہوں" اس نے آگے ہو کر کہا "پھر تم اس کی آوازوں کو جس کی تمہیں "پروا" نہیں" مگر جس کے ہونٹ پیار کی لذت حاصل کر چکے ہیں۔ اچھی طرح سنو گی"

اس نے وہ دروازہ جس کی راہ سے چندو لال گیا تھا۔ کھولا۔ اور مسکہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔

مسکہ کی آنکھیں زرد چہرے کے مقابلہ میں غیر معمولی سیاہ نظر آتی تھیں۔
سوچا کہ چندو لال نے ضرور دھوکا دیا ہے۔ اسکی غداری وفا پر غالب ہوئی جتنی امیدیں اس کی ذات سے وابستہ تھیں۔ غلط نکلیں۔ یہی وجہ تھی کہ سٹوارٹ کے لیئے آلہ اذیت لے جاتے وقت نظر ملانے کی جرات نہ کر سکا۔
بدنصیب سٹوارٹ! میری حماقت، میری زود یقینی کے باعث وہ اس خوفناک مکان کے کسی حصہ میں عذاب جانکاہ کا شکار ہو رہا ہے۔
"آواز نہیں آتی؟" فوہی نے طنز کے لہجہ میں پوچھا "شائد چندو لال وہ آلہ اس کے بدن پر کس رہا ہے۔ ٹھیرو بہت جلد عمل شروع ہوگا۔"
فاصلہ پر مار کی مدھی آہنگ دار آوازیں سنائی دیں۔ پھر ایک دبی ہوئی کراہٹ ہوا کو چیرتی ہوئی آئی۔
مسکہ چونک گئی۔ مریض تپ کی مانند کانپتے ہوئے۔ وہ بے اختیار فوہی کے سامنے دوزانو ہو گئی۔ اور اس کے لباس کا ایک سرا بے تابانہ طریق سے پکڑا۔
"رحم کرو" اس نے التجائی نظروں سے کہا "وہ ایسی خوفناک مار برداشت نہیں کر سکتا... میرے خدا وہ اب تک یہیں تھا۔"
"بے شک تھا" فوہی نے جواب دیا "بھولی مسکہ۔ تو کیا سچ مچ اس وہم میں تھی کہ چندو لال اس کے فرار میں مدد دے گا؟ نہیں وہ اسکی امداد نہیں مزاحمت کرتیں کہ"
مار کی آوازیں بدستور آتی تھیں۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ درد کی کراہٹ سنائی دیتی تھی۔
"روکو۔ جانے دو میں منت کرتی ہوں" مسکہ نے چیخ کر کہا۔
"تمہیں جب اسکی پروا نہیں تو بیقرار ہونا عبث ہے۔"
"اُف میں برداشت نہیں کر سکتی" مسکہ نے لہجہ دھیما کہا "مجھ سے جو سلوک

کرنا چاہتے ہو کرو۔ مگر اسکو چھوڑ دو۔ کیا تمہارے دل میں ذرا رحم نہیں ہے؟"

فوہی نے گھنٹہ بجانے کی سوگری پیش کی۔

"رحم کا اختیار مجھ سے زیادہ تمہیں ہے۔" اس نے کہا "جب چاہو اس کی تکلیف کا خاتمہ کر سکتی ہو۔ شرط ایک ہے سٹوارٹ کو چھوڑ کر میری ہونا منظور کرو۔ گھنٹہ بجانے کے ساتھ اس کا عذاب ختم ہو جائے گا۔ مگر تم کو میری بننا پڑے گا... بولو تامل کیوں ہے؟"

ایک خوفناک چیخ غلام گردش کی فضا کو چیرتی ہوئی کمرہ میں داخل ہوئی۔

"بس! بس!..."

وہ دوڑتی ہوئی گئی۔ اور زور سے گھنٹہ بجا دیا۔ پھر لڑکھڑا کر اوندھے منہ صوفے پر گری۔ اور دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھک لیا۔

مار کی آوازیں بند ہو گئیں۔

فوہی دروازہ بند کر کے صوفے کے پاس گیا۔ اور مسکہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا مہلت چاہتی ہے؟" اس نے کہا۔ "اچھا تیری شمع حسن سے اپنا سینہ منور کرنے سے پہلے میں دفعہ دینا منظور کرتا ہوں۔ دروازہ کھلا ہے۔" اس نے لاپروائی سے کنجیاں میز پر ڈال دیں۔ "اب اپنے دل کو اطمینان دے کہ اس خوشنما چہرہ سے تکلیف کے آثار مٹ جائیں اس کے بعد۔ تھوڑی دیر تک..."

اس سے وہ دروازہ جس کی راہ سے داخل ہوا تھا کھولا اور چلا گیا۔

مسکہ چھپی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے جانے پر گھبرا کر اٹھی۔ دانت بھیچ گئے۔ چہرہ آثار اذیت سے بگڑ گیا۔ پریشانی کے عالم میں بے مدعا کمرہ کے چاروں طرف پھرنے لگی۔ کبھی میز پر رکھی ہوئی عجیب چیزوں کو دیکھتی اور کبھی دروازہ کی طرف نظر ڈالتی۔ بہت دیر اس شاہانہ دار کرسی کی طرف دیکھتی رہی جس کے پہلو میں چھوٹا سا گھنٹہ تھا۔

پھر کراہتے ہوئے کہنے لگی۔

"چندو لال چندو لال۔ تجھ سے یہ امید نہ تھی" پھر منہ کے بل صوفے پر گر کر سسکیاں لیتے ہوئے رونے لگی۔

شدت جوش سے سارا بدن کانپتا تھا۔ متلاطم سینہ کی حرکت جسم کے ہر حصہ میں نظر آتی تھی۔

بڑی آہستگی اور احتیاط کے ساتھ قریبی دروازہ ایک ایک انچ کر کے کھلا۔ اور چندو لال نے سر بڑھا کر اندر دیکھا۔

کمرہ خالی تھا۔ مسکہ کے سوا کوئی نظر نہیں آیا۔

وہ تیز چلکر صوفے کے پاس گیا۔ اور جھک کر نرم لہجہ میں کہنے لگا۔ "مسکہ"

اس آواز کو سن کر مسکہ اس طرح اچھلی گویا سانپ نے ڈس دیا ہے۔ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور دونوں ہاتھ خوف سے آگے پھیلائے۔ پھر چندو لال سے پیچھے ہٹی۔ اب اس کی آنکھیں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں۔

"تم! تم!" اس نے دبے ہوئے جوش کے لہجہ میں کہا "جاؤ۔ نہ مجھ سے بولو۔ نہ میری طرف دیکھو۔ نہ میرے پاس آؤ۔ بے وفا۔ بے رحم۔ تو نہیں جانتا مجھے تم سے کیسی نفرت ہے۔"

"مسکہ! مسکہ!" اس نے التجائی آواز میں کہا "تیری باتیں میرا دل و جگر برماتی ہیں تیرا غصہ مجھے ہلکان کرتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتی...؟"

"جا۔ جا۔ میں نہیں سنتی۔" وہ زیورات سے ڈھکی ہوئی انگلیوں کو تشنجی انداز سے بند کرتی اور کھولتی۔ دیوانہ وار اس کی طرف دیکھتی پیچھے ہٹی جاتی تھی۔

"مسکہ! دیکھ تیری دی ہوئی نشانی میرے پاس ہے۔" چندو لال نے سنہری زنجیر دکھاتے ہوئے کہا "کیا نہیں سمجھی؟ افسوس اپنے خادم سے اتنی بدگمانی۔ وہ لاکھ میں تیرے اشارہ پر دولت تک دینے کو تیار ہوں۔ وہ... ڈاکٹر سٹوارٹ کبھی کا جا چکا..."

جا چکا... رخصت ہو گیا چند دلال۔ سچ کہتے ہو؟"

اس آدمی کی طرح جس کی آنکھیں تیز روشنی سے چندھیا گئی ہوں مسکہ نے دونو ہاتھ منہ کی طرف اٹھائے۔ چند دلال پرغضب انداز سے کمرہ کے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

دبے ہوئے نرم لہجہ میں جس کے اندر شوقِ عظیم دبا ہوا تھا۔ اس نے کہا "کیا میں نہیں کہہ چکا کہ تیرے اک اشارہ پر میری جان تک حاضر ہے۔ پھر اس بدگمانی کا کیا مطلب؟ ڈاکٹر سٹوارٹ کبھی کا جا چکا۔ وہ شاید ان دوستوں سے مل چکا ہے۔ جو اس جگہ کی تلاش میں ساحل دریا کو کھوند رہے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ وہ لوگ بہت جلد آ جائیں گے۔"

مسکہ جوشِ عقیدت سے اس کے سامنے دوزانو ہو گئی۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگی "چند دلال۔ میرے سچے محسن اور رفیق معاف کر۔" اس کی آواز تھرا گئی۔ "مجھے اس بدگمانی کے لئے معاف کر دے۔"

چند دلال نے اس کو سہارا دے کر کھڑا کیا۔

"مسکہ اٹھو۔ یہ حالت تم کو زیب نہیں دیتی۔ یہ ذرا سی خدمت کیا چیز ہے۔ تم جو حکم دیتیں اسکی تعمیل کی جاتی۔ مگر یاد کرو۔ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ اسکی... تم سمجھتی ہو... اسکی نظر تم پر ہے۔ کیا اب میرے کہنے کا باور آیا؟ تم سمجھتی تھیں اذیت ڈاکٹر سٹوارٹ کو دی جاتی ہے؟ نہیں وہ کراہٹ لوہے میری تھی۔ جو تم نے سنی۔ خواہی کے متعلق میرے ارادوں سے تم اچھی طرح واقف ہو۔" چھپا ہوا چاقو نکال کر "یہ چیز بہت جلد میرا... اس کا فیصلہ کرے گی۔ میں صرف وقت اور موقعہ کا منتظر ہوں۔"

چاقو ہاتھ میں لیکر اس نے مجذوبانہ انداز سے ہوا میں اٹھایا۔ اور پرجوش لہجہ میں آواز لگائی "جے بھوانی!"

مسکہ ڈر کر ہٹ گئی۔ مگر چند دلال نے فوراً چاقو چھپا کر مسکہ کی دی ہوئی زنجیر کو ادب سے بوسہ دیا۔ پھر لرزتے ہوئے جھک کر دبی آواز سے کہا۔

"مسکہ میری بدقسمتی ہے کہ تیرے دل میں اس آتشِ محبت کا ایک شرارہ بھی نہیں جو

میرا سینہ پھونک ہی ہے۔ میں تجھ کو چاہتا ہوں۔ تو کسی اور کو چاہتی ہے۔ اور اس طرح مجھے اپنی آرزو بر آنے کی کوئی امید نہیں۔ مگر کچھ ہو۔ میں تیری وفا کا اظہار کر چکا۔ اسکو پورا کرنا میرا فرض ہے ایک راز جو قاہرہ والے مکان میں مجھ کو معلوم ہوا تھا۔ اور جسے آجتک تم سے چھپایا گیا ہے میں اب ظاہر کرتا ہوں۔ زندگی تمہاری اپنی ہے۔ موت کا خوف محض ایک دھوکا تھا۔" اور آگے جھک کر" وہ بے شک اپنی سوئی تمہارے نازک بازوؤں میں گھونپتا رہا ہے۔ مگر اس سوئی میں دوا نہ ہوتی تھی۔ نہ سبز محلول میں کوئی تاثیر ہے۔ ایک بے ضرر عرق تھا جو اس فریب کو مکمل کرنے کے لئے تم کو پلایا جاتا تھا۔۔۔"

"چندو لال۔۔۔"

وہ پھر لڑکھڑائی اور سہارے کے لئے ہندوستانی کا بازو پکڑ لیا۔

"جاؤ۔ جدھر سٹوارٹ گیا ہے۔ تم ہی جاؤ۔ ایثار عشق صادق کا معیار ہے۔ تمہاری راحت کے لئے میں اپنی راحتوں کو خوشی سے قربان کرتا ہوں۔ جاؤ میں انتظام کر دوں گا۔ کہ تمہارا پیچھا نہ کیا جائے۔"

"نہیں۔ نہیں" مسکہ نے انداز تشکر سے دیکھتے ہوئے جواب دیا "میں نہیں چاہتی۔ کسی کی جان ضائع ہو۔۔۔ اسکی بھی نہیں۔ تم میرے ساتھ چلو۔"

"آہ۔ تم نہیں جانتی ہو۔ اس کا زندہ رہنا کتنا خطرناک ہے۔ وہ اگر بچ گیا۔ اور اس کو معلوم ہوا۔ تم میری مدد سے فرار ہوئی ہو۔ تو میں کہیں بچکر نہ جا سکوں گا۔ اسکی خوفناک سبز آنکھوں میں وہ طاقت ہے جو ہزارہا میل کے فاصلہ سے مجھ کو کھینچ لائے گی۔ نہیں مجھے اس پر وار کرنا ہی پڑے گا۔"

مسکہ نے ایک لمحہ انتظار کیا۔ پھر کہنے لگی۔

"اس صورت میں میں بھی نہ جاؤں گی۔ چندو لال میرے سچے رفیق۔ میں یہیں تمہارے پاس ٹھہرتی ہوں۔ ہم دونوں اس جگہ رہ کر اس وقت کا انتظار کریں گے۔ جبتک کہ کلی کی گھنٹیوں

کی آواز پتہ دے گی کہ پولیس کے آدمی مکان کی حد میں آ گئے ۔"

"آہ مسکہ!" چندولال نے کہا ۔ اب اسکی نگاہ سے خوف عظیم ظاہر ہوتا تھا "تم بیشک ہوشیار ہو ۔ مگر اسکی عیاری سب سے بڑھی ہوئی ہے ۔ میں ڈرتا ہوں ۔ تمہارے یہاں رہنے کا نتیجہ اچھا نہ ہو گا ۔ سجاد ! ابھی وقت ہے ..."

ایک ہلکی آواز مسکہ کے کانوں میں پہنچی ۔ کانپتی ہوئی انگلی کو ہونٹوں سے لگا کر اس نے آہستگی سے چندولال کو غلام گردش میں دھکیل دیا ۔

"وہ آتا ہے ۔" کہنے لگی "میرے وفادار دوست ۔ اگر میں آواز دوں تو آنا ... مگر امید ہے وہ لوگ بہت جلد مدد کے لئے آجائیں گے ..."

اتنا کہہ کر دروازہ بند کر دیا ۔

باب ۵

ڈاکٹر سٹوارٹ کا فرار

سٹوارٹ مسکہ سے جدا ہو کر رخصت ہوا ۔ تو اس کا دل زور سے دھک دھک کر رہا تھا ۔ متضاد خواہشیں سینہ میں تلاطم پیدا کر رہی تھیں ۔ ایک طرف مسکہ کی تعمیل کا خیال تھا ۔ دوسری جانب اپنے ویران مستقبل کا سخت پریشانی کی حالت میں لمبی غلام گردش طے کر کے اس کے سرے پر پہنچ گیا ۔ آگے چھوٹا سا زینہ تھا ۔ اس سے اترا تو دائیں طرف ایک اور رستہ نظر آیا ۔ زینہ کے پاس سنتغی لمپ جل رہا تھا ۔ اسکی روشنی میں دیکھا کہ دوسری گلی کے سرے پر ایک دھندلی صورت کھڑی ہے ۔

ایک لحہ اس نے تامل کیا ۔ اور وہیں کھڑا ہو کر سہمی ہوئی نظروں سے اسکی طرف دیکھنے لگا معلوم ہوا چندولال ہے ۔ پھر پاس جا کر مسکہ کی نشانی پیش کی ۔ چندولال نے اسکو بڑے ادب

کے ساتھ دونو ہاتھوں میں لے لیا۔

اس خوشنما سنہری زنجیر کو دیکھ کر وفادار ہندوستانی کی آنکھوں میں غم کے آثار پیدا ہو گئے دیر تک اس کو ہونٹوں سے لگائے رکھا۔ پھر سپید کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال کر سٹوارٹ کی طرف دیکھا۔ مگر اب ان غمگین آنکھوں میں بھرے ہوئے شیر کی تندی پائی جاتی تھی۔

"آؤ" اس نے کہا اور سٹوارٹ کے آگے ہو لیا۔

تھوڑی دور جا کر بند دروازہ تھا۔ چند ولال نے اسے کھولا۔ اور دونو ایک وسیع باغ میں پہنچے جس کی ویرانی اس بات کی علامت تھی۔ کہ کوئی اس کا نگران نہیں۔ آسمان پر کالے بادل چھائے ہوئے تھے۔ چاند ان کے پردہ میں چھپ گیا تھا۔ گھپ اندھیرے میں چند ولال چپ چاپ گردن جھکائے سٹوارٹ کے آگے چلتا گیا۔ اور ایک بار بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اونچے میوہ دار درختوں کے سایہ میں چلتے ہوئے دونو ایک دیوار کے پاس پہنچے۔ اس جگہ ایک اور بند دروازہ تھا۔ چند ولال نے اسے بھی کھولا۔ اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"گلی کے سرے پر بائیں طرف مڑنا۔ آگے دریا آئے گا۔ اس کے کنارے پر مکان ہیں۔ وہاں تم ان سے مل جاؤ گے" یہ اسکے رخصتی الفاظ تھے۔

"دوست میں زندگی بھر تیرا احسان مند رہوں گا" سٹوارٹ نے دلی جوش سے کہا۔

"جا۔ میرے احسان کا ذکر مت کر" چند ولال نے غصہ کے لہجہ میں جواب دیا۔ "تجھ پر میرا احسان کچھ نہیں ہے۔"

سٹوارٹ خجل ہو کر مڑا اور ویران گلی میں چلنے لگا۔ صرف ایک بار اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہ اندھیرے میں چند ولال کے ہاتھ میں کوئی چیز چمکتی ہوئی نظر آتی تھی۔ مگر چمک سونے کی نہیں۔ فولاد کی تھی!

موڑ سے گذر کر اس نے بے تحاشا دوڑنا شروع کیا۔ وہ نہتا اور کمزور تھا اور چند ولال کی سیاہ آنکھوں کا انداز شک و بدگمانی پیدا کرنے والا۔ کیا عجب پیچھے سے آکر وار کر دیتا

چاند نے ایک لمحہ کو بادلوں سے سر نکالا تو سٹوارٹ نے اس کی مقابیت سے جانا کہ رات آدھی سے زیادہ گذر گئی ہے۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ کوئی چیز حرکت کرتی نظر نہ آتی تھی۔ گلی کے ایک جانب اونچی باڑ۔ دوسری طرف پختہ دیوار تھی۔ دیوار کے پیچھے وہ مکانات تھے جن کے ایک حصہ سے وہ اس مشکل سے بچ کر آیا تھا۔ پانی سے بھیگی ہوئی سرد ہوا قرب دریا کی خبر دیتی تھی۔ دس قدم چل کر ٹمیز کے ساحل پر پہنچ گیا۔

پہلے کا تھکا ماندہ تھا۔ دوڑنے سے حلق خشک ہوگیا۔ دکھتی ہوئی گردن میں درد کی ٹیس اٹھ رہی تھی۔ کائی سے ڈھکی ہوئی دیوار کا سہارا لیکر دم لینے کو کھڑا ہوگیا۔ اور جدھر سے آیا تھا اس اندھیری گلی کی سمت میں دیکھنے لگا۔

کوئی متنفس نظر نہ آتا تھا۔ ساحل دریا سے پانی ٹکرانے کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

وہ کنارے پر بیٹھ کر دریا کے سرد پانی سے گلا دھونا اور پیاس بجھانا چاہتا تھا۔ مگر امید و بیم کا مشترک احساس آگے چلنے کو اکسانے لگا۔ ساحل کی تنگ راہ پر چلتا اس طرف ہولیا۔ جدھر درختوں کے پیچھے سرخ چھت کے مکان نظر آتے تھے۔ چندو لال نے انہی مکانوں کا پتہ دیا تھا۔ جب کافی دور چلکر بھی پولیس کا کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ تو کوئی اس قسم کی آواز سننے کو کھڑا ہوگیا جس سے معلوم ہوتا وہ لوگ کہاں ہیں۔ مگر آگے اور پیچھے ہر طرف خاموشی تھی۔ دور و نزدیک کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

ماضی و مستقبل دونو کو نظر انداز کرکے جن میں سے ایک کی راحت بخش یاد جانگداز اور دوسرے کی دھندلی تاریکی یاس انگیز تھی۔ وہ پھر آگے چلنے لگا۔ اندھیرے میں دیکھنے سے آنکھیں دکھنے لگیں۔ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا۔ گرد و نواح کے حالات سے بے خبر آگے ہی آگے چلا جاتا تھا۔ ناگاہ کسی آدمی نے جو اونچی جھاڑی کے سایہ میں چھپا ہوا تھا۔ وار کیا۔ حملہ بے خبری میں ہوا تھا۔ سٹوارٹ بے بس ہوکر زمین پر گر گیا۔

"چپ! خاموش!" حملہ آور نے کہا۔ "بولا تو سر توڑ دوں گا۔"
سٹوارٹ نے سہمی ہوئی نظروں سے حملہ آور کے سرخ چہرہ کو دیکھا۔ پھر بولا۔
"کون! سادری؟"
گرفت ڈھیلی ہو گئی۔
"ارررا تم... ڈاکٹر سٹوارٹ؟"
جھاڑی کے پیچھے ایک آدمی اور چھپا ہوا تھا۔ جلدی سے باہر آ کر کہنے لگا۔
"پھر کہنا!... ڈاکٹر سٹوارٹ؟"
یہ گیسٹن میکس تھا!
"میکس!" سٹوارٹ نے لڑکھڑاتے ہوئے اٹھ کر کہا "میکس!"
"واللہ کیا عجیب اتفاق ہے۔ کہ دو مردہ آدمی آپس میں ملتے ہیں۔" گیسٹن میکس نے ہنس کر کہا۔ پھر سٹوارٹ کے دونوں ہاتھ جوشِ اشتیاق سے پکڑے۔ اور بھرائی ہوئی آواز سے کہنے لگا "خدا کا شکر ہے تم مل گئے۔"
سٹوارٹ حیران و سراسیمہ اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ زبان بند تھی۔ بدن ہل رہا تھا۔
"میں نے سنا تم کو قتل کر دیا گیا تھا۔" میکس نے اسی طرح ہاتھ پکڑے ہوئے سٹوارٹ سے کہا "معلوم ہوتا ہے۔ ایسی ہی غلطی تم کو میری نسبت لگی ہے۔ جانتے ہو کس چیز نے مجھے اس خوفناک واردات سے بچایا جسکے شیطان کی پیڈیں لئے!"
"اتنا ہی جانتا ہوں کہ تمہارا سر کسی حبشی کے سر سے مضبوط ہے۔" سٹوارٹ نے مری ہوئی آواز سے کہا۔
"میری کھوپڑی اس لحاظ سے بندر کے سر سے ملتی ہے۔" میکس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "پر ڈاکٹر تمہاری شاہ رگ بھی تو شاید فولاد کی بنی ہے۔ ورنہ اس خوفناک پنجہ کی گرفت سے جانبر ہونا آدمی کی طاقت سے باہر ہے۔ تم یقین کرو خوش ہو گے کہ میگل کو آج

صبح ڈوور جانے والی ٹرین میں گرفتار کر لیا گیا۔ اور آہ ونگ فو کو اس کے چند گھنٹے بعد ٹابری کے گھاٹ پر۔ گویا ہم دونوں کا بدلہ لے لیا گیا۔ مگر آؤ۔ وقت کم ہے ...."

اس نے جیب سے برانڈی کی شیشی نکال کر پیش کی اور کہا۔

"بے شک تم نے سخت تکلیف اٹھائی ہے۔ مگر یہ بتاؤ کیا "بچھو" کا مسکن دیکھا؟"

"دیکھا۔ خوب دیکھا" سٹوارٹ نے برانڈی کا لمبا گھونٹ پینے کے بعد جواب دیا۔

"لیکن ڈنبر کہاں ہے؟ ہمیں بہت جلد اس کے مکان کا محاصرہ کر لینا چاہیئے۔ ورنہ بچ کر نکل جائے گا۔"

"ایک بار وہ چنڈو خانہ سے بچ گیا تھا۔ اب بھی پھر ایسا ہو۔" میکس نے کہا "جانتے ہو اس جگہ کیا حالات پیش آئے تھے۔ ان لوگوں نے تہ خانوں کے پاس دریا کی کھاڑی میں موٹر کشتی چھپا رکھی تھی۔ وہ کسی وقت کشتی کو آسانی سے کھینے دریا تک جو ۵۰ گز کے فاصلہ پر بہتا ہے لے جا سکتے تھے۔ اس روز وہ لوگ اندھیرے میں بچ کر نکل گئے۔ مگر دو آدمی پھر بھی حراست میں ہیں۔"

"ساری خطا میری تھی" ساوربی نے تسلیم کیا "جب پہلا چینی باہر نکلا۔ تو میں نے فوراً اس کو پکڑنے کی کوشش کی۔ مگر پوری طرح قابو نہ کر سکا۔ اس پر کم بخت نے زور کی چیخ ماری جسے چنڈو خانہ کے بڈھے چینی نے سن لیا۔ اسی سے سارا کام بگڑا۔"

"مگر میری حالت میں تم نے خوب صفائی برتی" سٹوارٹ نے طنز سے کہا۔

"اس لئے کہ پھر وہی غلطی کرنا منظور نہ تھا" ساوربی نے جواب دیا۔

"کیا بات ہے؟ یہ شور کیا معنی رکھتا ہے؟" اندھیرے سے کرخت آواز سنائی دی۔

"ہیلو دوست ڈنبر آ گئے" میکس نے کہا۔

کئی سپاہیوں کو ساتھ لئے ڈنبر نمودار ہوا۔ پہلے اس نے سٹوارٹ کو نہیں پہچانا اور کہنے لگا۔

"آس پاس کے سب لوگوں کو جگا دو گے کیا؟ سنو سارجنٹ میں نے تحقیق کر لیا وہ
بڑا مکان جس کے گرد پختہ دیوار نظر آتی ہے۔ اسی میں ہمارا شکار پوشیدہ ہے... ارے!
کون! اسٹوارٹ؟"

وہ مصافحہ کیلئے ہاتھ پھیلائے آگے بڑھا۔ اور جو نصیحت اوروں کو کر رہا تھا۔ اسی
کو نظر انداز کر کے پرشور لہجے میں بولا۔ "دوست ہم تو تمہاری طرف سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے
... شکر ہے پھر مل گئے۔"

"شکر ہے۔ مر مر کے جینا نصیب ہوا" سٹوارٹ نے کہا۔

دونوں نے زور سے ہاتھ ملائے۔

"آپ نے میرا وہ بیان غالباً پڑھ لیا ہوگا۔ جو لفافہ میں بند تھا؟" سٹوارٹ نے پوچھا
"پڑھ لیا" انسپکٹر ڈنبر نے اسکی طرف تیکھی نظروں سے دیکھ کر جواب دیا۔ "اور اس
بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ تم کن خطروں سے بچے ہو۔ میں تمہیں دل سے معاف کرتا ہوں۔
کاش اس مکان کا حال پہلے معلوم ہوتا..."

"انسپکٹر ڈنبر" کیپٹن میکس نے سٹوارٹ کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔ "شمع کو دیکھ کر
پروانہ اکثر بے اختیار ہو جاتا ہے۔ تم نے زہرۃ النحلا کو نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا ہے۔ اس
لئے بے تامل اپنے دوست کو معاف کرتا ہوں۔"

سٹوارٹ ان باتوں کو سن کر شرمندہ ہو رہا تھا۔ خجالت مٹانے کو گفتگو کا رخ بدل کر
کہنے لگا۔ "یار وقت کم ہے۔ اس وقت گھر میں فقط تین آدمی ہیں۔ مسکہ جس کا نام زہرۃ النحلا
بھی ہے ہندوستانی چندولال اور... فوجی..."

"یعنی بچپے؟" میکس نے ٹوک کر پوچھا۔ "کیوں؟"

"ہاں یہ جو۔ بہرحال۔ فوجی ایک ہی آدمی کے نام ہیں" سٹوارٹ نے جواب دیا۔ "چندولال
نے مسکہ کو تسخیر کیا ہے پر کسی نامعلوم وجہ سے مجھکو فرار میں مدد دی۔ اور مسکہ کی خواہش تھی کہ ہم

لوگ بہت جلد مکان پر دھاوا بول دیں۔ مسکہ اور چیندو لال کو آپ لوگ اپنے ساتھ سمجھیں"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔" کیپٹن میکس نے کہا۔

"اب ہمارا کامیاب ہونا یقینی ہے۔ میرے دوستو حسین عورت کی موجودگی ایسے ہی نتیجے پیدا کرتی ہے۔ آگے کہو۔"

"جس کمرہ میں فوہی رہتا ہے۔ اس کے تین دروازے ہیں۔" سٹوارٹ نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "دو کا حال معلوم ہے۔ مگر تیسرے کی کنجی اسی کے پاس رہتی ہے۔ سنتا ہوں۔ اس دروازہ کے آگے ایک سرنگ دریا تک جاتی ہے۔ اور ایک موٹر کشتی ہر وقت تیار کھڑی رہتی ہے۔"

"آہ۔ وہی موٹر کشتی!" میکس نے کہا۔ "غالباً یہ شخص اکثر رات کو سفر کرتا ہے..."

"ہمیشہ رات کو۔ میں نے یہ بات تحقیق کر لی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بحفاظت فرار ہو سکتا ہے۔ سنا ہے جب دریائی پولیس کی کشتی پاس ہو تو انجن بند کر کے کشتی کو منجدھار سے کنارہ کی اوٹ میں لے جاتا ہے چنانچہ کل رات وہ اسی طرح بچکر نکل گیا تھا۔ مگر آج دریائی پولیس کو خاص طور پر محتاط کر دیا ہے..."

"اس کے علاوہ" سٹوارٹ نے کہا "چیندو لال جو اس کے انجینئر کی حیثیت رکھتا تھا وہ اب فوہی کا مخالف بن گیا ہے۔ وہ ضرور اس کا فرار روکنے میں مدد دے گا۔ لیکن ہمیں اپنی تیاریوں سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ کیا دریائی پولیس کی کوئی کشتی آس پاس موجود ہے؟"

"ایک ٹینے برج کے پاس کھڑی ہے۔" ڈنبر نے جواب دیا۔ "آپ اس راہ کو محفوظ سمجھیں۔"

"خیر اب جلدی کرو" سٹوارٹ نے لہجہ اضطراب میں کہا۔ "وقت کم ہے۔ اور ہمیں

درخواست کرتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو فوہی کو زندہ پکڑنے کی کوشش کرنا۔"

"ہاں ہاں" کیپٹن ہیکس نے جلدی سے کہا۔ "جہاں تک ممکن ہے زندہ ہی پکڑنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔۔۔"

سٹوارٹ کے منہ سے کراہنے کی آواز نکلی۔ وہ جانتا تھا کہ فوہی کے زندہ پکڑے جانے پر بھی اسے سکہ کی زندگی بحال کرنے کے لئے مجبور کرنا غیر ممکن ہوگا۔ اس شخص سے جسے وہ تختۂ دار پر پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مصالحت کی کونسی صورت ممکن تھی۔

"انسپکٹر ڈینر" آخر کار اس نے کہا۔ "آپ اپنے آدمی جمع کریں۔ میں خود انہیں فوہی کے مکان پر لے جاؤں گا۔ ایک بار اس مکان کے اندر پہنچ جانے کے بعد ہمیں غیر معمولی پھرتی سے کام لینا ہوگا۔ کیونکہ کمرہ کے چاروں طرف اس قسم کی گھنٹیاں لگی ہیں جن کی آواز سے اس کو وقت پر خبردار ہو کر فرار ہو جانا ممکن ہے۔"

"چلیں بھائی چلیں" کیپٹن ہیکس نے آمادہ ہو کر کہا۔ "ہمارے وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔"

چور دروازہ

چندو لال جا چکا۔ تو سکہ بند دروازہ سے ہٹ کر بے خبری میں پرشکوہ انداز سے کھڑی ہو گئی۔ سر اٹھا ہوا۔ آنکھیں تیز اور لٹکے ہوئے بازوؤں کی دونوں ہتھیلیاں باہر تھیں۔ دونوں سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ انتہائی کوشش سے ضبط کرنا چاہتی ہے۔ اس کا نازک بدن [illegible] تھا۔ کیونکہ اب مایوسیاں امیدوں میں بدل گئی تھیں۔ قبل از وقت

موت کا خوف رفع ہو گیا اور زندگی جو پہلے باب تاریک کی مانند ہیبت ناک تھی۔ راحت بخش اور پر فضا نظر آنے لگی۔ فوہی کا خوف بھی دل سے مٹ گیا۔ وہ سمجھتی تھی کہ مہلت حاصل کرنے کو فقط تھوڑی دیر اس کو باتوں میں لگائے رکھنا ضروری ہے۔ اس کے بعد وہ جس کے بازوؤں میں لپٹ کر سب خطرے مٹ جائیں گے۔ حفاظت کو پہنچ جائے گا بالفرض چینی نے سابق کی طرح پھر اپنی قوت ارادی سے مجبور کرنے کی کوشش کی تو میں چندولال کو مدد کے لئے بلا لوں گی۔

مگر آخری صورت محض انتہائی تھی۔ چندولال کے لاحاصل اور بے غرضانہ عشق کو دیکھتے ہوئے وہ اسکو آخری ایثار پہ مجبور کرنا ناپسند کرتی تھی۔ سب سے بڑھ کر اس کی خواہش فوہی کو اپنی کوششوں سے ٹالے رکھنے کی تھی۔ کیونکہ دوسری صورت میں یہ احتمال بھی تھا کہ شاید چندولال کو اپنی کوشش میں ناکامی ہو۔

ہلکی آہستگی سے دروازہ کھلا۔ اور فوہی داخل ہوا۔ لیکن وہیں ٹھہر کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے خوفناک آہنگ دار آواز میں بولا۔

"آہ جس فرحت بیز کا کیسا دلنواز منظر۔ مسکہ تو شاید کوئی حور جنت ہے جسے اپنی خطا کے بدلے اس دنیا میں بھیج دیا گیا۔ یا عہد فرعون کی بھولی ہوئی یاد ہے۔ جو اپنے حسن و المناسب سے دنیا کی نظر خیرہ کرنا چاہتی ہے۔ مسکہ دیوتا آئیسس کے سحر مہتابی کی کافر جال بیٹی ... زہرۂ انگار شگوفہ صحرائی۔ آ۔ میرے سینہ سے لگ جا۔ وقت کم ہے دشمن دروازے کھٹکھٹا رہے ہیں۔ مگر تو ان کی آنے تک میری ہے ..."

عام آہستہ چال سے میز کے پاس جا کر اس نے کنجیاں لیں۔ اور دونو دروازے اندر سے بند کر دیے۔

مسکہ نے جب دیکھا کہ چندولال کی مدد کا امکان ہاتھ سے جاتا رہا۔ تو فرط یاس سے نڈھال ہو کر صوفے پر گر گئی۔ اور چہرہ پہ پھر اضطراب و پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے۔

کئی طرح کے اندیشے اس کے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔
کیا عجب امداد کا آخری ذریعہ بھی مسدود ہو!
کیا عجب پولیس کے آدمی وقت پر نہ پہنچ سکیں!
فوہی نے دروازے بند کر کے کنجیاں میز پر رکھ دیں۔ اور صوفے کی طرف بڑھا۔
مسکہ جھٹ اٹھی۔ اور سیدھی کھڑی ہو کر پرخوف انداز سے پچھلے پاؤں ہٹنے لگی۔
فوہی نے گہری سانس لی اور کھڑا ہو گیا۔
"معلوم ہوا تیرا وعدہ محض جھوٹ تھا۔" اس نے کہا "حقیقت میں تجھ کو اب بھی میری ذات سے اتنی ہی نفرت ہے جیسی پہلے تھی۔ بہت اچھا۔" پھر کسی بھڑکے ہوئے آتش فشاں پہاڑ کے جوش سے "بہت اچھا۔ اگر میں شگوفہ محبت کو بطور نذر حاصل نہیں کر سکتا۔ تو ٹوٹے ہوئے پھل کو بطور جبر حاصل کروں گا۔ مسکہ۔ مسکہ تو مجھ سے بچ کر نہ جائے گی۔"
وہ اس کی طرف دوڑا۔ مسکہ چیخ مار کر آگے دوڑنے لگی۔ کمرہ کے وسط میں رکھے ہوئے صوفے کے گرد گھوم کر وہ دروازے کے پاس گئی۔ اور اس پہ دیوانہ وار مٹھیاں مارتے ہوئے زور سے آوازیں دیں۔
"چینڈو لال! چینڈو لال!"
مگر فوہی دوڑ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس سے بچنے کو ایک طرف مڑی۔ اور یاس آمیز لہجہ میں چلا کر کہا۔
"او رحم خدا... چینڈو لال!"
آخری لفظ ایک لمبی چیخ کی صورت میں ادا ہوا۔ اس کے بعد فوہی نے اس کو پکڑ لیا وہ نوشانوں پر زور سے ہاتھ رکھے ہوئے اس نے اسے اپنی طرف موڑا۔ اور نقاب بر ... تیز آنکھیں اسکی آنکھوں سے ملا دیں۔ ایک مدھم۔ بھرائی ہوئی چیخ مسکہ کے لبوں ... ہو کر رہ گئی۔ اس کے بعد فوہی کی زبردست قوت ارادی نے اثر انداز

ہوکر اس کو مسحور کر دیا۔ انگلیاں پھیلا کر اس نے ایک ہاتھ مسکہ کے سامنے کھڑا کیا۔ وہ بے بس ہوکر ہلنے لگی۔

"بھول جا" اس نے گہرے تحکمانہ لہجہ میں کہا۔ "بھول جا۔ میں حکم دیتا ہوں۔ تو اور میں۔ مسکہ اور فوہی ایک خالی دنیا میں کھڑے ہیں۔ میں تیرا مالک ہوں..."

"میرا مالک" مسکہ نے مری ہوئی بے اختیاری آواز سے کہا۔

"تیرا عاشق"

"میرا عاشق"

"تو اپنے آپ کو میرے حوالے کر کہ میں جو چاہوں وہ کروں۔"

"کر دیا۔ کر دیا۔"

ہپناٹزم کی ساری قوت صرف کرکے فوہی نے اپنی مشتعل آنکھوں کو اونچا کیا۔ اور مایوسانہ لہجہ میں کہا۔

"کھوئی ہوئی راحت کے خالی چھلکے۔ میرے پاس آ کہ اپنی بے ضبط خواہشوں کو پورا کروں۔ مسکہ تیرا دل ابھی تک زور سے دھڑکتا ہے۔ اور آگے میرے پاس آ..."

ایک گہری آہ کھینچ کر مسکہ نے اپنی خوشنما آنکھوں کو زیادہ کھول دیا۔ بدن کانپ رہا تھا۔ لبوں پر ہلکی مسکراہٹ تھی۔

اس وقت کھڑکی کا پردہ ہٹا۔ اور چندولال کود کر کمرہ میں آگیا۔ فوہی بے بس نازنین کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا کہ وفادار ہندوستانی تیز کھری ہاتھ میں لیے چیتے کی دبی چال سے قدم رکھتا اس کی طرف بڑھا۔

بے خبری میں وہ اس کے پاس جا پہنچا۔ بازو اٹھا اور چاقو کا تیز پھل بجلی کی طرح چمکا... اس کے بعد فوہی کو آمد کی خبر ہوگئی۔

ایک پرجوش کلمہ باس کے ساتھ اس نے مسکہ کو ایک طرف ہٹایا۔ اور وہ لڑکھڑا کر

فرش زمین پر گر پڑی ۔ چندو لال کا ہاتھ اب تک اونچا اٹھا ہوا تھا۔

سیدھا کھڑا ہو کر فوہی نے دونوں ہاتھ اس کی طرف پھیلائے ۔ ہتھیلیاں نیچی تھیں اور اس کے بازوؤں میں ہلکی لغزش پائی جاتی تھی۔ وہ انتہائی ذہنی قوت سے کام لے رہا تھا ۔ سانس کی تیزی ہوش باطنی کا پتہ دیتی تھی ۔ چندو لال نے اٹھتے ہوئے چاقو سے وار کرنے کی کوشش کی مگر فوہی سے آنکھیں چار ہوتے ہی بازو کی سکت جاتی رہی ۔ ہاتھ جس طرح ہوا میں اٹھا تھا ۔ اسی طرح اٹھا ہوا رہ گیا۔

فوہی کی طرف دیکھتا ہوا چندو لال اس پہلوان کی مانند ہانپ رہا تھا جو دوران پیکار میں حریف کے سامنے دم بہینے کو کھڑا ہو جائے۔

یکایک فوہی نے دائیں بازو کو زور کی حرکت دی اور ہاتھ اور نگاہوں کے اشارہ سے چندو لال کو پاس آنے کے لئے کہا۔

مسکہ اب تک بیہوش اور بے خبر پڑی تھی۔ اب اس نے اس طرح آنکھ کھولی ۔ جیسے کوئی خواب گراں سے بیدار ہوتا ہے ۔ پھر سانپ کی مانند سرکتی اس میز کے پاس گئی جس پر کنجیاں رکھی تھیں ۔ نگاہ ان دو خوفناک حریفوں پر جمائے ہوئے اس نے پھرتی سے کنجیاں اٹھائیں ۔ اور دوڑ کر کھلی کھڑکی سے باہر نکل گئی۔

چندو لال کی پیشانی پر پھولی ہوئی وریدیں تنی ہوئی رسیوں کی مانند نظر آتی تھیں۔ لیکن نظر اب بھی فوہی کے چہرے پر جمی ہوئی تھی ۔ حکم پاتے ہی وہ ہاتھ جس میں چاقو تھا جھک گیا ۔ اور وہ فوہی کی طرف بڑھنے لگا۔

کھڑکی سے نکل کر مسکہ بالکونی پر ٹھیری ۔ اور ایک لمحہ اس خوفناک منظر کو دیکھتی رہی ۔ اس کے بعد اندھیرے میں غائب ہو گئی۔

فوہی نے شاہانہ وقار سے اشارہ کر کے چندو لال کو اپنے سامنے دوزانو بیٹھنے کا حکم دیا ۔ بد نصیب ہندوستانی نے غرق ہوتے ہوئے آدمی کی بے بسی سے تعمیل کی

فوجی نے ایک لمحہ کو ذہنی گرفت ڈھیلی کی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر ہٹا۔ مگر آنکھیں بدستور چندو لال کے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں۔ دوبارہ سیدھا ہو کر اس نے کھاری کی طرف جواب فرش زمین پر پڑی تھی اشارہ کیا۔ ساتھ ہی آواز دی۔

"چندو لال!"

بدنصیب ہندوستانی کی آنکھیں تارا بنی ہوئی فوجی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ پیشانی عرق سرد سے تر تھی۔

ایک بار پھر فوجی نے چاقو کی طرف اشارہ کیا۔

چندو لال کی نگاہ بدستور اس نقاب پوش چہرہ پر لگی رہی۔ اس نے اندھوں کی طرح ٹٹول کر چاقو اٹھایا۔ اور اسے ہاتھ میں لیکر کھڑا ہو گیا۔

فوجی الٹے پاؤں چلتا میز کے پاس گیا۔ اس اثنا میں اسکی نظر ایک لمحہ کو بھی چندو لال کے چہرہ سے نہیں ہٹی۔ وہاں جا کر اس نے ایک پیتل کا لٹو گھمایا۔ اس کی حرکت سے چندو لال کے عقب میں ایک فرشی دروازہ کھلا۔ فوجی نے داہنا ہاتھ اٹھا کر اس طرح مٹھی کسی جیسے تلوار کا دستہ پکڑنے کے وقت کستے ہیں۔ بائیں سے اس نے چور دروازہ کی طرف اشارہ کیا۔

"اس کے بعد ہندوستانی میں کہا "سمجھتے ہو؟"

بے خبری کی حالت میں چندو لال نے جواب دیا۔

"صاحب آپکے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔"

ادھر فوجی نے داہنی مٹھی کو سر سے اونچا کیا۔ ادھر چندو لال نے کھگری اٹھائی۔ اس کے بعد فوجی نے بائیں ہاتھ کو آہستہ آہستہ سامنے کی طرف پھیلانا شروع کیا۔ اور کسی غیبی قوت کے زور سے چندو لال الٹے پاؤں ہٹتا ہوا چور دروازہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس جگہ جا کر اس کا بدن زور سے کانپا۔ منہ سے درد انگیز کی ہلکی خوفناک چیخیں نکلیں۔

ہونٹ کف آلود ہو گئے۔

چندو لال کی حالت بڑی دردناک اور رحم انگیز تھی۔ مگر فوہی کا دل جذبات لطیفہ سے عاری تھا۔ داہنا ہاتھ اٹھائے اس نے زور سے اس قسم کا اشارہ کیا۔ گویا اپنے سینہ پر وار کرتا ہے۔

اب اس کا خوفناک سکوت رخصت ہو گیا۔ زور سے چیخ کر آواز دی "جے بھوانی!" ایک دردناک کراہٹ کے ساتھ چندو لال نے تیز کٹاری دستہ تک سینہ میں گھونپ لی۔ اور لڑکھڑا کر کھلے تہ کھانے میں گر گیا۔

زیر زمین کانچ کی چیزیں ٹوٹنے کی آواز پیدا ہوئی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔

فوہی دوڑ کر فرشی دروازہ کے پاس گیا۔ اور وحشیانہ تندہی سے گہرائی کو دیکھنے لگا اس کی لمبی زرد انگلیاں تشنجی انداز سے کھلتی اور بند ہوتی تھیں۔

"یہاں رہ" اس نے سنسناتے ہوئے لہجہ میں کہا "میرے وفادار خادم۔ یہاں آرام کر حتے کہ چیونٹیاں تیرے گوشت کو ہڈیوں سے جدا کر دیں۔"

اس نے کھلے دروازہ کو اٹھایا۔ اور بند کر دیا۔ ایک تیز گونج پیدا ہوئی۔ پھر کمرہ کا فرش پہلے کی طرح صاف ہو گیا۔

فارغ ہو کر فوہی کمرہ کے دروازوں کی طرف گیا۔ دونوں بند تھے۔ مگر کھڑکی کا پردہ اٹھا ہوا تھا۔ پاس جا کر چاروں طرف دیکھا۔ پھر یاس آمیز آواز میں کہا "مسکہ!"

نہ کھڑکی کے باہر دیکھا چاہتا تھا۔ کہ بجلی کی گھنٹی کی تیز آواز کمرہ میں پھیل گئی۔

فوہی نے جھٹ پردہ چھوڑ دیا۔ اور اس طرف دیکھنے لگا۔ جدھر سے آواز آئی تھی۔ اتنے میں دوسری گھنٹی اس سے مختلف آواز میں۔ پھر تیسری۔ پھر چوتھی بجنی شروع ہو گئی۔

مردر ... پوش نے ایک لمحہ تامل کیا۔ معلوم ہوتا تھا فیصلہ کرنے سے معذور ہے

اس کے بعد اندرونی جیب سے چھوٹی کنجی نکالی۔ دروازے کے بائیں طرف دیوار میں نمایاں تھی۔ کنجی قفل میں داخل کر کے گھمائی۔ تو الماری پھٹ کر دونوں طرف ہٹ گئی۔ اور ایک چوڑا شگاف نمودار ہوا۔

فوہی نے تنگ گلی میں جو اس کے آگے واقع تھی نظر ڈالی۔ کچھ فاصلہ پر دریا کے بہتے ہوئے پانی کی آواز آرہی تھی۔ یکایک سرنگ کے اندھیرے میں روشنی کی چمک پیدا ہوئی۔ پھر بندوق کی مدھم آواز سنائی دی۔ اور گولی سنسناتی ہوئی گذر کر کمرہ میں داخل ہوئی۔ استادہ پر رکھا ہوا چینی کا بت ٹوٹ گیا۔ اور شیشہ آلات کے ریزہ ریزہ ہونے کی آواز سنائی دی۔

فوہی نے جھٹ شگاف بند کر دیا۔ اور اس کے آگے دونوں بازو پھیلائے بند الماری کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو گیا۔

"مسکہ!" ایک بار پھر اس نے کہا۔ اب اس کی سخت آواز میں یاس کی جھلک تیز تھی۔

ایک لمحہ اس حالت میں کھڑا رہنے کے بعد وہ انداز وفا سے آگے بڑھا۔ گھنٹیوں کی آواز بند ہو چکی تھی۔

فوہی نے الماریوں سے مختلف کتابیں نکال نکال کر ان کو تپائی پر رکھے ہوئے چوڑے برتن میں جمع کرنا شروع کیا۔ اس مجموعہ پر ایک شیشہ کی بوتل سے کوئی تیز عرق ڈالا دھواں اٹھا۔ اور ساری کتابیں جل کر خاک ہو گئیں۔

دبی ہوئی آوازیں کمرہ میں آرہی تھیں۔ نقل و حرکت کی مدھمی ہماری رہ کر آئی دیتی تھی۔

بوتلیں۔ مرتبان اور کانچ کا سامان اٹھا کر فوہی اس آتش ... تھا۔ جس کے اندر شور کرتی ہوئی انگیٹھی اب تک مشتعل تھی۔ ٹیوب

واس نے ریزہ ریزہ کر دیا۔ پھر استادوں پر رکھے ہوئے گلدان اور وہ تمام عجیب چیزیں
ن کے ناموں تک سے مغربی دنیا نا آشنا ہے منہدم کیں۔
تباہی کا عمل سخت بے رحمی سے جاری تھا۔ مایوس چینی ایک ایک کرکے ہر چیز کو
نابود کئے جاتا تھا۔

باب ۔ ۷

دیوتاؤں کا تخت

چاند نے بجائی ہوئی دلہن کی طرح آہستہ آہستہ بادلوں کی سیاہ نقاب سے منہ نکالا۔ اور اس کی شفاف ٹھنڈی روشنی تنگ گلی سے ہوتی ہوئی اس میدان تک پھیل گئی۔ جہاں ایک عالی شان مکان علیحدہ و تنہا واقع تھا۔ گول سڑک کے دونو جانب ڈھلے ہوئے لوہے کے پھاٹک اور ان کے درمیان نیز باغ کے چاروں طرف اونچی پختہ دیوار پر شیشے کے ٹکڑے اور خاردار تار لگے ہوئے تھے۔

"یہی بنا ہے" کیپٹن میکس نے ایک پھاٹک کو کھولنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد مضبوط آہنی سلاخوں کی راہ سے اندھیرے مکان کی طرف دیکھنے لگا۔

کھڑکیاں بند تھیں۔ روشنی کی شعاع تک نظر نہ آتی تھی۔ ظاہری صورت سے مکان غیر آباد اور ویران معلوم ہوتا تھا۔

"کچھ یاد ہے کمرہ کدھر تھا؟" میکس نے دریافت کیا۔

"صحیح اندازہ مشکل ہے" سٹوارٹ نے جواب دیا "مگر میرے خیال میں وہ مکان ۔لی منزل پر ہوگا۔ کیونکہ میں ایک لمبی غلام گردش طے کرکے ۔ زینہ

سے اتر کر دائیں طرف مڑنے کے بعد اس گلی میں پہنچا تھا۔ جہاں ہوقت انسپکٹر گیلی متعین ہیں۔"

"خدا جانے وہ کھڑکی اور بالکونی کدھر ہے۔ جس کی نسبت۔ بچھو نے تم سے کہا تھا۔ کہ ہمپٹن کورٹ کے سامنے واقع ہے۔ ہمپٹن کورٹ۔" اسس نے بائیں طرف منہ کر کے کہا۔ "غالباً اس طرف ہے۔ اس لئے آپ کا اندازہ صحیح ہوگا۔ ضرور وہ کمرہ مکان کے سامنے حصہ میں ہے۔ اور چونکہ مکان کی حد میں داخل ہونے پر الارم بجنے شروع ہو جائیں گے۔ اور ہم نہیں جانتے۔ انہیں کیونکر بند کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ مکان میں داخل ہوتے ہی اس کمرہ پر دھاوا بول دیں۔ ارے رے رے! چاند پھر چھپ گیا!"

چاروں طرف تاریکی چھاگئی۔

"وہ دیکھئے داہنے ہاتھ کو عشق پیچے سے ڈھکی ہوئی بالکونی نظر آتی ہے۔" یکایک سٹوارٹ نے کہا۔ "میں کہہ سکتا ہوں یہی کمرہ ہے۔"

"یہی ہے۔" میکس نے جواب دیا۔ "اب آدمیوں کو تقسیم کرنے کی فکر کرو۔ انسپکٹر گیلی دو جوان لیکر باغ کے اس دروازہ کو پھاند جائیں۔ جس سے آپ آئے تھے۔ اس کے بعد وہ پھاٹک کو اندر سے کھول دیں تو اچھا۔ ورنہ آپ بھی اسی طرح گھس جائیں۔ اور ان کو ساتھ لیکر اس دروازہ پر حملہ کریں جس سے باغ میں آئے تھے۔ سارجنٹ دو آدمی لیکر گلی میں پہرہ دے گا۔ ساحل پہلے ہی محفوظ ہے۔ دو آدمی دونو پھاٹکوں پر کھڑے کر دیئے جائیں گے۔ اور میں اور ڈنبر بیلوں کی مدد سے بالکونی پر چڑھنے کی کوشش کریں گے۔ لو انسپکٹر ڈنبر آ گئے۔۔۔ پر ان کے ساتھ کون ہے؟"

ڈنبر اس موڑ سے آتا ہوا نظر آیا جو دریا کی طرف گھومتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک نازک اندام حسینہ باریک لباس پہنے دوڑی ہوئی آرہی تھی۔ دراز قامت جاسوس کے پہلو میں اسکی بدحواس صورت عجیب مضحکہ خیز معلوم ہوئی۔

"مسکہ!" سٹوارٹ نے دور ہی سے دیکھ کر بے اختیار کہا۔ اور میکس اور ڈنبر کی موجودگی کو نظر انداز کر کے دوڑ کر اسکو سینہ سے لگا لیا۔

"آہ!" فرانسیسی جاسوس نے لمبی آہ بھر کر کہا۔ "اس خوبصورتی میں کس کو کلام ہے!"

مسکہ زور سے کانپتی اور وحشت آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھتی سٹوارٹ کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ شدت جوش سے بے جوڑ الفاظ منہ سے نکل رہے تھے۔

"سنو۔ وقت تھوڑا ہے۔" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "اوہ! اتنا کیوں دباتے ہو؟ ... کنجیاں میرے پاس ہیں" اس نے گچھا دکھایا۔ "صرف پھاٹک کی ان میں نہیں۔ دو آدمی اس سرنگ میں گئے تھے جس کے آگے دریا میں کشتی کھڑی ہے۔ تم میں سے کوئی ان ہلیوں کو پکڑ کر اوپر چڑھ جائے۔ تو آگے وہی کمرہ آئے گا۔ میں اس راہ سے اتری تھی۔ مگر چاند چھپ جانے سے تم نے نہیں دیکھا۔ اس طرف بغلی دروازہ کھلا ہے۔ تم میرے ساتھ آؤ۔"

سٹوارٹ کے ساتھ لگی ہوئی وہ اسکی آنکھوں کو مستانہ ادا سے دیکھ رہی تھی۔

"چلو چلو۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

"اوہ۔ چندلال!" مسکہ نے آہ دباتے ہوئے کہا۔ "جلدی کرو۔ نہیں تو وہ اسے مار دے گا۔"

"جاؤ ڈاکٹر، تم ان کے ساتھ جاؤ۔" میکس نے کہا۔ "میں ڈنبر کے ساتھ اس طرف جاتا ہوں۔"

وہ آہنی پھاٹک پر چڑھنے لگا۔

"ادھر... اس طرف آؤ۔" مسکہ نے سٹوارٹ کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "خوشی غم اور خوف۔ ساری باتیں میرے دماغ میں ہیجان کر رہی ہیں..."

"خوش! پیاری مسکہ!" سٹوارٹ نے آواز دبا کر کہا۔ "اب خوف و غم کا زمانہ گزر گیا"

موڑ سے گذر کر دونوں اس تنگ گلی میں داخل ہوئے جو دریا کی طرف جاتی تھی۔ باغ کا ایک دروازہ ادھر بھی کھلتا تھا۔ چاروں طرف دیکھ کر سٹوارٹ چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ اور مسکہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔ اس سے بہت نازک مقام ہوتا۔ اگر ساری دنیا کی قسمت بھی ترازو کے پلڑے میں ہوتی۔ تو وہ پھر بھی ضبط نہ کر سکتا۔

اس نے ایک ہاتھ سے مسکہ کے روئے دلفریب کو اونچا کیا۔ پھر ان نازک تر ہونٹوں کو لمبا پُرجوش بوسہ دیا۔

وہ کانپتی ہوئی، شراب محبت سے سرشار اس کے سینہ سے لپٹی ہوئی تھی۔

"پیارے۔ اب موت کا خوف جاتا رہا۔ میں زندہ رہوں گی"۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا "چندولال نے سب حال کہہ دیا۔۔۔ اوہ۔ میں کتنی خوش ہوں۔۔۔ معلوم ہوا فوہی نے میرے بدن میں موت کا زہر داخل نہیں کیا تھا۔ صرف ڈرا کر مجھے اپنے پاس رکھنے کو سوٹی کی ترکیب اختیار کی تھی۔ ہائے چندولال۔۔۔ جلدی کرو۔ نہیں تو وہ اسے مار دے گا۔"

مگر فوہی کی گرفتاری اور چندولال کی امداد سے بہت زیادہ اہمیت رکھنے والا معاملہ سٹوارٹ کے نزدیک مسکہ کی درازی عمر کا تھا۔ اس نیک خبر نے اس کے سینہ میں خوشی کی آگ بھڑکا دی تھی۔

"شکر ہے" اس نے پُرجوش لہجہ میں کہا "مسکہ خدا کا سو بار شکر ہے۔۔۔"

پھاٹک پر چند آدمی کھڑے تھے۔ سارجنٹ ساوربی دو جوانوں کے ساتھ گلی میں پہرہ دے رہا تھا۔ سٹوارٹ اور کیلی کو ساتھ لئے مسکہ دیوار کے اس حصہ کی طرف چلی جس سے اول الذکر فرار ہوا تھا۔

"جلدی کرو"۔ اس نے التجائیہ انداز سے کہا "ایسا نہ ہو وہ اس کو۔۔۔"

"کیا چندولال کے لئے ڈرتی ہو؟"

"ہاں۔ فوہی کو وہ خوفناک طاقت حاصل ہے جس سے بچاؤ کی کوئی صورت ممکن

نہیں۔ آج تک مجھے اس طاقت کا تجربہ نہ تھا۔ مگر اب جانتی ہوں چینڈولال بے خوف اور دلیر ہے۔ مگر فوہی کے ارادہ کے سامنے وہ بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس خوفناک ذہنی طاقت میں اتنا زور ہے کہ وہ اس سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر بھی کام لیتا ہے۔ میں نے ایک بار کینڈا کے شہر کوبیاک میں اس کا اثر دیکھا تھا۔۔۔"

"اُف۔ کتنا خوفناک آدمی ہے"۔ سٹوارٹ نے جو اکثر حالات سُن چکا تھا۔ کہا۔

دونو اس دروازہ کے پاس پہنچ گئے۔ جس کے آگے غلام گردش میں دھندلی روشنی نظر آتی تھی۔

"اوہ۔ میں ڈرتی ہوں۔۔۔" مسکہ نے مری ہوئی آواز سے کہا۔

اس نے کنجیاں انسپکٹر کیلی کو دے دیں۔ اور ایک کی نسبت کہنے لگی۔

"دیکھئے یہ ہے۔ پستول ہاتھ میں رکھئے مگر کمرہ کی کسی چیز کو نہ چھیڑئے۔ اور جب تک میں نہ کہوں اندر بھی نہ جائیے۔۔۔ آیئے میرے ساتھ آیئے۔"

چھپتے ہوئے رستہ سے گذر کر وہ مختصر زینہ کے پاس پہنچ گئے۔ اور اوپر چڑھ جانا چاہتے تھے۔ کہ فاصلہ پر زور کی چٹک سنائی دی۔ اس آواز کو سن کر سکہ خوف سے سہمی ہوئی سٹوارٹ کے بازوؤں میں گر پڑی۔ ایک خوفناک مدھم چیخ اس کے منہ سے نکلی۔

"چینڈولال۔ او چینڈولال" اس نے کراہتے ہوئے کہا۔ "افسوس ہم بعد از وقت پہنچے"

"کیوں کیا ہوا؟" انسپکٹر کیلی نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ آواز تہ خانہ کا دروازہ بند ہونے کی تھی"۔ مسکہ نے کہا۔ "ظالم نے اسے چیونٹیوں کو ڈال دیا"۔

کیلی جو اس بیان کی ہیبت سے بےخبر تھا۔ ہنسنے لگا۔ مگر سٹوارٹ اسے سن کر کانپ اٹھا وہ اپنی آنکھوں سے اس بدنصیب حبشی کا پنجر دیکھ چکا تھا جس کی ہڈیاں ان خوفناک

چیونٹیوں نے ۹۰ منٹ کے عرصہ قلیل میں گوشت اور پوست سے خالی کر دی تھیں!

"افسوس ہم اس غریب کی مدد نہ کر سکے۔" مسکہ نے دلی رنج سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "آہ سنتے ہو؟"

مکان کے اندر قدرے اونچائی پر گھنٹیاں بجنے کی آواز آ رہی تھی۔

"میکس اور ڈنبر پہنچ گئے ہیں۔" کیلی نے لہجہ اضطراب میں کہا۔ "چلئے صاحب! سپاہیوں سے جلدی کرو۔"

زینہ پر چڑھ کر وہ بالائی غلام گردش کے راہ سے دروازہ کی طرف دوڑنے لگا۔

مکان کے زیریں حصہ میں کسی جگہ گولی چلنے کی دبی آواز سنائی دی۔

"شاید ہاروے فائر کر رہا ہے۔" سپاہیوں میں سے ایک نے کہا۔ "شکار غالباً دریا کے رستہ فرار ہونا چاہتا تھا۔"

انسپکٹر کیلی نے کنجی بند دروازہ میں داخل کی۔

اس وقت گیسٹن میکس عشق پیچے کی مضبوط بیلوں کو پکڑ کر بالکونی کی آہنی باڑ کے رستہ اوپر چڑھا۔ یہی وہ راہ تھی جس سے چندو لال مسکہ کی مدد کرنے گیا۔ اور مسکہ وہیں سے جان بچا کر بھاگی تھی۔

"دیکھئے لگا تو ہا کمزور نہ ہو۔" ڈنبر نے نیچے سے آواز دی۔

"کافی مضبوط ہے۔" میکس نے منہ پھیر کر جواب دیا۔ "آیئے۔ دیر نہ کیجئے۔"

بھرا ہوا پستول ہاتھ میں لے کر وہ احتیاط سے آگے بڑھا اور قریب جا کر کھڑکی کا پردہ ہٹا دیا۔ اس کے ساتھ ہی کمرہ کے بند دروازوں میں سے ایک کھلا۔ اور اس کثیف دھوئیں کے پردہ میں جو کمرہ کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ اس نے انسپکٹر کیلی کو داخل ہوتے دیکھا۔

کمرہ کے مصرے پر ا[illegible] عجیب الوضع کرسی میں جس پہ زرنگار چادر تنی [illegible] تھی۔

ایک آدمی چینی امرا کا قیمتی لباس پہنے منہ پر سبز نقاب ڈالے انداز وقار سے بیٹھا تھا۔

"مل گیا۔ مل گیا!" گیسٹن میکس نے جوش سے چلا کر کہا۔ "بچھو کا ٹھکانا آخر مل گیا"

ادھر وہ کھڑکی سے کودا ادھر کیلی اپنے آدمیوں کو لئے کمرہ میں داخل ہوا۔ سب

آدمی مسلح تھے۔ پھر بھی اس حیرت افزا طلسمی مکان میں ہر شخص آگے قدم رکھتا ہوا ڈر

رہا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ یہ لوگ فوجی کو گرفتار کرنے کے لئے ہاتھ بڑھاتے۔ ایک حیرت

خیز واقعہ عجیب و فوق الفطرت ظہور میں آیا۔ جس سے ہر شخص جہاں تھا وہیں تصویر

بن کر رہ گیا۔

ایک چھوٹا دھات کا بنا ہوا ہتھوڑا ایک فوجی نے کانسی کا گھنٹہ جو کرسی کے پہلو

میں لٹکا ہوا تھا۔ زور سے بجایا۔

ایک گہری۔ تیز آواز پیدا ہوئی . . .

پھر اس طرح کی روشنی جو اندھیری رات میں بجلی کی چمک سے ملتی اور ویسے ہی آنکھوں

میں خیرگی پیدا کرتی تھی نظر آئی۔ شیشہ ٹوٹنے اور جلتی ہوئی لکڑیوں کے کڑکڑانے کی شدید

آوازیں سنائی دیں۔ اور کثیف دھوئیں کا سیاہ بادل کرسی سے اٹھ کر کمرہ میں پھیل گیا۔

بالکونی پر چڑھ کر ڈینر گیسٹن میکس سے ذرا پیچھے کھڑا تھا۔

"میرے خدا" اس نے لڑکھڑاتے اور چندھی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

دھماکا اس زور کا تھا۔ کہ دونو مشکل سے گرتے ہوئے بچے

بے اختیار ان کے منہ سے نکلا

"دیکھو! دیکھو!"

اس کے بعد خوفناک سناٹا چھا گیا۔

دروازہ میں سٹوارٹ کھڑا تھا۔ اس کے بازو مسکہ کے شانوں پر لپٹے ہوئے تھے

کوئی دو منٹ کے بعد جب دھوئیں کا غبار رفع ہوا تو کیا دیکھتے ہیں دیوتاؤں

کا تخت۔ یعنی وہ عجیب الوضع کرسی جس پر فوہی بیٹھا تھا۔ خالی ہے!

مقام نشست پر مٹھی بھر خاکستری راکھ جمع تھی۔ اور کچھ ذرے ہوا سے چھن کر کرسی کے پایہ تہ نشین ہو رہے تھے۔

اس اعجاز کا مطلب سب سے پہلے سٹوارٹ نے سمجھا۔ جس کو معلوم تھا۔ اس کرسی میں فنا کا تحلیلی اصول کس ترکیب سے داخل کیا گیا ہے۔

سب آدمی چپ تھے۔ آخر گیسٹن میکس نے کہا۔

"ہماری کوششیں ناکام ہوئیں۔ بچھو جب دشمنوں سے گھر جائے۔ تو اپنے آپ کو ہلاک کر لیتا ہے۔ اس کا مقتضائے طبیعت یہی ہے"

ختم ہوا

عالم ہمہ افسانہ ما دارد وما ہیچ

جناب فتح محمد صاحب انصاری خیر پور سندھ :- سنہری بچھو کا صرف ابتدائی حصہ دیکھ کر ، غضب کا دلچسپ ناول ہے۔ میں نے آجتک ہزاروں ناول دیکھ ڈالے ، مگر جیسا دلکش یہ ناول ہے۔ ایسا کبھی نظر سے نہیں گذرا ۔ سراغرسانی میں یہ بالکل نئی چیز ہے۔ سارا مہینہ دوسرے حصہ کا انتظار رہے گا۔ ایک ایک دن نہائت مشکل سے کٹے گا۔

مکرر :- سنہری بچھو کا آخری حصہ کب تک شائع ہو گا۔ اس کے لئے چشم براہ ہوں۔ واقعی قابل تعریف ناول ہے جتنی بھی تعریف کروں وہ اس سے کم ہوگی۔

جناب سید محمد ولائت احمد صاحب لاہر پور :- سراب زندگی اور آتشی کتا نہائت عمدہ ناول ثابت ہوئے۔

سردار ہردیال سنگھ صاحب لکھی دان ادہن :- آتشی کتا بے شک بہت اچھا ناول ہے۔

لالہ منوہر لال صاحب پشاور شہر :- سراب زندگی بہت ہی اچھا اور قابل تعریف ناول رہا۔

جنابہ بیگم صاحبہ ملک افتخار ولیجاں بریلی :- قصہ کی خوبی میں کوئی شک نہیں۔ اور اصل مضمون کی عمدگی میں آپ کے ترجمہ نے مجھ ایک توحسن ملا اس پہ بناوٹ آفت - کا مصداق کر دیا۔

جناب محمد فریدون خاں صاحب قریشی ہری پور ہزارہ :- منشی تیرتھ رام صاحب نے ترجمہ کی خوبی میں کیا بیان کروں۔ کمال ہی کر دکھایا ہے۔ ترجمہ کیا ہے گویا موتی پروئے ہیں۔ واقعی آپ سے بہتر کوئی شخص ترجمہ نہیں کر سکتا۔ میں تقریباً تمام اردو ناول پڑھ چکا ہوں ایسی فصیح عبارت اور دلکش الفاظ میں نے بہت کم دیکھے ہیں۔ خدا آپ کو توفیق وبرکت

عطا کرے۔ آپ اردو داں پبلک پر بہت بڑا احسان کر رہے ہیں۔

جناب خواجہ غلام جیلانی صاحب سیٹھی بھیرہ۔ منشی تیرتھ رام صاحب نے پیشتر ازیں فسانہ لندن کا ترجمہ کرکے اردو پر کچھ کم احسان نہ کیا تھا۔ اب پھر ان کی عرق ریزی سے جو سلسلہ نکل رہا ہے قابل تحسین و ناقابل فراموش ہے۔ طرز بیان حد سے زیادہ دلکش جب کتاب ہاتھ میں لی تو پھر ختم ہونے سے پہلے رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ زمانہ کانپور:۔ اردو رسالوں کی کثرت دیکھ کر جناب اکبر مرحوم نے ایک دفعہ لکھا تھا ع

لے لے کے قلم کے لوگ بھالے نکلے

خیر اس وقت تو صرف چند ہی پرچے شائع ہوتے تھے۔ مگر آجکل اردو میں چھوٹے بڑے صدہا رسالے نکل رہے ہیں۔ اور ہر روز نہیں تو شاید ہر ہفتہ ایک نہ ایک نیا پرچہ جاری ہوجاتا ہے کیا اچھا ہو اگر ان پرچوں کی بجائے قدیم کتب وجدید تصانیف کے تراجم سلسلہ وار شائع کئے جائیں۔ اگر مختلف مضامین کے اچھے برے بارہ مجموعوں کی بجائے مختلف کتابوں کے ماہوار سلسلے قائم کئے جائیں تو یقیناً ادب اردو کی توسیع و ترقی میں غیر معمولی اضافہ ہو۔ ہمارے دوست لالہ تیرتھ رام صاحب فیروزپوری ایڈیٹر رسالہ ترجمان نے اسی طرح یورپ کے مشہور ناولوں کے ترجمے شائع کئے ہیں اور چند ہی سال کے اندر متعدد ضخیم کتابیں پیش کردی ہیں۔۔۔

جناب اقبال احمد علوی حیدرآباد (دکن) آپ کا پچھلا قصہ (سنہری بچھیکے ابتدائی حصہ سے مراد ہے) بہت پر لطف تھا۔ اب دل مضطرب ہے کہ کس طرح اگلا حصہ دیکھوں۔ اب تک صبر کیا مگر اب نہیں ہوتا۔

جناب شیخ محمد جعفر ککے زئی کوئٹہ۔ آتشی کتا اتنا عجیب اور حیرت انگیز ناول ہے کہ جس کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

اسرار و سراغرسانی کے حیرت انگیز ناول

ان میں سے جو آپ نے نہیں دیکھے اب ملاحظہ فرمائیے

خونی تحریر۔ اپنے ڈھنگ کا نیا اور نرالا نہایت ہی دلچسپ جاسوسی ناول۔ ایک نوجوان کا نہایت پُراسرار طریقے سے قتل ہونا اور ارتکاب جرم کا الزام اس کی حسین بی بی پر لگایا جانا مقتول کی سالی کی عقل اور دانشمندی۔ ایک ڈاکٹر کی عرقریزی اور انتھک محنت کے باعث بیوہ کی پیشانی سے بدنامی کا دھبہ مٹایا جاتا ہے۔ حسن و عشق کے نظارے اور ہجر و وصال کی داستان بڑے دلاویز پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ قیمت عمہ

گہرا راز۔ فن سراغرسانی کا دلکش ناول جو رنگا رنگ تصویروں سے مزین ہو کر شائع ہوا ہے۔ پیاری زبان۔ دلکش انداز بیان۔ دلچسپ پلاٹ اور لاجواب کیرکٹر اس ناول کی جان ہیں۔ انگلستان کے ایک مشہور و معروف اور ہر دلعزیز ڈاکٹر کی ستم آرائیاں قابل ملاحظہ ہیں۔ اس ڈاکٹر نے اپنی بہن کا مال لوٹنے کی خاطر ایک خاندان کا خاندان موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ آخر ایک نوجوان لڑکے نے ایک بے گناہ اور حسین دوشیزہ کی پاک محبت سے متاثر ہو کر اس کی تمام مکاریوں کا راز طشت از بام کر دیا۔ اور اسے اس دنیا سے رخصت ہونے کے لئے مجبور کیا۔ قیمت عہ

سراب زندگی۔ پراسرار ناول نویسی کے بادشاہ ولیم لیکیو کے زبردست ناول "وائز آف دی ورلڈ" کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے اتنا عجیب ناول بہت کم آپ کی نظروں سے گذرا ہوگا۔ ایک نابینا آدمی کے روبرو قتل کی ایک ہولناک واردات ہوتی ہے جس کا سراغ تلاش کرتے ہوئے وہ خود کس طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوتا ہے قصہ کی دلچسپی آغاز داستان سے شروع ہو کر دم آخر تک برابر قائم رہتی ہے۔ ابر سارے واقعات سینما کی تیزی تار کے ساتھ ظہور میں آتے ہیں۔ ۳۲۰ صفحے۔ قیمت عہ

ہم سے طلب کرو

ورق پر نہایت ہی دلکش رنگین تصویر دی گئی ہے قیمت ۱۲؍

پُرمعمی کھیر لندن کے جاسوسی بازغ کا بالکل نیا اور حیرت انگیز ناول جس کا پلاٹ اس قدر پُر اسرار اور دلچسپ ہے کہ ہردم پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ جدت آفرینی میں مصنف نے کمال دکھایا ہے۔ انگلستان کی نئی اور پرانی تہذیب کا نقشہ لفظوں کے لباس میں کچھ اس انداز سے کھینچا گیا ہے کہ تمام واقعات آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں۔ رئیسوں اور امیروں کی کارگزاریاں۔ عیاروں کی عیاریاں۔ ڈاکوؤں کی کرشمہ سازیاں۔ سراغرسانوں کی محو حیرت کر دینے والی چالیں جن کا عشر عشیر بھی ہندوستان میں نظر نہیں آتا۔ نہایت ہی خوش سلوبی سے بیان کی گئی ہیں۔ قیمت ۸؍

منزلِ مقصود - پُر اسرار ناول نویسی کے بادشاہ زمانہ حال کے رینالڈس ولیم لکیو کے بینظیر حیرت انگیز ناول "ہنڈ اپ" کا ترجمہ از منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری۔ یہ ناول اردو میں ایک بالکل ہی نئی چیز ہے۔ اور ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ ایسا پُر اسرار ناول جسکے ہر باب میں نیا راز نمودار ہوتا ہے۔ ہرگز آپ کی نظر سے نہیں گذرا ہوگا۔ حجم ۲۵ صفحات قیمت ۱۲؍

شریف بدمعاش - مارس لیبلانک کے ناول کنفشنز آف آرسین لوپن کا اردو ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے جس میں فرانس کے نامی چور آرسین لوپن کی حیرت انگیز عیاریوں کا ذکر دلکش پیرایہ میں کیا گیا ہے۔ جس طریق پر اس شخص نے پبلک کی آنکھوں میں خاک جھونکی۔ فرانسیسی پولیس کے اعلےٰ کارکنوں کو اُلّو بنایا۔ عظیم خطرات کا مقابلہ کیا۔ اور ہر بار بال بال بچتا رہا۔ اس کا ذکر خود اس کی زبان سے قیمت ۱۰؍

چلتا پرزہ - مارس لیبلانک کے ناول کنفشنز آف آرسین لوپن کے آخری حصے کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب کے قلم سے۔ یہ ناول بھی فرانس کے نامی چور آرسین لوپن کے بعض زبردست کارناموں پر مشتمل ہے۔ جن لوگوں نے اس شخص کے معرکوں کو پڑھا ہے

وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ناول کس پایہ کا ہے

خونی طوفان۔ غدر کے مشہور باغی ناناصاحب اور ایک فرانسیسی بدمعاش داؤنی پر انگیز سازشوں کا ایک پنجابی جاسوس کی زبانی انکشاف کرایا گیا ہے۔ اور دکھایا ہے کہ ناناصاحب کس طرح اس بدمعاش ڈاکو کا دست راست بن کر کٹھ پتلی کی طرح ناچ رہا تھا اور کس طرح تانتیا ٹوپی نے خالص وطن پرستی کے جذبے سے متاثر ہو کر اسے ان بدمعاشوں کے پنجے سے نکالنا چاہا۔ اور کس طرح ناناصاحب کی دختر نیک اختر نے پنجابی جاسوس اور ایک انگریز ڈاکٹر کی جان بچائی۔ جو ان روسی بدمعاشوں کے جال میں پھنس گئے تھے۔
قیمت عہ

نقلی نواب۔ آرسین لوپن کے متعلق بالکل نیا اور نہایت دلکش ناول۔ لوپن کا سب سے پہلا اور حیرت خیز کارنامہ آرسین لوپن کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے ضخامت ۲۴۴ صفحات قیمت ۱۲

قاتل کون ہے۔ نہایت ہی دلکش اور دلچسپ جاسوسی ناول۔ بنگال کے مشہور و معروف ناول نویس بابو پنچکوڑی دے کے زور قلم کا کرشمہ۔ اس میں ایک پُراسرار قتل کی تفتیش اور تحقیقات کا حال ایسے سنسنی خیز طریقہ پر درج ہے کہ صفحہ صفحہ پر پڑھنے والوں کے دل میں یہ سوال پیدا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قاتل کون ہے۔ لیکن لطف یہ کہ اس سوال کا صحیح جواب آخری صفحہ تک بھی نہیں ملتا۔ اور جب ملتا ہے تو ایسا کہ پڑھنے والا ششدر و حیران رہ جاتا ہے۔ قیمت ۱۵

لاکھ روپیہ۔ یہ ناول بھی بابو پنچکوڑی دے کے ہی زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اس میں ایک لاکھ روپیہ کے گرانبہا ورثہ کے حاصل کرنے کے متعلق کئی اشخاص کی مجرمانہ کوششوں اور آخر کار انہیں کوششوں میں ایک کے اپنی جان شیریں تک ضائع کرنے کی پردرد اور پُرلطف داستان ہے جو کہ ازحد سبق آموز و عبرت خیز ہے۔ قیمت صرف ۱۲

ملنے کا پتہ

روئے زمین کے نہایت دلکش تاریخی ناول

ہاراجہ نند کمار کو پھانسی ۔ مترجمہ لالہ شانتی نارائن ۔ یہ ایک عجیب و غریب بنگالی ناول
اردو ترجمہ ہے جس میں ان تمام ہولناک مظالم کی پردرد داستان بیان کی گئی ہے ۔ جو اسلامی
کومت کے خاتمہ اور انگریزی عملداری کے آغاز میں نوابی کے خودغرض اور خودپرست
بنوں ایسٹ انڈیا کمپنی کے حریص اور لالچی قائمقاموں اور ان دونوں طاقتوں کے
تحت سفلہ مزاج ۔ تنگ دل ۔ کمینہ خیال بنگالی و غیر بنگالی ملازموں کے ہاتھوں بدنصیب
ل بنگال کو برداشت کرنے پڑے ۔ جن کے ظلم اور زیادتیوں سے تنگ آکر ہمارے ہندوستانی
رچہ بافوں نے جن کی صنعت و حرفت کے نادر اور نایاب نمونے کسی زمانہ میں مادر
ہند کے لئے باعث ناز تھے ۔ خود اپنے ہاتھوں کے انگوٹھے کاٹ ڈالے تاکہ ان کو برائے
م اُجرت پر فاقہ کشی کرکے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندوں کے لیے کام نہ کرنا پڑے
ں ناول کے مطالعہ سے معلوم ہوگا ۔ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندوں نے نمک کا
ہارہ لیکر نمک فروشوں پر کیسے ناگفتہ بہ مظالم روا رکھے ۔ اور محب وطن مہاراجہ
د کمار پر جو ان افسوسناک اور شرمناک حالات میں تبدیلی پیدا کرنا چاہتے تھے ۔ کس
ح فرضی مقدمات چلا کر ان کو پھانسی دی گئی ۔ قیمت ۸؍

ری تلوار ۔ رینالڈس کے بینظیر تاریخی ناول میکر آف گلنکو کا اُردو ترجمہ منشی تیرتھ رام
ماحب فیروزپوری کے قلم سے ۔ رینالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب
ں کا ترجمہ پہلی بار اُردو میں کیا گیا ہے ۔ اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی سانحہ پر مبنی
۔ جیسا ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں پیش آیا تھا ۔ ایسے ہولناک واقعہ پر رینالڈس کی تحریر
چھپے نہیں اس میں کیسی کچھ دلچسپیاں مرکوز ہیں ۔ گلنکو کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے
یا خوفناک کہ مورخ اب تک اس کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں ۔ رینالڈس نے اپنی

جادونگاری سے اس واقعہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہے۔ وہ اسی کا حصہ سمجھنا چاہیئے۔ حب وطن اور قومی غیرت کی تصویر۔ آزادی کی حمایت میں قربانی کا نظارہ۔ سیاسی مظالم کی نہ بھولنے والی داستان۔ قیمت دلعہ؟

سراج الدولہ۔ یہ ناول بنگال کے مشہور ناول نویس بابو بنکم چندر لاہری کے ایک مشہور بنگالی ناول بنگیبر شیش نواب کا پرلطف اردو ترجمہ ہے۔ جس میں بنگال کے آخری نواب سراج الدولہ کی زندگی کے تمام دکمال حالات ناول کے پیرایہ میں درج کئے گئے ہیں سراج الدولہ انگریزوں کا کیوں دشمن تھا۔ انگریزوں کا بنگال سے نکالا جانا۔ ان کا کلکتہ پر دوبارہ قبضہ کرنا۔ بلیک ہول کا واقعہ۔ پلاسی کی جنگ اور دیگر اہم واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ناول بڑا دلچسپ ہے اور بار بار پڑھنے کو دل چاہتا ہے قیمت عہ

وطن پرست۔ انگریز میڈرڈ وہاس کے نامی ناول ریجنبٹ ڈارٹ کا ترجمہ۔ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے۔ ایسا دلچسپ حیرت انگیز اور دردناک افسانہ شاید کبھی آپ کی نظر سے نہیں گذرا ہوگا۔ دنیا بھر کے پولیٹیکل ناولوں میں یہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک محب وطن نوجوان اپنے ملک کو آزاد کرانے کے لئے گھر سے نکلتا ہے۔ مگر جلدی ہی اسیر قید محن ہوجاتا ہے۔ قیدخانہ میں اس کو عذاب عظیم کی دھمکی دی جاتی ہے۔ مگر جس ہمت و استقلال کے ساتھ وہ پائے ثبات قائم رکھتا ہے۔ اس کی کیفیت پڑھنے والے پر وجد کی حالت طاری کرتی ہے۔ ان رزمیہ کارناموں کے پہلو بہ پہلو ایک عاشق و ادق نازنین کی داستان محبت اور بھی دلچسپی پیدا کرتی ہے۔ پلاٹ اور بیان میں بینظیر یہ ناول اسکالمہیں بالکل میلوڈراما کا لطف دیتا ہے۔ فی الحقیقت اگر آپ اس کا مطالعہ کرتے وقت تخیل پر سٹیج قائم کرلیں۔ تو اس کے سارے کیرکٹر زندہ ایکٹروں کی طرح نقل و حرکت کرتے نظر آتے ہیں۔ گویا مصنف نے اپنے زور تحریر سے ایک بے جان قصہ کو جاندار ناٹک

کی حیثیت دیدی ہے۔ ولولہ خیز سین وجد آور نظارے۔ عشق صادق کی فرحت خیز تصویر
حب وطن کا ایثار عظیم۔ عشق اور حب وطن کا مقابلہ۔ اس ناول کو ہماری سفارش پر ضرور
دیکھیئے۔ آپ مدت دراز تک اسے نہ بھولیں گے۔ قیمت ۸ آنے۔

درگاداس راٹھور۔ راجپوتی شان کا تاریخی و پولیٹیکل ڈراما جس میں راٹھور بیر کی بہادری
اخلاق دلیری حب الوطنی اور بینظیر قربانی کا دلکش فوٹو نہایت موثر پیرایہ میں دکھایا گیا ہے
راجپوت جانباز بہادروں کی جانبازیوں کو اگر دیکھنا ہو تو اس ڈراما کا مطالعہ فرمائیں۔ اردو
زبان میں اس سے پیشتر ایسا زبردست ڈراما آپ نے نہ دیکھا ہوگا۔ یہ وہ ڈراما ہے کہ
جس کے شائع ہوتے ہی بنگال میں دھوم مچ گئی تھی۔ اور جس وقت یہ ڈراما کھیلا جاتا تھا
لوگوں کو ٹکٹ ملنا دشوار ہو جاتا تھا۔ اور تھیٹروں میں تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ اگر
آپ ایک مرتبہ اسکو پڑھ لیں گے۔ تو آپکے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ خون جوش
مارنے لگیگا۔ اور اپنے بزرگوں کی بہادری پر بار بار آفریں کے نعرے لگائیں گے۔ اردو زبان
میں یہ ناٹک اس قدر مقبول ہوا ہے کہ اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔ یہ
دوسرا ایڈیشن ہے جو کہ نہایت خوشخط اعلےٰ قسم کے ولائتی کاغذ پر چھاپا گیا ہے۔ کتاب
مصور ہے۔ علاوہ سرورق پر دو نو طرف تین رنگ کی خوبصورت تصویروں کے
[illegible] کی نہایت موزوں فوٹو دیئے گئے ہیں۔ قیمت ۱۲ آنہ

نورجہاں۔ یہ ڈراما بابو دوجیندر لال رائے کے تمام ڈراموں میں ممتاز مانا گیا ہے۔ لائق
مصنف نے اس ڈراما میں نورجہاں کی زندگی کو اس ڈھنگ سے قلمبند کیا ہے کہ اسکی
[illegible] کے کسی واقعہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ کسی کی زندگی کو بلا کم و کاست ناٹک کے
پیرایہ میں بیان کرنا کسی معمولی ڈراما نویس کا کام نہیں۔ نورجہاں ایک تاریخی ناٹک ہے
[illegible] نہایت تاریخی ہنر سے دیا گیا ہے۔ یہ ڈراما نہایت دلچسپ اور رقت انگیز ہے
[illegible] مصنف نے اس کو [illegible] عمدہ پیرایہ میں لکھا ہے۔ قیمت ۱۲ آنہ

رینالڈس کا بلند ترین ناول

مسٹریز آف لنڈن

اردو ترجمہ منشی تیرتھ صاحب فیروز پوری کے قلم سے

سلسلہ اول

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ اور عبرت خیز ہے۔ قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے معین کئے ہیں اور دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کامیابی کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ پہلی دشوار گذار اور پر شور مقامات سے گذرتی ہے۔ مگر اس کے کنارے جابجا آسائشی فرودگاہیں موجود ہیں۔ دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر شاداب مگر چلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پُر ہے۔ مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے مگر جزوی طور پر اس قدر متنوع ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کیریکٹر شامل کئے گئے ہیں کہ انسان پڑھتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔

۱۷ جلدوں میں مکمل۔ ضخامت ۲۳۴۸ صفحوں سے زیادہ۔ قیمت عہ ۱۳/۵ محصولڈاک الگ۔

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جاسکتے ہیں۔ حصہ اول کی قیمت عہ/ اور باقی ہر حصہ کی ۱۲/ر علاوہ محصولڈاک ہے۔

ہم سے طلب کر